وینس کا سفر

مصنفہ

نور الحسنیٰ

ادارۂ اساسِ اردو

جمشید روڈ نمبر (۲) کراچی نمبر (۵)

قیمت: تین روپے آٹھ آنے

جمال کے نام.....

جس کے پر خلوص مشورہ سے متاثر
ہو کر یہ کتاب شائع کی گئی۔
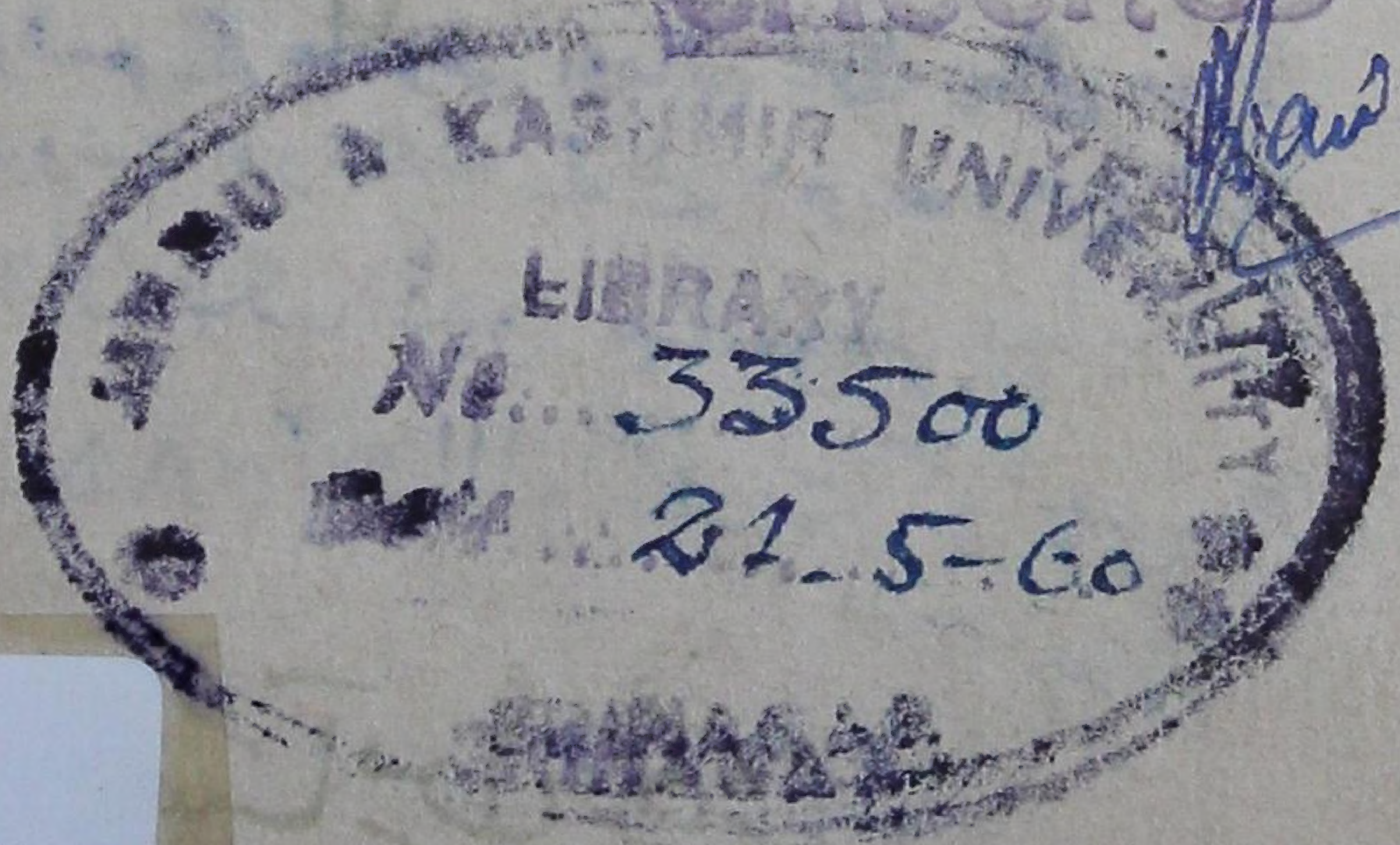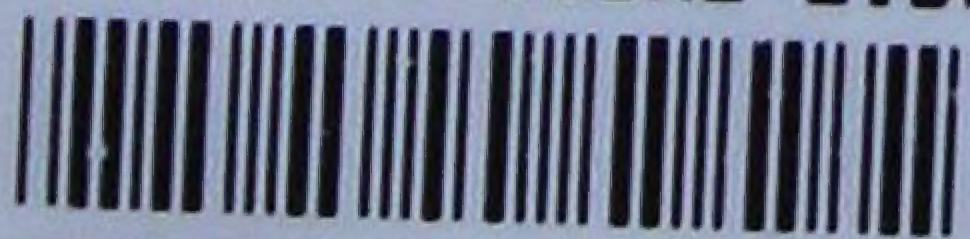
"اگر ماہ رواں کی ۱۳ر تاریخ کو آدھی رات کے وقت ایک عورت سفید لبادہ پہنے آپ کی خواب گاہ میں داخل ہو تو اس خط کا جواب دیجئے ورنہ جواب دینے کی ضرورت نہیں"

یہاں تک پڑھنے کے بعد میں اس خط کو اس کی لغویت کی وجہ سے ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کو تھا لیکن تجسس نے آگے پڑھنے پر مجبور کر دیا۔

"اگر وہ عورت آپ سے کچھ کہے تو براہ کرم اس کے الفاظ یاد رکھئے اور اس خط کا جواب تحریر کرتے وقت وہ الفاظ بھی تحریر کیجئے۔ ...."

میں یہیں تک پڑھ پایا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی خط کو اپنی میز پر رکھے ہوئے ایک ٹرے میں ڈال کر میں نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ اتفاق سے وہ ٹرے باہر جانے والے خطوط کے لئے تھی اور عام حالات میں شائد یہ خط کہیں غائب ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا اور جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا اسے میرے دفتر میں فائل کر دیا گیا

ٹیلی فون میرے دوست جیبن گرڈلے نے کیا تھا وہ بہت گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں فوراً اس کی لیبوریٹری میں پہونچ جاؤں۔ چنانچہ میں فوراً اس کے پاس چلا گیا۔

یہاں میں یہ کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جیبن گرڈلے اور اس سے میری ملاقات کا اس داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے جو میں بیان کرنے والا ہوں۔ میں نے اس کا ذکر صرف اس لئے کیا کہ اس سے دو باتیں پیدا ہوئیں۔ پہلی یہ کہ میں اس خط کو تو بالکل بھول گیا دوسری یہ کہ مجھے یہ اچھی طرح یاد رہ گیا کہ اس روز ۱۰ تاریخ تھی۔

اگلے تین روز میں بیحد مصروف رہا اور ۱۳ تاریخ کی رات کو جب میں سونے کے لئے لیٹا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں صرف اپنے کاروبار کے بارے میں سوچ رہا تھا کئی جائیدادوں کی آمدنی کے جھگڑے کچھ مقدمات کے فیصلے اور اسی قسم کے دوسرے خیالات میرے دماغ میں موجود تھے اور پھر میں سو گیا۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نہیں جانتا یہ کیسے ہوا بہرحال میری آنکھ کھل گئی اور پہلی چیز جو مجھے نظر آئی وہ ایک عورت تھی جو دروازے سے اندر داخل ہو رہی تھی چاند کی روشنی میں ہر چیز اچھی طرح دیکھی جا سکتی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ دروازہ اچھی طرح بند ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسی بند دروازہ کی راہ سے اندر داخل ہو رہی تھی دوسرے لمحے میں وہ میرے بستر کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے ایک سفید ڈھیلا لبادہ پہنا ہوا تھا جو ہوا کے جھونکوں سے اڑ رہا تھا۔

میں جاگتے میں خواب دیکھنے کا عادی نہیں ہوں نہ ہی میں بھوتوں کے وجود پر یقین رکھتا ہوں۔ بہرحال میں خاموش تھا اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے

یہ پہلا موقع تھا کہ ایک اجنبی عورت میری خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی اور پھر آدھی رات کے وقت اور وہ بھی اتنے حیرت انگیز اور غیر معمولی طریقہ پر۔

"آج تیرہ تاریخ کی رات ہے" وہ بہت ہلکی گنگناتی ہوئی آواز میں بولی

پھر؟

میں نے کہا۔ اور پھر مجھے وہ خط یاد آگیا جو مجھے ۱۰ تاریخ کو ملا تھا۔

"وہ گواڈالوپ سے چل دیئے ہیں" وہ بولی

اور گیاماس میں آپ کے خط کا انتظار کریں گے"

بس اتنا کہنے کے بعد وہ چلی گئی۔ کھڑکی کے راستے نہیں بلکہ دیوار سے گذر کر! جی ہاں دیوار سے گذر کر!!

میں پورے ایک منٹ تک اسی طرح بیٹھا رہا اور یہ غور کرتا رہا کہ آیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا لیکن نہیں! میں خواب نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اچھی طرح ہوش میں تھا دوسری صبح میں معمول سے کچھ پہلے اپنے دفتر پہنچ گیا اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہاں پہنچ کر سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ اس خط کو تلاش کرنا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہ خط کہاں سے آنا تھا اور اس کے بھیجنے والے کا نام کیا تھا۔ اتفاق سے میرے سکریٹری کو اس کا مقام روانگی یاد تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ خط میکسکو سے آیا تھا۔ اب چونکہ میرے دفتر میں غیر ممالک سے آئے ہوئے تمام خطوط علیحدہ فائیل کئے جاتے ہیں اس لئے اسے پانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس بار میں نے اسے اچھی طرح غور سے پڑھا۔ اس پر روانگی کی تاریخ تین درج تھی۔ اور وہ گیاماس سے بھیجا گیا تھا۔ گیاماس خلیج کیلی فورنیا کی ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ خط کا مضمون حسب ذیل ہے

"محترمی۔

میں ایک اہم سائنسی مہم کے سلسلے میں آپ سے امداد کا طالب ہوں۔
(مالی امداد نہیں) مجھے ایک ایسے شخص کی تلاش ہے جو نفسیاتی طور پر اعلیٰ صفات کا حامل ہو اور اسکے ساتھ ساتھ عقلمند ہو اور اتنی معلومات رکھتا ہو کہ میرے منصوبہ کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ میں نے آپ کو یہ خط کیوں لکھا ہے یہ میں بالمشافہ ملاقات میں بیان کر سکونگا میرا مقصد صرف ایک امتحان سے پورا ہو سکے گا جو حسب ذیل ہے۔

اگر اس ماہ کی ۱۳ تاریخ کو آدھی رات کے وقت ایک عورت سفید لبادہ پہنے ہوئے آپ کی خواب گاہ میں داخل ہو تو اس خط کا جواب دیجئے ورنہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ آپ سے کچھ کہے تو براہ کرم اس کے الفاظ یاد رکھیئے اور اس خط کا جواب دیتے وقت وہ الفاظ تحریر کر دیجئے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ اس معاملے میں خاص دلچسپی لیں گے اور اس خط کو اس وقت تک پردہ راز میں رکھیں گے جب تک مستقبل میں اس خط کی اشاعت کے حالات پیدا ہوں۔ میں ہوں آپ کا مخلص

کارسن نپیر"

"مجھے تو یہ سراسر مذاق معلوم ہوتا ہے" میرے سکریٹری روتھمنڈ نے کہا۔
"۱۰ تاریخ کو جب میں نے اسے پہلی بار پڑھا تھا تو میری بھی یہی رائے تھی لیکن آج ۱۴ تاریخ ہے اور اب میری رائے بدل چکی ہے" میں نے جواب دیا۔

"اس سے چودہ تاریخ کا کیا تعلق ہے"، روتھمنڈ نے سوال کیا۔

"کل ۱۳ تاریخ تھی" میں نے اسے یاد دلایا۔

کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ــــــــــ" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ وہ کل رات آئی تھی۔ میں نے نہ صرف اسے دیکھا تھا بلکہ اس سے بات بھی کی تھی"

"آپ سے پچھلے آپریشن کے بعد نرس نے جو کچھ کہا تھا اسے نہ بھولئے" روتھمنڈ کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"کونسی نرس نے" میں نے پوچھا "نو نرسوں نے یکے بعد دیگرے میری نگہداشت کی تھی اور ان میں سے کسی دو نے بھی ایک سی ہدایت نہیں دیں"

"جیری نے کہا تھا کہ مرض کے جراثیم کئی مہینے گذر جانے کے بعد بھی مریض کے دماغ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں"

"خیر کم از کم جیری کو یہ اعتراف تھا کہ میرے پاس ایک دماغ ہے جو اکثر لوگوں کے پاس نہیں ہے"

میں نے کہا "اور اس سے میری بینائی پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں نے جو کچھ دیکھا وہ قطعی درست تھا اچھا تم اب مسٹر نیپیر کو اس خط کا جواب لکھ دو"

چند دن کے بعد مجھے نیپیر کا ایک تار موصول ہوا جو گیامار سے بھیجا گیا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

"خط موصول ہوا شکریہ۔ کل آپ سے ملنے آرہا ہوں"

"وہ اس وقت راستے ہی میں ہوگا" میں نے کہا۔

"اور یا پھر ایک سفید لبادہ پہن کر آرہا ہوگا" روتھمنڈ نے خیال ظاہر کیا "میرا خیال ہے کہ میں کیپٹن ہڈسن کو فون کر دوں تاکہ وہ یہاں مسلح پولیس کا پہرہ لگا دیں۔ کبھی

کبھی یہ مذاق خطرناک بھی ثابت ہوتے ہیں"۔ وہ ابھی تک مشکوک تھا۔

مجھے یہ اعتراف ہے کہ ہم دونوں ہی کارس نیپیئر کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ میرا خیال ہے رودھمنڈ ایک عجیب الخلقت آدمی کو دیکھنے کی امید رکھتا تھا اور میں خود بھی اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

دوسری صبح تقریباً گیارہ بجے رودھمنڈ میری نشست گاہ میں داخل ہوا۔

"مسٹر نیپیئر تشریف لے آئے ہیں" اس نے کہا۔

"کیا اس کے بال ٹھیک سر پر لگے ہوئے ہیں"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔" اور کیا اس کی آنکھوں کی پتلیاں سفیدی سے الگ نظر آتی ہیں"۔

"نہیں" رودھمنڈ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

وہ بظاہر ایک خوبصورت آدمی ہے لیکن میرا اب بھی یہ ہی خیال ہے کہ یہ سب ایک مذاق ہے"۔

"اسے اندر بھیج دو" میں نے کہا

اور ایک لمحہ بعد ایک بہت خوبصورت آدمی اندر داخل ہوا۔ میرا خیال ہے اس کی عمر پچیس ۲۵ اور تیس ۳۰ کے درمیان رہی ہوگی۔ اس نے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اسکے چہرے پر ایک مسکراہٹ کھیل رہی تھی چند رسمی جملوں کے بعد وہ اس ملاقات کے مقصد کی طرف آیا۔

"اصل معاملہ کی طرف آنے سے پہلے" اس نے کہنا شروع کیا۔ میں آپ کو اپنے بارے میں مختصراً کچھ بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرے والد برطانوی فوجی افسر تھے اور

میری ماں امریکہ کی ریاست ورجینیا کی رہنے والی تھی۔ ہندوستان میں ہی اس زمانہ میں پیدا ہوا جب میرے والد اپنی ملازمت کے سلسلہ میں وہاں مقیم تھے۔ وہیں ایک ہندو نے جو میرے والد کا گہرا دوست تھا مجھے تعلیم دی۔ اس کا نام کابی چند تھا۔ اس نے مجھے عام مضامین کے علاوہ چند ایسے علوم کی بھی تعلیم دی جو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے۔ اسی میں ایک ٹیلی پیتھی (Telepathy) تھا۔ اس علم میں اس نے اتنی ترقی کرلی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص سے جو نفسیاتی اعتبار سے کتنی ہی غیر اثر پذیر صفات کا حامل ہو بڑے سے بڑے فاصلہ کے باوجود اس طرح بات کرسکتا تھا جیسے وہ بالمشافہ گفتگو کر رہا ہو اس کے علاوہ وہ ایسے لوگوں کو کافی فاصلہ سے خواہ یہ فاصلہ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو عجیب وغریب تماشے دکھا سکتا تھا۔ یعنی جو کچھ وہ چاہتا کسی دور دراز مقام پر موجود کسی انسان سے کہہ سکتا تھا اور جو چاہے دکھا سکتا تھا۔ اس کے اس علم کے سامنے فاصلہ کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ یہ علم بھی اس نے مجھے سکھا دیا"

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ میں نے تیرہ تاریخ کی رات کو دیکھا تھا وہ حقیقت نہ تھی بلکہ آپ کے علم کا ایک کرشمہ تھا، میں نے پوچھا

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور کہنے لگا "یہ امتحان آپ کی نفسیاتی صفات کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری تھا۔ آپ کے خط کے الفاظ نے مجھے یہ یقین دلا دیا کہ میں آخرکار اس آدمی کو پانے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس کی مجھے ایک عرصہ سے تلاش تھی۔ لیکن پہلے مجھے اپنی کہانی بیان کر لینے دیجئے میرا خیال ہے کہ آپ ابھی اکتائے نہ ہوں گے لیکن ساتھ ہی محسوس کرتا ہوں مجھے آپ کو اپنے تمام حالات بتا دینا چاہئے تاکہ آپ یہ فیصلہ کرسکیں کہ آیا میں آپ کے بھروسہ اور امداد کے لائق ہوں یا نہیں"

میں نے اسے یقین دلایا کہ میں بالکل نہیں اکتا رہا ہوں۔ اور اس نے پھر کہنا شروع کیا۔" میں گیارہ سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اور میری ماں مجھے امریکہ لے آئی ہم پہلے ورجینیا گئے اور وہاں تقریباً تین سال تک ماں کے دادا کے پاس رہے جن کے نام سے آپ یقیناً واقف ہوں گے۔ اور بھلا کون ہے جو انہیں نہیں جانتا۔ وہ تھے جج "جان کارسن" ان کے انتقال کے بعد میں اور ماں کیلیفورنیا آگئے جہاں میں نے مختلف اسکولوں میں تعلیم حاصل کی اور اسکے بعد میں کلیرمانٹ کے کالج میں داخل ہو گیا جو بہت مشہور ہے۔ بی اے کرنے کے کچھ عرصہ بعد میری زندگی کا تیسرا بڑا المیہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی میری ماں کا انتقال ہو گیا۔

اس حادثہ سے میرے ہوش و حواس جلتے رہے زندگی میں اب میرے لئے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ مجھے اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ لیکن میں اپنی زندگی خود ختم بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں نے ایک بے کار زندگی گذارنا شروع کر دی۔ پھر میں نے ایک خاص مقصد کے تحت ہوائی جہاز اڑانا سیکھا اس کے بعد میں نے اپنا نام تبدیل کر لیا۔ اور مار دھاڑ (stunt) فلموں میں کام کرنا شروع کر دیا۔ ویسے مجھے کام کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ میری ماں کے دادا میرے لئے ایک بہت بڑی جائیداد چھوڑ گئے تھے جو اتنی بڑی تھی جسے کوئی بہت بڑا فضول خرچ ہی ختم کر سکتا تھا۔ یہ میں آپ کو صرف اس لئے بتا رہا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ میں جس مہم کی تیاری کر رہا ہوں اس کے لئے جس سرمایہ کی ضرورت ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہالی ووڈ کی زندگی سے میں جلد ہی اکتا گیا بلکہ جنوبی کیلیفورنیا میں مجھے ہر لمحہ ان عزیز از جان ہستیوں کی یاد آتی رہتی تھی جنھیں میں کھو چکا تھا۔

آخر اپنی اس اکتاہٹ کو ختم کرنے کے لئے میں نے ایک عالمی سفر کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ دورانِ سفر جب میں جرمنی پہنچا تو وہاں مجھے راکٹوں سے دلچسپی ہوگئی اور میں نے خود کئی راکٹ بنانے میں حصہ لیا۔ اور یہیں پہلی مرتبہ اس اسکیم کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ جس کا میں آپ سے ذکر کرنے جارہا ہوں۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں راکٹ کے ذریعہ کسی دوسرے سیارہ کا سفر کروں گا۔ اپنے مطالعہ سے مجھے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ صرف مریخ ہی ایسا سیارہ ہے جس پر ہم جیسے جاندار زندہ رہ سکتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اگر میں مریخ پر پہنچ گیا تو وہاں سے واپس نہ آسکوں گا یہ محسوس کرتے ہوئے کہ میری اس مہم کا مقصد محض زندگی سے فرار اور خود غرضی ہی نہیں بلکہ کچھ اور بھی ہونا چاہیئے۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے کوئی ایسا شخص تلاش کرنا چاہیئے جو اس مہم کی کامیابی کی صورت میں میرے تجربات دنیا تک پہنچا سکے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ خیال آیا کہ شائد اس طرح ایک دوسری مہم کے لئے راستہ کھل جائے۔ کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دنیا میں بہت سے ایسے دلیر انسان موجود ہیں جو میرے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک دوسری مہم کی تیاری کر سکیں گے۔

ایک سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے کہ میں ایک دیو قامت راکٹ کی تیاری میں مصروف ہوں اس راکٹ کو بنانے کے لئے میں نے جزیرہ گواڈالوپ کو پسند کیا تھا۔ یہ جزیرہ جنوبی کیلیفورنیا کے مغربی ساحل پر واقع ہے میکسیکو کی حکومت نے اس سلسلہ میں مجھے ہر قسم کی امداد بہم پہونچائی ہے۔ اور اب میری مہم کی تیاری ہر طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اور میں کسی لمحہ بھی روانہ ہونے کے لئے تیار ہوں "!

اس نے اپنی بات ختم کی اور اچانک نظروں سے غائب ہوگیا۔ جس کرسی پردہ

بیٹھا ہوا تھا اب وہ خالی تھی۔ اور کمرے میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ مجھے انتہائی خوف کا احساس ہوا۔ مجھے اس وقت روتھمنڈ کے وہ الفاظ یاد آئے کہ مرض کے جراثیم مہینوں بعد بھی مریض کے دماغ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ میرے جسم پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے دوڑنے لگے۔ میں گھنٹی کے بٹن کی طرف بڑھا تاکہ روتھمنڈ کو بلاؤں۔ اسی نے کارسن نیپئر کو بذات خود میری نشست گاہ میں بھیجا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں بٹن دباؤں روتھمنڈ خود کمرے میں داخل ہوا

" مسٹر نیپئر پھر واپس آ گئے ہیں" اس نے کہا

" حالانکہ میں نے انھیں کمرے سے باہر جاتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے ابھی انکو آپ سے باتیں کرتے سنا تھا"

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور روتھمنڈ سے کہا" ان کو اندر لے آؤ" اور اس مرتبہ تم بھی یہاں ٹھہرو"

نیپئر اندر داخل ہوا تو استفسارانہ نظروں سے دیکھنے لگا

" میں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے کیا آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے"؟ اس نے اس طرح پوچھا جیسے وہ کمرے سے باہر ہی نہ گیا ہو۔

" ہاں ہاں لیکن ...." میں نے کہنا شروع کیا۔" مہربانی کر کے ذرا ٹھہریئے" اس نے کہا۔

" میں جانتا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن معاف کیجئے گا میں آپ کو بتا دوں کہ پہلے میں یہاں نہیں تھا یہ میرا آخری امتحان تھا ...... اگر میں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے آپ کو یاد ہے اور اگر آپ نے مجھے یہاں دیکھا تھا جبکہ میں باہر اپنی کار میں بیٹھا

ہوا تھا تو مجھے یہ یقین ہے کہ میں مریخ سے آپ کو آسانی سے پیغام بھیج سکتا ہوں اس
مرتبہ میں حقیقت میں آپ کے پاس آیا ہوں اب آپ مجھے بتلائیے کہ میں آپ سے کیا کہہ
رہا تھا۔"

"آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کا راکٹ جزیرہ گوڈالوپ میں روانگی کے لئے تیار ہے"
میں نے اسے یاد دلایا۔

"بالکل ٹھیک۔ آپ ایک ایک لفظ سمجھ گئے ہیں۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں
کہ آپ میرے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ آپ کے پاس میرے آنے کی متعدد وجوہات ہیں سب
سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کو خود بھی مریخ کی دنیا سے دلچسپی ہے اس کے علاوہ میری
اس مہم کے تجربات کسی کہنہ مشق ادیب کے ہاتھوں لکھے جانے چاہئیں۔ میری خواہش
ہے کہ آپ مریخ سے میرے جو پیغامات وصول کریں انھیں شائع کر دیں اور میری
عدم موجودگی میں میری جائیداد کا انتظام کریں؟"

"میں آپ کا اول الذکر کام کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن آخر الذکر کام کی ذمہ داری
لینا نہیں چاہتا۔"

"میں نے اسے ایک وقف کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے جس سے آپ کو کوئی
پریشانی نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ آپ اس کام کے واسطے اپنا معاوضہ مجھے خود ہی بتا
دیجئے۔"

"میں نے نفی میں سر کو جنبش دی۔" میں اس خدمت کو یوں ہی بلا معاوضہ کرنے
کو تیار ہوں۔" میں نے اسے یقین دلایا۔

"اس کام میں آپ کا کافی وقت صرف ہوگا۔" روتھمنڈ نے اعتراض کیا "اور آپ

کا وقت بہرحال قیمتی ہے"

"بات تو ٹھیک ہے" نیپئر نے کہا

"میں اور مسٹر روتھمنڈ اگر آپ اجازت دیں تو معاوضہ کے بارے میں بعد میں طے کر لیں گے"

"بس بس ٹھیک ہے" میں نے کہا میں ہمیشہ سے کاروبار کے اس پہلو کو ناپسند کرتا ہوں۔

"اب ہمیں پھر موضوع کی طرف لوٹ آنا چاہیئے" نیپئر نے کہا" ویسے آپ کا اس منصوبے کے بارے میں کیا خیال ہے"؟

"مریخ دنیا سے بہت دور ہے" میں نے رائے ظاہر کی۔" وینس مریخ کی بہ نسبت نوے لاکھ میل نزدیک ہے۔ اور نوے لاکھ میل بہرحال نوے لاکھ میل ہے۔"

آپ کا خیال درست ہے۔ میں خود بھی وینس جانے کو ترجیح دیتا" اس نے جواب دیا۔" بادلوں کے غلاف میں ملفوف یہ سیارہ آدمی کے لئے ایک معمہ ہے لیکن حالیہ فلکیاتی تحقیقات سے یہ پتہ چلا ہے کہ وینس میں کم از کم ہماری دنیا جیسے جاندار نہیں رہ سکتے۔ کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جب سے کائنات عالم وجود میں آئی وینس کا ایک رخ ہمیشہ سورج کی طرف رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وینس کے ایک حصہ میں انتہائی گرمی ہوگی اور دوسرا حصہ انتہائی سرد ہوگا جس کی وجہ سے وہاں کسی قسم کی زندگی کی موجودگی محال ہے۔

سر جیمس جینس کے نظریہ کے مطابق بھی اگر دیکھا جائے تو وہاں دن رات ہماری دنیا کے دن اور رات سے بہت بڑے ہوتے ہیں راتوں کو درجہ حرارت صفر سے ۱۳ درجہ فارن ہائٹ نیچے ہوتا ہے اور دن میں درجہ حرارت بہت اونچا ہو جاتا ہے"

"اس کے باوجود زندگی نے اپنے آپ کو حالات کے مطابق ڈھال لیا ہوگا" میں نے کہا۔

"ہماری دنیا میں بھی آدمی افریقہ جیسی شدید گرمی اور قطب شمالی جیسی شدید سردی میں زندہ رہتا ہے"

"لیکن بغیر آکسیجن کے نہیں" نیپئر نے کہا "سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ بادلوں کے اس غلاف کے اوپر جو وینس کو ڈھکے ہوئے ہیں آکسیجن ہماری دنیا کے مقابلے میں ہزارواں حصہ نہیں پائی جاتی ہے۔ اور پھر ہمیں سر جیمس جینس جیسے ماہر فلکیات کے فیصلے کے آگے جھکنا ہی پڑے گا وہ کہتے ہیں۔

"تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مریخ اور ہماری دنیا کے علاوہ سورج کے گرد جو سیارے گھومتے ہیں ان میں صرف وینس ہی ایک ایسا سیارہ ہے جس پر کسی قسم کی زندگی کا امکان ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ وینس میں نہ تو نباتات پائی جاتی ہیں اور نہ ہی وہاں کی ہوا میں اتنی آکسیجن ہے کہ ہم جیسے جاندار اس میں سانس لے سکیں' اور اس طرح جیمس جینس کے اس فیصلے کے بعد میرے لئے صرف یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ میں مریخ کا سفر اختیار کروں"

باقی سارا دن میں اور کارسن نیپئر اس منصوبہ پر بحث کرتے رہے اور دوسری صبح وہ اپنے ذاتی طیارہ میں جزیرہ گوڈالوپ روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد سے میں نے اسے گوشت پوست میں نہیں دیکھا ہے لیکن اس کے باوجود میں اسکے حیرت انگیز علم ٹیلی پیتھی (Telepathy) کے ذریعہ اس سے مل چکا ہوں۔ اور جو کچھ اس پر گذری ہے وہ سب کچھ میں بذات خود دیکھتا رہا ہوں۔ یعنی اب میں ہی وہ ذریعہ ہوں جس سے

کارسن نیپیر کی حیرت انگیز مہم کے حالات دنیا والوں تک پہونچ سکتے ہیں۔ میری حیثیت صرف ایک ٹائپ کی مشین جیسی ہے اب آپ جو کچھ کارسن نیپیر سرگذری خوداسی کی زبانی سنیئے۔

مریخ کی طرف

جزیرہ گوڈالوپ کے ساحل پر اترتے وقت وہ سینکڑوں آدمی میرے استقبال کے لئے ساحل پر موجود تھے جنھوں نے کئی مہینوں تک انتہائی وفاداری کے ساتھ اُس راکٹ کو بنانے میں میری مدد کی تھی جس کے ذریعہ میں مریخ کی طرف روانہ ہونیوالا تھا گوڈالوپ کی اس چھوٹی سی بندرگاہ میں جو ہم لوگوں نے بنوائی تھی میکسیکو کا جہاز "ٹازرانہ" لنگر انداز تھا۔ یہ ہی وہ جہاز تھا جس کے ذریعہ سامان رسد اور مختلف ضروری اشیاء اس دور افتادہ جزیرہ میں پہونچائی گئی تھیں۔ میرے سینکڑوں استقبال کرنیوالوں میں مزدور بھی تھے۔ انجنیئر بھی تھے اور ان سب سے الگ ایک امریکن بھی تھا یہ تھا جیمی ڈلش جس نے مجھے ایسی محبت تھی جیسی ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے ہو جاتی ہے جب میں ساحل پر اترا تو وہ سب مجھ سے اس طرح ملے جیسے ان کا ایک بچھڑا ہوا بھائی مل گیا ہو۔ اس غیر آباد جزیرہ میں چند مہینے رہنے کے بعد ہم سب کو آپس میں ایسی ہی انسیت ہو گئی تھی۔ اور آج رات میں اور میرے ساتھی ایک دوسرے سے جدا ہونے والے تھے۔ اور اس کی امید بہت کم تھی کہ ہم دوبارہ مل سکیں گے۔ آج دنیا میں میرا آخری دن تھا۔ آج کے بعد میں ان

گے لئے مر چکا ہوں گا۔

میرے اپنے جذبات بھی اس وقت بہت ابھرے ہوئے تھے۔ اور مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اپنی ساری مہم میں یہ لمحہ میرے لئے بہت سوہانِ روح تھا۔ میں بہت سے ممالک کے لوگوں سے مل چکا ہوں لیکن جیسی محبت میں نے میکسیکو کے باشندوں میں پائی کہیں اور نہ دیکھی اور جیمی ولش سے جدائی تو بالکل ایسی ہی تھی جیسے میں اپنے سگے بھائی سے جدا ہو رہا ہوں۔ مہینوں پہلے سے وہ مجھ سے التجا کر رہا تھا کہ میں اسے اس مہم پہ اپنے ساتھ لے چلوں اور میں جانتا تھا کہ وہ آخری لمحہ تک مجھ سے یہ درخواست کرتا رہے گا۔ لیکن میں غیر ضروری طور پہ ایک جان بھی خطرے میں نہ ڈال سکتا تھا۔

ہم سب ان ٹرکوں میں بیٹھ گئے تھے جو ہم سامان رسد وغیرہ کیمپ تک پہونچانے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ یہ کیمپ ساحل سے چند میل دور تھا۔ اور یہیں وہ دیو قامت راکٹ اپنی ایک میل لمبی لائن پہ کھڑا تھا۔ بندرگاہ سے کیمپ تک ہم نے ایک عارضی سڑک بنالی تھی اسی سڑک پہ چلتے ہوئے ہم کیمپ پہونچ گئے۔

"ہر چیز بالکل تیار ہے" جیمی ولش نے کہا۔

"ہم نے کئی کئی بار ہر چیز کا معائنہ کر لیا ہے۔ جس لائن پہ تارپیڈو کو بھاگنا ہے اسکے ہر ستون کا کم سے کم ایک درجن آدمی معائنہ کر چکے ہیں اور پھر لائن کو اچھی طرح گریس سے چکنا کیا جا چکا ہے۔ اور تین آدمیوں نے یکے بعد دیگرے اس تمام سامان کو چیک کر لیا ہے۔ جو آپ کو راکٹ میں اپنے ساتھ لے جانا ہے اور اب راکٹ چلنے کے لئے بالکل تیار ہے۔" کیا آپ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جا رہے ہیں؟"

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ "جیمی مجھے مجبور نہ کرو۔ مجھے اپنی زندگی سے جوا کھیلنے کا

پورا حق ہے لیکن میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ تم نے جو کچھ میری مدد کی ہے اسکے بدلہ میں چلنے سے پہلے تمہیں ایک حقیر سا تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ میرا ذاتی طیارہ میرے چلے جانے کے بعد تمہارا ہوگا۔"

وہ مشکور تھا لیکن اس کے چہرے پر نا امیدی کی جھلک نمایاں تھی۔ مریخ کے سفر میں میرا ساتھ دینا اسکی سب سے بڑی خواہش تھی۔

"مریخ تین کروڑ پچاس لاکھ میل دور ہے" جیمی نے آہستہ سے کہا۔

"شائد میں اس تک پہونچ سکوں" میرا جواب تھا۔

روانگی کی تاریخ بہت پہلے متعین کی جا چکی تھی اور اس کے تعین میں میں نے بہت احتیاط سے کام لیا تھا۔ وہ لائن جس پر راکٹ کو دوڑنا تھا پہلے تو چھ فرلانگ تک زمین میں نصب کی گئی تھی اور اسکے بعد دو فرلانگ تک چند گز افق کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اور اسے بہت مضبوط ستونوں پر روکا گیا تھا۔

ساڑھے چار میل فی سکنڈ کی رفتار روانہ ہوتے وقت کشش زمین کو ختم کرنے کے لئے کافی تھی۔ اس کے بعد ۶٫۹۳ میل فی سیکنڈ کی رفتار کشش زمین پر غالب آتے کے لئے مناسب تھی۔ لائن کے آخری حصہ میں میں نے راکٹ کو سات میل فی سکنڈ کی رفتار سے چلانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اور اس کے بعد فضا میں ۱۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے دنیا اور مریخ کے درمیان خلا میں میری رفتار کیا ہوگی یہ حل طلب مسئلہ تھا۔ لیکن میرا خیال تھا کہ میں راکٹ کو اس وقت تک دس میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلاؤں گا جب تک کہ وہ مریخ کی کشش کی حدود میں نہیں آجاتا یعنی تقریباً ۳۶ ہزار میل فی گھنٹہ۔ وہ لمحہ جب مجھے روانہ ہونا تھا ابھی تک غور طلب تھا میں نے جو حساب لگا تھا اس کو میں نے خود

بھی بار بار چیک کیا تھا لیکن یہ مسئلہ خاص طور پر اہم تھا۔ لہٰذا میں اس سلسلے میں ایک ماہر طبعیات اور ایک ماہر فلکیات سے مشورہ کیا تھا۔ اور اپنے حسابات چیک کرائے تھے۔ انھوں نے جو حساب لگایا تھا وہ میرے حساب کے عین مطابق تھا۔ مجھے اپنے سفر پر مریخ کے مشرقی افق پر طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے روانہ ہو جانا تھا۔ میرے سفر کا راستہ زمین کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا ترچھا ہوگا۔ ترچھا ہونے کی وجہ زمین کی کشش ہوگی لیکن آہستہ آہستہ یہ کشش ختم ہو جائے گی وقت روانگی کا حساب اس طرح لگایا گیا تھا کہ جس وقت راکٹ زمین کی کشش سے آزاد ہو ٹھیک اسی وقت اس کا رخ مریخ کی طرف ہو جو اس وقت تک مشرقی افق پر طلوع ہو چکا ہوگا۔

کاغذ پر یہ حسابات بظاہر بہت دلکش تھے لیکن جوں جوں میری روانگی کی گھڑی قریب آتی جاتی تھی ویسے ویسے میں گھبراتا جاتا تھا اور میں یہ اعتراف کروں گا کہ اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میرے یہ تمام حسابات محض خیالی فلسفہ ہیں۔ اور علمی اعتبار سے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کس حد تک کارآمد ہو سکتے ہیں اس وقت مجھے یہ خیال بھی آیا کہ میری یہ مہم محض پاگل پن ہے۔

ایک لمحہ کے لئے میں سن ہو گیا۔ دیو قامت راکٹ جس کا وزن ساٹھ ٹن تھا میرے سامنے تھا اسکی وہ ایک میل لمبی لائن جس پر اسے پرواز سے پہلے دوڑنا تھا میرے سامنے تھی۔ یہ شائد میرا بہت نازک تابوت تھا جس میں شائد تھوڑی دیر بعد میں زمین سے ٹکرا کر ختم ہو جاؤں گا یا بحرالکاہل کی تہہ میں چلا جاؤں گا اور یا پھر خلا میں ابد تک گھومتا رہوں گا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اس وقت خوف زدہ تھا۔ اپنی زندگی کے لئے نہیں بلکہ اس وقت مجھے یہ خیال تھا کہ کائنات کی بے کراں وسعتوں کو طے کرنے کے لئے میرا یہ

سامان محض ایک مذاق ہے۔

اس وقت جیمی نے مجھ سے کہا۔ "ہمیں راکٹ کو اندر سے آخری بار چیک کر لینا چاہیئے۔"

اس کے اس جملہ سے میری بدحواسی ختم ہوگئی اور میرا فیصلہ اور مستحکم ہوگیا۔ اب میں بالکل ٹھیک تھا۔ ساتھ ساتھ ہم نے کیبن کا معائنہ کیا جہاں سے مجھے مشینوں کو کنٹرول کرنا تھا۔ یہاں ایک آرام دہ بستر بھی تھا۔ ایک میز کرسی بھی اور اس کے علاوہ لکھنے کا سامان اور منتخب کتابوں کی ایک الماری بھی تھی۔ کیبن کے پیچھے ایک دوسرا کمرہ تھا جس میں میرے لئے خشک میوے۔ اور خشک کھانے کا سامان رکھا تھا۔ یہ سامان مجھے ایک سال کے لئے کافی تھا اس کمرہ کے پیچھے ایک اور کمرہ تھا اس کمرہ میں کئی بیٹریاں نصب تھیں۔ ان بیٹریوں سے روشنی۔ کھانا پکانا اور گرم کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ یہیں ایک ڈائنمو بھی تھا اور راکٹ کو چلانے کے لئے ایک گیس انجن۔ راکٹ کے سب سے اگلے حصّہ میں آکسیجن گیس اور پانی کی ٹنکیاں تھیں۔

یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ہر چیز اس طرح نصب کی گئی تھی کہ روانہ ہوتے وقت لگنے والے خوفناک جھٹکے کو برداشت کر سکے۔ جہاں تک ممکن تھا روانہ ہوتے وقت جھٹکے کو برداشت کرنے کے لئے بہت اطمینان بخش انتظامات کئے گئے تھے راکٹ کو جو ایک تارپیڈو کی شکل میں تھا اس طرح بنایا گیا تھا کہ ایک تارپیڈو ایک بڑے تارپیڈو کے اندر نصب کیا گیا تھا۔ یہ چھوٹا تارپیڈو ان تمام حصّوں پر مشتمل تھا۔ جن کو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ان دو تارپیڈو کے درمیان خلا میں اس قسم کے اسپرنگ اور مشینیں نصب کی گئی تھیں جن سے اس جھٹکے کو بہ آسانی برداشت کیا جاسکتا تھا

اور مجھے امید تھی کہ اس طریقہ سے میرا راکٹ جھٹکے پر قابو پالے گا۔ اور ایک بار جب میں روانہ
ہو جاؤں گا تو رفتار تارپیڈو کے خول پر کوئی اثر نہ ڈال سکے گی

ان تمام حفاظتی انتظامات کے علاوہ جس کرسی میں مجھے کنٹرول کرنیوالی مشین
کے سامنے بیٹھنا تھا اس کرسی میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اسپرنگ لگائے گئے تھے۔ اور نہ
صرف یہ بلکہ اس کرسی کو آگے پیچھے کیا جا سکتا تھا یہ اس لئے تاکہ جھٹکے کے وقت وہ پیچھے
چلی جائے اور پھر آگے آجائے۔

میں نے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی تھی جو میری حفاظت کے لئے ضروری ہو کیونکہ میرے
محفوظ رہنے پر ہی اس مہم کا دارومدار تھا راکٹ کا اندر سے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد
میں اور جمی باہر نکل آئے اور تارپیڈو کو باہر سے اچھی طرح چیک کیا۔ تارپیڈو کی اگلی نوک کئی
حصوں میں تقسیم کی گئی تھی اور ہر حصہ میں بہت سی پیراشوٹ کے سٹ اس طرح رکھے گئے
کہ کنٹرول کرنے والی مشین سے بٹن دباتے ہی ہر سیٹ ایک ایک کرکے باہر آ سکتا تھا
یہ انتظام اسلئے کیا گیا تھا کہ مریخ کے قریب پہنچنے کے بعد راکٹ کی رفتار آہستہ کرنے
میں یہ پیراشوٹ بہت اچھا کام دے سکتی تھیں۔ اور اس طرح راکٹ کی اسپیڈ کم کرنیکے بعد
مجھے خود اپنی پیراشوٹ اور آکسیجن کے ذخیرے کے ساتھ نیچے مریخ کی سطح پر کودجانا تھا۔

روانگی کا لمحہ قریب آتا جا رہا تھا جمی اور میں نیچے اتر آئے اور میرے لئے سب سے
مشکل لمحہ آن پہنچا۔ اب مجھے اپنے ان سب دوستوں کو الوداع کہنا تھا ہم نے ایک دوسرے
سے کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ ہماری زبانیں شدت جذبات سے گنگ تھیں کوئی ایک آنکھ بھی نہ
تھی جو خشک ہو۔ میکسیکو کے مزدوروں کو ابھی تک یہ یقین نہیں تھا کہ میں اپنی اس مہم پر
روانہ ہو سکوں گا۔ وہ ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھ سکے تھے کہ میرے راکٹ کا رخ سیدھا

آسمان کی طرف کیوں نہیں ہے۔

ہر طرف سے لوگوں نے تالیاں بجا کر الوداعی جملوں کے شور میں مجھے الوداع کہی میں نے تار پیڈ کے اندر داخل ہو کر باہر کا دروازہ بند کر دیا۔ میں نے ان سب کو ٹرکوں میں سوار ہو کر روانہ ہوتے ہوئے دیکھا۔ میری ہدایات تھیں کہ کوئی شخص روانگی کے وقت راکٹ سے ایک میل کے فاصلہ تک نہ آئے۔ اور پھر میں نے اندرونی دروازہ بھی بند کر دیا۔ اپنی سیٹ پر کنٹرول کرنے والی مشین کے سامنے بیٹھتے ہوئے میں نے وہ پٹیاں اپنی گرد کس لیں جو مجھے کرسی پر روکنے کے لئے لگی تھیں۔

میں نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔ روانگی میں صرف نو منٹ باقی تھے۔ نو منٹ کے بعد میں اپنی منزل کی طرف جا رہا ہوں گا یا پھر نو منٹ کے بعد میں مر چکا ہوں گا۔ اگر سب کچھ میری خواہش کے مطابق نہ ہوا تو میری موت روانگی کے بعد ایک سکنڈ کے ایک ہزارویں حصہ میں ہو جائے گی

سات منٹ! میرا حلق خشک تھا لیکن پانی پینے کی مہلت نہ تھی۔

چار منٹ! تین کروڑ پچاس لاکھ میل بہت ہوتے ہیں لیکن اپنے منصوبہ کے مطابق مجھے یہ فاصلہ چالیس ۴۰ یا پینتالیس ۴۵ دنوں میں طے کرنا تھا۔

دو منٹ! اور میں نے اپنی آکسیجن کی چھوٹی ٹنکی کو چیک کیا اور اس کے والو (valve) کو تھوڑا اور کھول دیا۔

ایک منٹ! شائد میری ماں یہیں کہیں میری منتظر ہوگی۔ میں نے سوچا۔

تیس ۳۰ سکنڈ! میں نے اپنا ہاتھ کنٹرول مشین پر رکھ دیا۔

پندرہ سکنڈ! دس سکنڈ! پانچ چار تین۔ دو۔ ایک صفر میں نے لیور

کو دبا دیا۔

ایک گرج دار آواز سنائی دی اور راکٹ آگے کو چل دیا۔ میں روانہ ہو چکا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ روانگی ہر طرح اطمینان بخش رہی۔ اپنی داہنی طرف بنی ہوئی گول کھڑکی میں سے عین اس وقت باہر دیکھا جب راکٹ روانہ ہوا مجھے سوائے دھندلے عکس کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی بہت بڑے ہاتھ نے مجھے پیچھے کی طرف دبا دیا ہو۔ لیکن یہ احساس ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ ہی میں ختم ہو گیا اور اب صرف ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ میں کسی بہت آرام دہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔

پانچ چھ سیکنڈ راکٹ زمین کی کشش میں رہا اور اسکے بعد میں کائنات کی بے کراں وسعتوں میں سفر کر رہا تھا۔ میں جو کچھ کر سکتا تھا کر چکا تھا۔ اور اب میری قسمت کا انحصار راکٹ کی رفتار مریخ کی کشش اور خدا کی مرضی پر تھا ان پٹیوں کو کھولنے کے بعد جو مجھے کرسی سے باندھے ہوئے تھیں میں نے کیبن کا ایک چکر لگایا۔ اور ان گول کھڑکیوں میں سے باہر دیکھا جو راکٹ میں بہت سی بنی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک راکٹ کی اگلی نوک پر تھی اور ایک پیچھے اور باقی دونوں اطراف میں۔ خلا ایک ایسی وسعت تھی جس میں تاریکی کے سوا صرف چند چمکتے ہوئے نقطے کہیں کہیں نظر آتے تھے۔ زمین کی طرف میں نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ وہ کسی کھڑکی سے نظر نہ آتی تھی اور دور کہیں مریخ اس تاریکی میں گم تھا ہر چیز ٹھیک ٹھاک نظر آتی تھی۔ میں نے سوئچ دبا دیا اور کیبن میں کئی روشنیاں جل اٹھیں پھر میں نے میز پر بیٹھ کر رجسٹر میں پہلے اندراجات کئے اور اس کے بعد فاصلے اور وقت کے حسابات کو پھر چیک کیا۔ میرے حساب سے روانگی کے تین گھنٹہ بعد راکٹ کا رخ ٹھیک مریخ کی طرف ہونا چاہیئے تھا۔ گاہے گاہے میں دوربین سے باہر دیکھتا رہا لیکن نتائج

کچھ حوصلہ افزا نہ تھے۔

دو گھنٹہ کے بعد مریخ میرے بالکل سامنے تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ میرے راستہ سے ہٹ جائے گا۔ میں کچھ پریشان سا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ کیا ہوا۔ وہ حسابات جو اتنے غور و خوض سے مرتب کئے گئے تھے کہاں غلط ہو گئے ہیں دوربین سے ہٹ گیا اور نچلی کھڑکی سے باہر دیکھا۔

چاند میرے سامنے تھا۔ یہ ایک ہوش ربا نظارہ تھا۔ چاند سے میرا فاصلہ اس وقت ۲۷ ہزار میل تھا میرے چاروں طرف چھپے ہوئے مختلف ستارے اور سیارے صاف نظر آتے تھے ایک طرف نیچو۔ پلیٹو۔ کا پرنیکس تھے تو دوسری طرف میر سرے نی ٹائیس میر ٹرانکو لی ٹائس یہ نظارہ دل ہلا دینے والا تھا لیکن میری پریشانیاں کسی اور وجہ سے تھیں تین گھنٹہ بعد میں چاند سے ۵۹ ہزار میل دور تھا اس نظارہ کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ دوربین سے دیکھنے کے بعد مجھے پتہ چل گیا تھا کہ اب میرا رخ مریخ کی طرف نہیں اور میں کبھی اپنی منزل تک نہ پہونچ سکوں گا۔ اپنے انجام کے بارے میں سوچنے کی بجائے میں نے یہ دیکھنا شروع کیا کہ کس غلطی کی بنا پر ایسا ہوا ایک گھنٹہ تک میں مختلف حسابات کو چیک کرتا رہا۔ لیکن میں یہ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ یہ حسابات کہاں غلط تھے۔ اس کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا اور روشنی گل کر دی اور پھر نچلی کھڑکی سے چاند کی طرف دیکھنا چاہا لیکن چاند وہاں نہیں تھا میں دوسری کھڑکی کی طرف بڑھا اور اس میں سے باہر کی طرف دیکھا ایک لمحہ کے لئے میں خوف سے سن ہو گیا۔ میرے سامنے ایک حیرت انگیز دنیا تھی یہ چاند تھا اور اب اس سے میرا فاصلہ صرف ۲۳ ہزار میل تھا اور میں اس کی طرف ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بڑھ رہا تھا

میں دوربین کی طرف بڑھا اور چند لمحوں میں میں نے یہ حساب لگا لیا کہ اگر میں اپنی موجودہ رفتار سے چاند کی طرف بڑھتا رہا تو چاند کی کشش مجھے اپنی گرفت میں نہ لے سکے گی چاند سے ایک سیدھا ٹکراؤ ہی میرا سب سے بڑا خطرہ تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں چاند سے صرف ایک فٹ کے فاصلے سے بھی گذرا تو بھی میرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے

اب میری سمجھ میں وہ غلطی بھی آگئی جس کی وجہ سے اب میں اپنی منزل سے دور تھا اور یہ غلطی تھی. چاند۔ میں نے جتنے بھی حسابات تیار کئے تھے ان میں میں نے چاند کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔

فاصلہ اور وقت کا تھوڑا سا حساب لگانے کے بعد میں پھر دوربین کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور چاند کو بتدریج اپنی طرف آتے دیکھتا رہا۔

اب میرے سامنے ایک ایسا نظارہ تھا جسے الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ہر پہاڑ کی چوٹی اور ہر وادی میری نظروں کے سامنے تھی۔ تقریباً ۲۵ ہزار فٹ اونچے پہاڑ میرے سامنے تھے۔

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ راکٹ چاند کے اوپر سے گذر رہا ہے۔ چاند کی دنیا اب تیزی کے ساتھ میرے نیچے سے پیچھے کی طرف بھاگ رہی تھی. میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ چاند سے ٹکرانے کا خطرہ ٹل چکا تھا۔

میں پھر کھڑکی کی طرف آگیا. چاند اب میرے بائیں طرف اور مجھ سے بہت قریب تھا ہر وادی اور ہر میدان مجھے صاف نظر آرہا تھا میرے سامنے ایک ایسی دنیا تھی جو مر چکی ہے اور میں اسے خلا کی بلندیوں سے دیکھ رہا تھا

چاند کے اوپر سے میرے گذرنے کا وقفہ صرف چار منٹ کا تھا. میں نہیں کہہ

سکتا کہ میں چاند کے کتنے قریب آگیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ میں چاند سے کوئی ۳۰ ہزار فٹ کے فاصلہ سے گذرا۔ لیکن چاند کی کشش نے میرے راکٹ کے رخ کو موڑ دیا بہر حال چاند اب پیچھے رہ گیا تھا اور میں ہر لمحہ اس سے دور جا رہا تھا لیکن کہاں یہ میں نہیں جانتا تھا۔

اگلے چوبیس گھنٹوں میں راکٹ کا راستہ چاند کے راستے کے متوازی رہا اور میرا راکٹ چاند کے ساتھ ساتھ دنیا کے گرد گھومتا رہا۔ نہ صرف یہ کہ چاند نے راکٹ کے راستے پر اثر ڈالا تھا بلکہ اب یہ صاف ظاہر تھا کہ میں زمین کی کشش کی گرفت میں آ گیا ہوں اور شاید اب مجھے دوسرا چاند بن کر زمین کے گرد ابد تک گھومنا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی میں کچھ نہ کر سکتا تھا

دوسرے دن میں زمین کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ لیکن میں اس پر بالکل خوش نہیں تھا میرا مریخ جانے کا منصوبہ اب بالکل ختم ہو چکا تھا اور اب مجھے واپس اپنی دنیا میں پہنچ جانے سے زیادہ خوشی ہوتی۔ اگر میں مریخ پر آسانی سے اتر سکتا تھا تو یقیناً زمین پر بھی اتنی ہی آسانی سے اتر سکتا تھا۔

زمین پر واپسی میرے لئے ایک وجہ سے خوشی کا باعث تھی۔ اور یہ وجہ تھی سورج اب میں سیدھا سورج کی طرف جا رہا تھا۔ اور ایک مرتبہ اس عظیم طاقت کی گرفت میں آجانے کے بعد میری موت یقینی تھی اس خوفناک بھٹی تک پہونچنے کے لئے مجھے تین ماہ کا عرصہ درکار تھا۔ بھٹی کا لفظ اس ہیبتناک آتشی گولہ کے لئے شاید ناموزوں ہے۔

دن گذرتے رہے یہانتک کہ ایک مہینہ گذر گیا یا یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ ایک طویل رات جو ایک ماہ کی تھی گذر گئی۔ اس دوران میں میں وہ کتابیں پڑھتا رہا جو میں اپنے ساتھ لایا تھا لیکن میں نے اپنے رجسٹر میں کوئی اندراج نہیں کیا اندراج کی ضرورت

بھی نہیں تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ عنقریب مجھے اس بھٹی میں گر کر فنا ہو جانا ہے۔ بجائے لکھنے کے میں بہت اچھے اچھے کھانے پکا کر کھاتا رہا۔

ٹھیک تیسویں دن مجھے اپنی داہنی جانب ایک سیارہ کا تھوڑا سا حصہ نظر آیا لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ساٹھ دن بعد میں سورج میں پہونچ چکا ہوں گا بلکہ بڑھتی ہوئی گرمی اس سے بہت پہلے ہی میرا خاتمہ کر دے گی۔ میرا انجام بہت تیزی سے قریب آرہا تھا۔

وینس کی طرف

تیس ۳۰ دن سے میں ایک تجرباتی دور سے گذر رہا تھا اور یہ بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ایسے تجربہ کے نفسیاتی اثرات کیا ہوں گے گو کہ ان اثرات کا اندازہ لگانا مشکل تھا پھر بھی میں اپنے آپ میں بڑی تبدیلی پاتا تھا۔ متواتر تیس روز سے میں خلا کی وسعتوں میں سفر کر رہا تھا۔ تنہائی کا احساس اور ساتھ ہی اس انجام کا علم جس کی طرف میں تیزی سے بڑھ رہا تھا ان سب چیزوں نے ملکر میرے اعصاب پر بہت گہرا اثر ڈالا لہذا جب میرے سامنے ایک سیارہ کا کچھ حصہ نمودار ہوا تو یہ جانتے ہوئے کہ میں اب وینس کے قریب آچکا ہوں مجھے کوئی زیادہ خوشی نہ ہوئی۔ کیا ہوا اگر میں کسی اور انسان کی بہ نسبت وینس کو بہت زیادہ قریب سے دیکھ رہا تھا۔ میرے لئے یہ بات اب کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

میں نے وقت گذارنے کے لئے کچھ حساب لگانا شروع کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ میں وینس کے راستہ سے کوئی ۸۶۵ ہزار میل دور تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ میں اور وینس کوئی چوبیس گھنٹہ میں ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے۔ میں یہ صحیح اندازہ

نہیں لگا سکتا تھا کہ میں وینس سے کتنا دور ہوں۔ میں صرف اتنا جانتا تھا کہ میں اس سے بہت قریب ہوں۔ قریب سے میری مراد یہ ہے کہ زمین چونکہ مجھ سے کوئی دو سو پچاس لاکھ میل دور تھی اور سورج تقریباً ۶۸۰ لاکھ میل دور تھا۔ لہٰذا ان دونوں کے مقابلہ میں وینس چونکہ صرف ۱۰ لاکھ میل دور تھا اس لئے وہ مجھے زیادہ قریب نظر آتا تھا

چونکہ وینس سورج کے گرد ۲۲ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گھومتا ہے یعنی چوبیس گھنٹہ میں ۱۶ لاکھ میل چلتا ہے اسی لئے میرا یہ اندازہ تھا کہ میں آئندہ چوبیس گھنٹوں میں اسکے بالکل قریب آجاؤں گا۔

مجھے یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ وینس کے قریب سے گذرتے ہوئے شائد اسکی کشش میرے راکٹ کا راستہ تبدیل کر دے اور سورج کی گرفت میں آنے سے بچ جاؤں لیکن میں یہ جانتا تھا کہ یہ ایک خیال خام ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ راکٹ کا راستہ تھوڑا تبدیل ہو جائے گا لیکن سورج اپنے شکار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس خیال کے ساتھ ہی وینس میں میری دلچسپی ختم ہو گئی۔

ایک کتاب منتخب کر کے میں بستر پر لیٹ گیا میرا کیبن کافی روشن تھا بجلی کی میرے پاس بہت افراط تھی اور میرے پاس ایسے ذرائع تھے جس سے گیارہ مہینے تک بجلی پیدا کی جا سکتی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ چند ہفتوں بعد مجھے اس کی ضرورت نہ رہے گی۔ میں تھوڑی دیر تک پڑھتا رہا تک اور چونکہ بستر میں لیٹ کر پڑھنے سے مجھے ہمیشہ نیند آنے لگتی ہے اس لئے میں جلد ہی سو گیا۔ جب میں جاگا تو چند منٹ تک بستر میں لیٹا رہا پھر مجھے وینس کا وہ خوبصورت نظارہ یاد آیا جو میں نے سونے سے پہلے دیکھا تھا میں نے فیصلہ کیا کہ میں اسے پھر ایک نظر دیکھوں گا۔ میں اٹھا اور ایک کھڑکی کی طرف بڑھا

کھڑکی میں سے مجھے جو کچھ نظر آیا وہ بیان سے باہر ہے سونے سے پہلے میرے اور اس کے درمیان کا فاصلہ اب نصف رہ گیا تھا۔ اور اب وہ مجھے دوگنا بڑا نظر آرہا تھا سورج اس کے عین پیچھے تھا بادلوں کا وہ غلاف جو وینس کو ڈھکے ہوئے ہے سورج کی روشنی سے چمک رہا تھا۔

میں نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔ بارہ ۱۲ گھنٹے کا عرصہ گذر چکا تھا اب بالآخر مجھے اس میں دلچسپی ہوگئی میں جانتا تھا کہ راکٹ نے اس عرصہ میں آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر لیا ہے وینس سے میرا ٹکراؤ ممکن ہوگیا تھا۔ اور اب شائد قسمت مجھے اس بے جان دنیا میں پٹک دینے والی تھی۔

خیر مجھے اپنے انجام کی پروا نہ تھی کیا ہوا اگر موت چند ہفتے بعد آنے کی بجائے چند ہفتے پہلے ہی آجائے۔ مجھے قطعی کسی بات کا خوف نہیں تھا موت کا بھی نہیں۔ اپنی ماں کی موت کے بعد موت میرے لئے ایک بے معنی چیز تھی۔ اور اب ایک مہم میرے سامنے تھی اور اس کے نتائج۔ وینس کی دنیا بادلوں کے غلاف میں ڈھکی ہوئی میرے سامنے تھی۔

وقت گذرتا گیا۔ انتظار کے لمحات بہت طویل معلوم ہوتے تھے اور حالانکہ میں بہت بڑی رفتار سے سفر کرتے ہوئے سوچنے کا عادی ہو چکا تھا لیکن اسکے باوجود یہ خیال بہت تکلیف دہ تھا کہ وینس اور تارپیڈو دونوں ایک ہی نقطہ کی طرف دوڑ رہے ہیں ایک ۳۶ ہزار میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوسرا ۶۷ ہزار میل فی گھنٹے کی رفتار سے

وینس کو اب کھڑکی سے دیکھنا مشکل ہوگیا تھا لہٰذا میں periscope کے سامنے بیٹھ گیا۔ وینس اب مجھے بالکل سامنے نظر آرہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وینس اب ۳۶ ہزار میل سے بھی کم دور رہ گیا تھا یعنی ایک گھنٹے کی مسافت سے بھی کم اور اب اس

میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ میرا راکٹ وینس کی کشش کی حدود میں آچکا تھا۔ اب ٹکراؤ یقینی تھا۔ اور ان حالات میں بھی میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا کہ میں زمین سے مریخ کے لئے چلا تھا لیکن وینس سے ٹکرانے والا تھا۔

اس کے باوجود کہ موت کی مجھے کوئی پروا نہ تھی اس کے باوجود کہ دنیا کے بہترین ماہرین فلکیات کا یہ فیصلہ تھا کہ وینس پر زندگی ناممکن ہے اور جہاں اس کی سطح ناقابل بیان حد تک گرم نہیں ہے وہاں ناقابل بیان حد تک سرد ہے اور اس کے باوجود کہ وہ کہتے ہیں کہ وینس پر آکسیجن نہیں ہے پھر بھی زندہ رہنے کی وہ خواہش جو ہم میں ہر ایک کے ساتھ پیدا ہوتی ہے مجھے مجبور کر رہی تھی کہ میں وہی تیاری کر دوں جو میں اس صورت میں کرتا اگر میں اپنی منزل مریخ پر پہونچ جاتا۔

میں نے ایک خاص طور پر بنے ہوئے کپڑے کا سوٹ پہنا جس پر موسمی تغیرات کا اثر نہ ہوتا تھا۔ میں نے چشمہ لگایا اور ایک خاص قسم کا بنا ہوا خود پہنا اور پھر اس میں اپنی آکسیجن کی ٹنکی باندھ دی یہ اس طرح بنائی گئی تھی کہ اترتے وقت میرے آگے لٹکی رہے اور جو اس صورت میں خود بخود الگ کی جا سکتی تھی اگر وینس میں ایسی فضا ہو جس میں میں سانس لے سکوں۔ اس تیاری کے بعد میں نے اپنی پشت پر پیراشوٹ باندھ لی۔

میں نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اگر میرے حسابات ٹھیک تھے تو مجھے تقریباً پندرہ منٹ میں وینس میں پہونچ جانا تھا۔ ایک بار میں پھر پیر سکوپ (Peris cope) کی طرف بڑھا۔

میری آنکھوں کے سامنے ایک ہیبتناک نظارہ تھا میرا راکٹ کالے رنگ کے بادلوں کے اس غلاف میں داخل ہو رہا تھا جو ازل سے وینس کو ڈھکے ہوئے ہے

راکٹ اب وینس کی کشش کی حدود میں اور اب وہ سیدھا نیچے کی طرف جا رہا تھا کنٹرول مشین میرے سامنے تھی اور میرے برابر میں راکٹ کا دروازہ تھا۔ میں بٹن دبا کر راکٹ کی اگلی نوک پر لگے ہوئے پراشوٹ کے تین سٹ چھوڑ دیئے۔ راکٹ کو ایک جھٹکا لگا اور اسکی رفتار کچھ کم ہو گئی اس کا مطلب یہ تھا کہ اب میں وینس کی فضا میں پہونچ چکا ہوں اور اب ایک لمحہ بھی ضائع کرنا حماقت ہے۔

ایک دوسرا بٹن دبا کر میں نے پراشوٹ کے باقی تمام سٹ ایک ساتھ چھوڑ دیئے اور پھر میں دروازہ کی طرف بڑھا۔ دروازہ کو بند کرنے اور کھولنے کیلئے اس کے بیچ میں ایک پہیہ لگا ہوا تھا جیسے گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔ اور دوسرے لمحہ میں راکٹ سے باہر تھا۔ ایک لمحہ کے لئے راکٹ اور میں ساتھ ساتھ نیچے کی طرف گرتے رہے۔ راکٹ کے اگلے حصے پر سب پیراشوٹ کھلی ہوئی تھیں۔ کالے بادلوں کے غلاف میں اس کا غوطہ لگانا بھی ایک عجیب نظارہ تھا جسے میں کبھی نہ بھلا سکوں گا۔ راکٹ کے ان تہ بتہ بادلوں میں داخل ہونے کے چند لمحے بعد میں بھی اس غلاف میں داخل ہو گیا اور ٹھیک اسی وقت میں نے اپنی پشت پر بندھی ہوئی پیراشوٹ کھول دی۔

بادلوں میں گھستے ہی مجھے سردی کی لہر اپنے جسم میں دھار دار چاقو کی طرح گھستی ہوئی معلوم ہوئی لیکن یہ حالت چند لمحے سے زیادہ نہیں رہی۔

میں نیچے اور نیچے آتا گہرائیوں میں گرتا گیا بادلوں کی نمی سردی اور ناقابل بیان تاریکی کی وجہ سے نہ تو میں وقت کا اندازہ لگا سکتا تھا اور نہ یہ کہ میں کتنا نیچے آ چکا ہوں۔

میرے دماغ پر اس وقت نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ میں نہیں جانتا کہ اسکی کیا وجہ تھی بہرحال اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں یہ معلوم کر لوں

کہ میرے نیچے انتہائی تاریکیوں میں کونسی دنیا چھپی ہوئی ہے۔

یہ خیال کہ شائد نیچے میری موت میری منتظر ہو میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا بلکہ میں ان نامعلوم چیزوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو مرنے سے پہلے دیکھنے میں آئینگی۔ میں عنقریب وینس پر اترنے والا تھا اور اپنی دنیا کا پہلا انسان تھا جو بادلوں کے غلاف سے ڈھکے ہوئے اس سیارہ کو اندر سے دیکھنے والا تھا۔

اچانک میں بادلوں سے نکل کر کھلی فضا میں آ گیا لیکن نیچے تاریکی میں مجھے اور بادل نظر آ رہے تھے مجھے فوراً ماہرین فلکیات کی وہ تھیوری یاد آ گئی جس میں کہا گیا ہے کہ وینس کے گرد بادلوں کی دو تہیں ہیں۔ تو اب مجھے بادلوں کی دوسری تہ سے گذرنا تھا۔

میں یہ کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جوں جوں میں نیچے اترتا جا رہا تھا درجہ حرارت کم ہوتا جا رہا تھا

جب میں دوسری تہ میں داخل ہوا تو درجہ حرارت اچانک کافی بڑھ گیا اور پھر جیسے جیسے میں نیچے اترتا گیا درجہ حرارت میں مستقل اضافہ ہوتا رہا میں نے آکسیجن کا ٹیوب ہٹا دیا۔ اور ناک سے سانس لینے کی کوشش کی فوراً ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ وینس کی فضا میں انسان کی ضرورت کے مطابق آکسیجن موجود ہے میں بغیر کسی تکلیف کے سانس لے رہا تھا۔ اس طرح فلکیات کی یہ تھیوری غلط ثابت ہو گئی کہ وینس کی فضا میں آکسیجن انسانی ضروریات کے مطابق موجود نہیں۔

آہستہ آہستہ میری پیراشوٹ نیچے اتر رہی تھی اچانک میں نے اپنے نیچے بہت نیچے روشنی کی چمک دیکھی۔ یہ کیسی روشنی ہو سکتی ہے؟ میں حیران تھا۔ یہ سورج کی روشنی تو نہیں

ہوسکتی تھی کیونکہ سورج کا میرے نیچے کی طرف ہونا نا ممکن تھا اس کے علاوہ وینس کے
اس حصہ میں اس وقت رات تھی۔ پھر اس روشنی کا کیا سبب ہوسکتا ہے کہیں ایسا تو
نہیں کہ وینس دھکتا ہوا آگ کا گولہ ہو لیکن نہیں اگر ایسا ہوتا تو میں وینس کی فضا میں
پہونچنے سے پہلے ہی جل بھن کر راکھ ہو گیا ہوتا۔ پھر میں نے سوچا کہ شائد یہ سورج کی ان
شعاعوں کا عکس ہو جو بادلوں کے غلاف پر پڑ رہی ہوں لیکن اگر ایسا ہوتا تو بادل یقیناً
روشن ہوتے اور ایسا نہیں تھا میرے اردگرد گھری تاریکی تھی۔

اب میں ایک ہی نتیجہ پر پہونچ سکتا تھا اور میرا خیال ہے کہ میری جگہ کوئی بھی ہوتا
وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچتا۔ میں جو ایک ایسی دنیا کا باشندہ ہوں جو کافی مہذب اور متمدن
ہے اور ایجادات اور سائنس نے ہمارے تمدن کو چار چاند لگا دیئے ہیں لہٰذا میں اس
نتیجہ پر پہونچا کہ وینس کے انسان یا وہ مخلوق جو وینس پر آباد ہے کافی ترقی یافتہ ہے اور
یہ روشنی یقیناً قدرتی نہیں بلکہ انسانی ہاتھ کی کاریگری کا نتیجہ ہے۔

میں سوچ رہا تھا کہ یہ مخلوق کیسی ہوگی۔ میں بڑی بے صبری سے ان تمام چیزوں
کا انتظار کر رہا تھا جو مجھے نیچے جا کر دیکھنا تھیں میرے سفر کا خاتمہ بڑا حیرت انگیز اور
دلچسپ تھا۔

میں نے اب آکسیجن کی ٹنکی بالکل ہٹا دی میرے نیچے اب روشنی بھی تیزی سے
بڑھ رہی تھی اور میں اپنے اردگرد بادلوں میں چھپے ہوئے مہیب سائے دیکھ رہا تھا میں
انھیں سائے ہی کہہ سکتا ہوں کیونکہ اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا ہیں۔ میں نے
آکسیجن کی ٹنکی نیچے گرا دی۔ اور ایک لمحہ بعد میں نے اسے کسی چیز سے ٹکراتے سنا۔ تب اچانک
مجھے اپنے نیچے ایک سایہ سا نظر آیا۔ میرے پیروں سے کوئی چیز ٹکرائی اور پھر میرے

پیروں کے نیچے سے نکل گئی میں نے محسوس کیا کہ میں جھاڑ جھنکاڑ میں گر پڑا ہوں میں نے
بدحواسی میں پتلی پتلی شاخوں اور پتوں کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں اور نیچے گرتا گیا
اور پھر اچانک میں رک گیا۔ یقیناً پراشوٹ کسی چیز میں الجھ گئی تھی۔ اب مجھے امید ہو گئی
کہ جب تک پیراشوٹ الجھی ہوئی ہے کوئی سہارا ڈھونڈھ لوں گا۔

میں نے تاریکی میں ہاتھوں سے ادھر ادھر ٹٹولنا شروع کیا اور آخر کار مجھے ایک
شاخ مل گئی جسے میں نے اچھی طرح پکڑ لیا۔

اب میں اس شاخ پر بیٹھا ہوا تھا اور میری پشت ایک بہت بڑے درخت
سے لگی ہوئی تھی۔ اور اس طرح ماہرینِ فلکیات کی یہ تھیوری بھی غلط ثابت ہو گئی تھی کہ
وینس پر نباتات کی موجودگی کا کوئی امکان نہیں

کم از کم وینس پر ایک درخت تو یقیناً موجود تھا جس پر میں اس وقت بیٹھا ہوا
تھا اور وہ سائے جو میں نے بادلوں سے گذرتے وقت دیکھے تھے یقیناً اس درخت
سے ملتے درخت تھے۔

درخت پر اچھی طرح بیٹھ جانے کے بعد میں نے اپنی پیراشوٹ الگ کر دی
لیکن اس کی کچھ ریشمی ڈوریاں کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ میرا خیال تھا کہ ان ڈوریوں
سے میں درخت سے اترتے وقت کام لونگا۔ بادلوں اور تاریکی میں چھپے ہوئے
درخت کی چوٹی سے اترتے ہوئے یقیناً ہر شخص کو دقت ہو گی۔ میں نے اپنا چشمہ بھی اتار
دیا اور پھر میں نے اترنا شروع کیا درخت کے تنے کی موٹائی غیر معمولی طور پر زیادہ تھی لیکن
شاخیں بہت قریب قریب اگی ہوئی تھیں جس سے پیر رکھکر اترنے میں کافی مدد ملی
میں نہیں جانتا کہ اس درخت پر رکنے سے پہلے بادلوں کی دوسری تہ میں میں کتنا

نیچے اتر آیا تھا۔ نہ ہی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں درخت پر اب کتنا نیچے اتر آیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ یہ فاصلہ قریب قریب دو ہزار فٹ رہا ہوگا۔

یعنی دو ہزار فٹ نیچے اترنے کے بعد بھی میں بادلوں کی تہ میں تھا۔

کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ زمین کی ساری فضا دھند سے معمور ہو؟ یہ سوال میرے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ لیکن مجھے امید تھی کہ ایسا نہ ہوگا۔

جوں جوں میں نیچے اترتا جا رہا تھا روشنی بڑھتی جاتی تھی لیکن کچھ زیادہ نہیں میرے اردگرد اب بھی تاریکی تھی۔ ایک انجانی دنیا میں رات کے وقت ایک نامانوس درخت سے نیچے اترنا بہت مشکل کام ہے اور پھر اس صورت میں جب کہ چاروں طرف بادلوں کی تہ ہو۔ لیکن میں جہاں تھا وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے نیچے اترنا جاری رکھا

قسمت نے میرے ساتھ کتنا عجیب مذاق کیا تھا۔ پہلے میں نے وینس کا قصد کیا تھا لیکن پھر مجھے یہ خیال ترک کرنا پڑا تھا کیونکہ ماہرینِ فلکیات کا خیال تھا کہ نہ تو وینس میں انسان رہ سکتا ہے اور نہ ہی وہاں نباتات کی موجودگی ممکن ہے پھر میں مریخ کے لئے روانہ ہوا تھا اور آج مریخ پہونچنے کی تاریخ سے دس دن پہلے ہی میں وینس پہونچ چکا تھا اور ایک بہت اچھی فضا میں سانس لے رہا تھا۔ ایک ایسی فضا میں جہاں غیر معمولی طور پر اونچے درخت بھی موجود تھے۔

نیچے کی روشنی تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی بادل اب کم ہونے لگے تھے اور کہیں کہیں میں بادلوں کی تہ سے نیچے کی ایک جھلک دیکھ سکتا تھا۔ نیچے پیڑوں کی گھنی شاخوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور وہ روشنی جو چاندنی جیسی معلوم ہوتی تھی لیکن

وینس میں کوئی چاند نہیں۔ اس معاملہ میں ماہرینِ فلکیات سے پوری طرح متفق ہوں
یہ کسی چاند کی روشنی نہیں کیونکہ کوئی چاند بادلوں کی تہ کے نیچے نہیں ہو سکتا۔

چند لمحوں بعد میں بادل کی تہ سے بالکل باہر آگیا لیکن باوجود اسکے کہ میں نے اپنے چاروں طرف دیکھنے کی کوشش کی مجھے پیڑوں کی شاخوں اور پتوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا میں اس ہلکی روشنی میں یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ پیڑوں کی شاخوں اور پتوں کا کیا رنگ ہے لیکن یہ مجھے یقین تھا کہ وہ ہرے رنگ کے نہیں وہ یقیناً کوئی دوسرا رنگ تھا۔

بادلوں کی تہ سے نکلنے کے بعد میں تقریباً ایک ہزار فٹ اور نیچے اتر چکا تھا اور اب میں بہت تھک گیا تھا اس ایک ماہ میں جو میں نے راکٹ میں گذارا تھا میں کافی کمزور ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے نیچے کی طرف دیکھا تو مجھے پیڑوں کی شاخیں باندھ کر بنایا ہوا ایک راستہ نظر آیا یہ راستہ جس درخت سے میں اتر رہا تھا اس کو سامنے کے ایک درخت سے ملایا تھا۔ جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے راستے کے نیچے تک کی شاخیں کٹی ہوئی تھیں یہ دینا قابلِ تردید ثبوت موجود تھے کہ یقیناً کوئی مخلوق بستی ہے وینس پر آبادی ثابت ہو چکی تھی لیکن اس کے باشندے کیسے ہیں؟ وہ کونسی مخلوق ہے جس نے ان دیو ہیکر درختوں میں راستہ بنایا ہے کیا وہ کوئی بندر نما مخلوق ہے؟ کیا وہ بہت زیادہ عقلمند ہیں وہ مجھ سے کس طرح ملیں گے؟ یہ سب سوالات مجھے پریشان کر رہے تھے لیکن میرے پاس ان سب کا کوئی جواب نہ تھا۔

ٹھیک اس وقت جبکہ میں اپنی موجودہ حالت پر غور کر رہا تھا۔ مجھے اوپر سے کچھ شور سنائی دیا۔ کوئی چیز پیڑ کی شاخوں میں کافی اونچائی پر حرکت کر رہی تھی۔ اور

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ چیز نیچے کی طرف آ رہی ہو۔ پھر مجھے یہ خیال آیا کہ شاید یہ میرا وہم ہو بہر حال میری حالت اس وقت بہت غیر اطمینان بخش تھی میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ جب میں اپنی مہم پر روانہ ہوا تھا تو میرے دوستوں نے بہت کوشش کی تھی کہ میں کچھ ہتھیار اپنے ساتھ لیتا چلوں لیکن میں نے انھیں یہ کہکر مطمئن کر دیا تھا کہ میرا بغیر کسی ہتھیار کے مریخ پہونچنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے ارادے قطعی دوستانہ ہیں اس کے علاوہ ایک بڑی دلیل میرے پاس یہ تھی کہ ایک تنہا آدمی خواہ کتنی اچھی طرح مسلح کیوں نہ ہو ایک سیارہ کو فتح نہیں کر سکتا۔

اچانک میرے اوپر سے کسی جانور کے چیخنے اور کسی بہت بھاری چیز کے پیڑ کی شاخوں سے ٹکرانے کی آواز آئی اور میں سمجھ گیا کہ اوپر ایک ہی نہیں بلکہ کئی درندے ہیں۔ لیکن وہ کونسی مخلوق ہے میں نہیں جانتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وینس کے اس جنگل میں رہنے والے تمام درندے میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ شائد میرے اعصاب بہت کشیدہ تھے اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ جو کچھ مجھ پر پچھلے ایک ماہ میں گذرا تھا اس سے میرے اعصاب پر بہت گہرا اثر پڑا تھا لیکن پھر بھی میں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

رات کی تاریکی اور سناٹے میں اگر کوئی شور ہو وہ کئی گناہ زیادہ معلوم ہوتا ہے میں نے امریکہ کی ریاست ایری زونا میں سیر و شکار کے دوران اپنے کیمپ کے چاروں طرف رات کو جنگلی کتوں کو بھونکتے سنا ہے دو تین کتوں کے بھونکنے کا شور اتنا زیادہ معلوم ہوتا ہے جیسے سینکڑوں کتے بھونک رہے ہوں لیکن اس موقع پر مجھے یقین تھا کہ ایک سے زیادہ درندے میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ ان کے میری طرف آنے کی آہٹیں صاف

سنائی دے رہی تھیں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ میرا تعاقب کر رہے ہیں لیکن
پھر بھی میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دلا رہی تھی کہ وہ یقیناً میرا پیچھا کر رہے ہیں

میری خواہش تھی کہ میں شاخوں کے بنے ہوئے اس پل پر پہونچ جاؤں جو مجھسے
کوئی پندرہ فٹ نیچے تھا لیکن جس شاخ پر میں کھڑا تھا اس کے اور پل کے درمیانی فاصلہ
میں کوئی شاخ ایسی نہیں تھی جس پر پیر رکھکر میں نیچے اتر سکتا۔ اس وقت مجھے ان رسیوں
کا خیال جو میں نے پیراشوٹ سے کھول لیں تھیں ان میں ایک کو میں نے اپنے سینہ کے
گرد لپیٹ لیا اور دوسری رسی کو اس شاخ سے باندھ دیا جس پر میں بیٹھا تھا اور پھر ان
دونوں کو آپس میں باندھ کر میں نیچے کودنے کے لئے تیار ہو گیا۔ عین اسی وقت اوپر سے
آنے والی چیخنے چنگھاڑنے کی آوازیں تھم گئیں۔ اور مجھ سے بالکل قریب کی چیز کے اوپر
سے نیچے اترنے کی آواز آئی۔ اس چیز کے نیچے اترنے سے پیڑ کی شاخیں ہل رہی تھیں
وہ کوئی بہت وزنی شے معلوم ہوتی تھی۔

فوراً ہی میں نیچے کود گیا جیسے ہی میں کودا جنگل کے سناٹے میں پھر ایک چنگھاڑ گونج
گئی آواز عین میرے سر کے اوپر آئی تھی۔ میں نے فوراً اوپر دیکھا اور ایک خوفناک بلا مجھے
اپنی طرف آتی نظر آئی اس کا چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں میں
صرف اس کا چہرہ اور آنکھیں ہی دیکھ سکا اور اس کے بعد وہ چیز پھر شاخوں کے درمیان
چھپ گئی میں نے اس کا چہرہ اس وقت صاف نہیں دیکھا جتنا کہ کچھ دن بعد ایک اور
موقع پر دیکھا۔

اس بلا کے حملہ سے بچنے کے لئے پیچھے کو ہٹا کیونکہ اب وہ پھر مجھ پر جھپٹ رہی تھی اس
وقت تک میں اس رسی کو پکڑے ہوئے تھا جس کے ذریعہ میں نیچے اتر رہا تھا در اصل میں

رسی کو غیر شعوری طور پر پکڑے ہوئے تھا اور جیسے ہی میں پیچھے کو ہٹا رسی بھی میرے ساتھ کھنچ آئی یہ محض قسمت کی بات تھی کہ رسی میرے پاس رہ گئی۔

اس کا یہ حملہ بھی رائیگاں گیا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ رک گئی وہ اب بہت غصہ میں معلوم ہوتی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے فوراً ہی دوبارہ حملہ نہیں کیا اور اس طرح مجھے پیچھے ہٹنے کا موقع مل گیا رسّی ابھی تک میرے ہاتھ میں تھی۔

جنگل میں ایک بار پھر گہری خاموشی طاری ہو چکی تھی۔ وہ جو اس جانور کا تعاقب کر رہی تھی جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اب شاخوں میں غائب ہو چکی تھی اور اب مجھے یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ بلا جو مجھ پر حملہ کر رہی تھی میرا تعاقب نہیں بلکہ اس جنگل کا کوئی دوسرا درندہ خود اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

وینس کی رات کی ہلکی روشنی میں میں نے اس بلا کو دیکھا جو مجھ پر حملہ کر رہی تھی وہ کسی بھیانک خواب کا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی جسامت میں وہ ایک پورے شیر کے برابر تھی اس کے چار پیر تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیڑوں پر رہنے کی عادی ہے سامنے کی ٹانگیں پچھلی ٹانگوں سے زیادہ لمبی تھیں اسکی کھال پر بھیڑ کی طرح کی اون اگی ہوئی تھی۔ اور اس کے جسم پر سرخ اور پیلی دھاریاں تھیں۔ اس کا سر اس دنیا کے کسی جانور سے مشابہ نہیں تھا اس کے کان بھی نہیں تھے اور تنگ پیشانی میں سونڈ تھی جس کی لمبائی تقریباً چار انچ رہی ہوگی اس سونڈ کے سرے پر ایک بڑی اور گول آنکھ تھی جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھی۔ اس کی گردن کے دونوں طرف ایک قسم کے پنجے نکلے ہوئے تھے میں نے آج تک ایسا جانور نہیں دیکھا جو اتنے خوفناک طریقہ پر مسلح ہو جتنا وینس کا وہ درندہ تھا ان چمٹے کی طرح کے پنجوں سے انسان سے زیادہ طاقتور کسی بھی جاندار کو پکڑ کر وہ اپنے جبڑوں کی طرف

کھینچ سکتا تھا۔ جبکہ اس کے جبڑے دھار دار دانتوں سے مسلح تھے

چند لمحوں تک وہ خوفناک جانور اپنی اس ایک آنکھ سے میری طرف دیکھتا رہا
اس کی آنکھ جو اس کی سونڈ کے سرے پر واقع تھی سونڈ کی حرکت کے ساتھ ادھر ادھر ہوتی تھی
اور آنکھ کی حرکت کے ساتھ ساتھ اسکے وہ خوفناک پنجے کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ اس دوران
میں میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا اور سب سے پہلی چیز جو مجھے نظر آئی وہ درخت کے
تنے کو کاٹ کر بنایا ہوا ایک دروازہ تھا یہ دروازہ تین فٹ چوڑا اور چھ فٹ سے زیادہ
اونچا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ تھی کہ اس دروازہ میں کواڑ لگے تھے ان کواڑوں
میں بہت سے چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے جن کے ذریعہ آر پار دیکھا جا سکتا تھا

جب میں نے اس دروازہ کو دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ پھر
اچانک مجھے دروازہ کے پیچھے کوئی چیز حرکت کرتی نظر آئی اور کسی نے مجھے مخاطب کر کے کچھ کہا
کہنے والے کی آواز یقیناً انسانی آواز تھی۔ حالانکہ وہ زبان میں سمجھنے سے قاصر تھا کہنے والے
کا لہجہ سوالیہ تھا اور میں اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس نے مجھ سے یہ پوچھا ہوگا کہ میں کون ہوں
اور آدھی رات کو یہاں کیا کر رہا ہوں۔

"میں ایک اجنبی ہوں اور ایک دوست ہوں" میں نے جواب دیا۔

درحقیقت میں جانتا تھا کہ دروازہ کے پیچھے جو کوئی بھی ہے وہ میری زبان نہ
سمجھ سکے گا۔ لیکن مجھے امید تھی کہ میرا لہجہ اسے یہ سمجھا دے گا کہ میں دشمن نہیں دوست ہوں
ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ اور پھر میں نے دوسری آوازیں سنیں شائد وہ لوگ
میرے بارے میں کچھ بحث کر رہے تھے پھر میری توجہ اس درندے کی طرف مبذول ہوگئی
جو مجھ پر حملہ کرنیوالا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ میرے پاس کوئی

ہتھیار نہیں تھا اور تھوڑی سی رسی کے سوا بچاؤ کا کوئی سامان میرے پاس نہ تھا لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے میں وہاں اسی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا تھا اور نہ اپنے آپ کو اس درندے کے حوالے کر سکتا تھا کہ وہ مجھے چیر پھاڑ ڈالے اور میں اپنے بچاؤ کی کوشش بھی نہ کر سکوں میں نے رسی کھول لی اور کوئی دوسرا چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے رسی کا ایک سرا میں نے بڑھتے ہوئے درندے کے منہ پر کھینچ مارا شائد آپ نے بچوں کو اس طرح رسی سے ایک دوسرے کو پیٹتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ اگر کسی نے آپ پر بھی کبھی رسی کھینچ ماری ہے تو آپ جانتے ہوں گے کہ اس سے چوٹ لگتی ہے۔ درحقیقت میں اس درندے پر غالب آنے کی کوئی امید نہ رکھتا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ بس یونہی غیر ارادی طور پر میں نے رسی کا ٹکڑا اسکی طرف کھینچ مارا رسی کے ٹکڑے کو میں نے اس طرح گھمایا جیسے سرکس والا اپنا کوڑا گھماتا ہے۔ لیکن باوجود اسکے کہ رسی کا سرا بہت تیزی سے گھوما تھا اور میری یہ حرکت بالکل اچانک تھی لیکن پھر بھی اس درندے نے رسی کا سرا اپنے ایک پنجہ میں پکڑ لیا اور پھر اس نے مجھے ان خوفناک جبڑوں کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔

جن دنوں میں فلموں میں کام کرتا تھا میں نے اپنے ایک دوست سے رسی کے پھندے پھینکنے کے بہت سے داؤں سیکھے تھے اور ان میں سے ایک میں اس وقت استعمال کیا تاکہ میں ان زنبور نما پنجوں کی زد میں آنے سے بچ سکوں۔ اچانک رسی کو تھوڑی ڈھیل دیتے ہوئے میں نے انگلی کے اشارے سے رسی کو جانور کے پنجے پر ایک اور بل دیدیا اس پر درندہ نے رسی کو اور زور سے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ اس کی فطرت تھی کہ جو کچھ بھی اسکے پنجوں کی گرفت میں آجائے اسے وہ اپنے منہ کی طرف

کھینچ لے لیکن میں اندازہ نہیں لگا سکتا کہ وہ کب تک رسی کو اس طرح کھینچتا رہے گا
اور کب مجھ پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے میں نے رسی کا دوسرا سرا اس پل کے ایک حصہ سے
باندھ دیا جس پر میں کھڑا تھا۔ اور تب اچانک درندہ نے چنگھاڑتے ہوئے حملہ کر دیا
میں مڑ کر بھاگا۔ بھاگنے سے پہلے میں نے رسّی کو اس طرح پھینک دیا کہ
درندہ اس میں الجھ کر گر پڑا اس طرح مجھے امیّد ہو گئی کہ میں ان خوفناک پنجوں سے
بچ سکوں گا۔ جیسے ہی میں نے اسے الجھ کر گرتے دیکھا میں نے اطمینان کی سانس
لی۔ لیکن جس وقت وہ درندہ دوبارہ اٹھتے ہوئے چنگھاڑا تو میرا خون رگوں
میں منجمد ہو گیا۔ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے ہی اس نے رسی کو ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا اور پھر میری طرف لپکا

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وینس پر میرا قیام بہت مختصر ہو گا کہ اچانک پیڑ میں
بنا ہوا دروازہ کھلا اور تین آدمی پل کی طرف بڑھے وہ مجھ پر حملہ کرتے ہوئے درندہ
کے عین پیچھے تھے۔ سب سے آگے والے آدمی نے ایک چھوٹا اور بھاری برچھا درندہ
کے جسم میں اتار دیا۔ برچھی کے جسم میں داخل ہوتے ہی درندہ ان تینوں کی طرف
گھوما اور عین اس وقت باقی آدمیوں نے بھی برچھیاں اس کے سینے میں پیوست
کر دیں اور ایک آخری چنگھاڑ کے بعد وہ خوفناک درندہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

تب آگے والا آدمی میری طرف بڑھا۔ وینس کی رات کی دھندلی روشنی میں
وہ مجھے اپنی دنیا کے آدمیوں سے کچھ مختلف نظر نہ آیا وہ بالکل میرا ہی جیسا انسان
تھا۔ اس کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی سیدھی تلوار تھی جس کی نوک اس نے میرے سینے
پر رکھ دی۔ اس کے پیچھے اس کے دونوں ساتھی بھی ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے

تمے پہلے آدمی نے مجھ سے سخت اور تیز آواز میں کچھ کہا لیکن میں نے سر کے اشارے سے یہ بتایا کہ میں اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اس پر اس نے اپنی تلوار میرے سینے میں زور سے چبھوئی میں پیچھے ہٹ گیا اب وہ دونوں پیچھے والے آدمی آگے بڑھے اور ان تینوں نے میرا معائنہ کرنا شروع کر دیا۔ اور اس دوران میں آپس میں کچھ باتیں بھی کرتے رہے۔

میں اب انھیں اچھی طرح دیکھ سکتا تھا ان کا قد تقریباً میرے برابر تھا اور وہ ہر لحاظ سے ہماری دنیا کے انسانوں کی طرح تھے وہ تقریباً نیم عریاں تھے۔ انھوں نے صرف ایک کپڑا پہن رکھا تھا جو سینے سے لیکر رانوں تک جسم کے چاروں طرف لپٹا ہوا تھا ان کی کمر سے پیٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ان پیٹیوں سے ان کی تلواروں کی نیامیں لٹکی ہوئی تھیں۔

انکی رنگت سانولی تھی لیکن وہ ایسے کالے بھی نہیں تھے جیسے حبشی ان کے چہروں کی بناوٹ بہت خوبصورت تھی۔

کئی بار انھوں نے اپنی زبان میں مجھے مخاطب کیا اور ہر بار میں نے انھیں اپنی زبان میں جواب دیا لیکن کوئی ایک دوسرے کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

آخر کار کافی دیر آپس میں بحث کرنے کے بعد ان میں سے ایک پیڑ میں بنے ہوئے دروازہ میں داخل ہوا ایک لمحہ کے بعد دروازہ کے اندر بہت تیز روشنی ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ دروازہ کے اس طرف ایک کافی بڑا کمرہ ہے۔ تب ان میں سے ایک نے مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ مجھے دروازے کے اندر داخل کرنا چاہتے ہیں آگے

بڑھا اور جب میں ان کے پاس سے گذرا تو انھوں نے اپنی تلواروں کی نوکیں میری کمر سے لگا دیں۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتے اور یہ کہ وہ میرے بارے میں بہت محتاط ہیں۔

اندر اس کمرے میں جو کافی بڑا تھا اور پیڑ کو اندر سے تراش کر بنایا گیا تھا تیسرا آدمی میرا منتظر تھا کمرے میں بھی کئی دروازے تھے جو یقیناً دوسرے کمروں میں کھلتے ہوں گے کمرے میں ایک میز اور کئی کرسیاں تھیں اور اسکی دیواریں مختلف رنگین تصویروں سے سجی ہوئی تھیں۔ چھت سے ایک عجیب برتن لٹکا ہوا تھا اور اسی برتن سے وہ تیز روشنی نکل رہی تھی لیکن یہ روشنی نہ تو گرمی پیدا کر رہی تھی اور نہ آنکھیں اس سے چکاچوند ہوتی تھیں باقی دونوں آدمی بھی اب اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر چکے تھے۔ یہ دروازہ اندر سے خود بخود بند ہو جاتا تھا۔

اب ان میں سے ایک نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب میں کرسی پر بیٹھ گیا تو انھوں نے اس تیز روشنی میں میرا اچھی طرح معائنہ کیا۔ میرے کپڑے دیکھ کر وہ بہت متعجب تھے انھوں نے میرے کپڑوں کا بہت غور سے معائنہ کیا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ انکی بناوٹ سوت اور وضع کے بارے میں کافی دیر تک بحث کرتے رہے۔

گرمی بہت زیادہ تھی اس لئے میں نے اپنے سب کپڑے اپنے چمڑے کے کوٹ اور پولو شرٹ کے اتار دیئے ہر اس کپڑے کو جسے میں اتارتا تھا دیکھ کر انکی حیرت بڑھ جاتی تھی۔ میری گوری رنگت اور میرے سنہرے بال دیکھ کر بھی وہ بہت متعجب تھے چند منٹ وہ میرے کپڑوں کو دیکھتے اور انکے بارے میں گفتگو کرتے رہے پھر ان میں سے ایک کمرے سے باہر چلا گیا اور دوسرے نے میز پر پڑی ہوئی مختلف

چیزیں سمیٹ کر ہٹا دیں۔ یہاں میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب میں کرسی پر بیٹھا تھا تو میز پر بہت سی چیزیں رکھی ہوئی تھیں ان میں سے کئی چیزوں کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ لکڑی کی جلد بندھی ہوئی کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ زیورات تھے اور ایک خوبصورت خنجر جس کی نیام بہت خوبصورت تھی۔

جب وہ آدمی جو کمرے سے باہر چلا گیا تھا دوبارہ اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا سامان تھا جو اس نے میز پر رکھ دیا اور پھر ان تینوں نے اشارے سے مجھ سے کہا کہ میں کھا سکتا ہوں

کھانے کا سامان کئی چیزوں پر مشتمل تھا۔ ایک عجیب قسم کی روٹی جو سونے کی تھالی میں رکھی ہوئی تھی کچھ پھل شہد اور سفید رنگ کا ایک رقیق جس میں میرا خیال تھا کہ وہ کسی جانور کا دودھ ہے۔

یہ کھانے کا سامان اور برتن وہ عجیب و غریب روشنی اور کمرے کا فرنیچر یہ سب ملکر ایک عمدہ اور معیاری تہذیب و تمدن کا مظاہرہ کر رہے تھے لیکن ان سب چیزوں کے مقابلے میں ان آدمیوں کا وحشیانہ حلیہ بہت عجیب معلوم ہوتا تھا

کھانے میں جو پھل شامل تھے وہ خوشبو اور ذائقہ کے لحاظ سے ان پھلوں سے بالکل مختلف تھے جن کا میں اپنی دنیا میں عادی تھا۔ شہد اور روٹی دونوں مزیدار تھے خصوصاً شہد بہت عمدہ تھا۔ اور وہ دودھ (میں اپنی دنیا کا کوئی ایسا لفظ سوائے دودھ کے نہیں پاتا جو اس کے لئے موزوں ہو۔) بہت گاڑھا اور بہت معمولی سی تلخی لئے ہوئے تھا لیکن بہت عمدہ تھا۔

کھانے کے برتن اور دوسرا سامان بڑی حد تک میری اپنی دنیا سے ملتا جلتا

تھا۔ پینے کے لئے چمچے کی قسم کے اوزار تھے اور کاٹنے کے لئے چھری۔

جب تک میں کھانا کھاتا رہا وہ تینوں آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ کبھی کبھی ان میں سے کوئی میری طرف کھانے کی کوئی چیز بڑھا دیتا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ انکی خواہش تھی کہ میں پیٹ بھر کے کھانا کھا لوں۔ وہ کافی بااخلاق اور مہمان نواز معلوم ہوتے تھے میرا خیال تھا کہ اگر یہ لوگ وینس کے مثالی باشندے ہیں تو وینس میں میری زندگی بہت عمدہ ہوگی۔ لیکن یہ بھی صاف ظاہر تھا کہ میری زندگی یہاں پھولوں کی سیج نہیں ہوگی جس جگہ کے رہنے والے برچھی تلوار اور خنجر جیسے اسلحہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھیں وہاں زندگی یقیناً پھولوں کی سیج نہیں ہو سکتی۔ صاف ظاہر تھا کہ ان کا کوئی دشمن ضرور ہوگا ورنہ اس قسم کے ہتھیار ہر وقت پاس رکھنا قطعی بے معنی تھا۔

جب میں کھانا کھا چکا تو ان میں سے وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلے ایک راہداری طے کرنے اور ایک گول زینے پر چڑھنے کے بعد ہم ایک چھوٹے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ کمرہ بھی ایک ویسے ہی لمپ سے روشن تھا جیسا کہ میں دوسرے کمرے میں دیکھ چکا تھا۔ اس کے علاوہ ایک قالین نما موٹا اور نرم کپڑا ایک طرف بچھا اور اس پر ایک اور سلکی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ مجھے اس کمرے میں داخل کرنے کے بعد انھوں نے باہر سے دروازہ بند کر دیا اور اب میں اس کمرے میں تنہا تھا۔

چونکہ گرمی زیادہ تھی اس لئے میں نے انڈر ویئر کے علاوہ سب کپڑے اتار دیئے اور چونکہ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لئے فوراً لیٹ گیا۔

میں تقریباً سو گیا تھا کہ اچانک اوپر سے اسی ہیبتناک جانور کی خوفناک چنگھاڑ سنائی دی اور میں جاگ گیا۔ لیکن وہ آواز پھر نہیں سنائی دی اور تھوڑی دیر بعد میں گہری نیند سو گیا۔

بادشاہ کے محل میں

جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں کافی روشنی تھی اور ایک کھڑکی کی راہ سے میں پیڑوں کے جھنڈ اور ان کا رنگ پھولوں والی جھاڑیاں دیکھ سکتا تھا۔ میں اٹھا اور کھڑکی کی طرف گیا۔ باہر دھوپ بالکل نظر نہیں آتی تھی لیکن اتنی روشنی تھی کہ ہر چیز صاف نظر آتی تھی ہوا بند تھی اور درجہ حرارت اتنا ہی تھا جتنا ہماری دنیا میں خط استوا پر ہوتا ہے کھڑکی سے مجھے بہت سے پل نما راستے نظر آ رہے تھے جو ایک پیڑ سے دوسرے تک جاتے تھے ان راستوں پر مجھے کچھ آدمیوں کی جھلک بھی دکھائی دی۔ وہ سب تقریباً نیم عریاں تھے اور انھوں نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو میں نے رات اپنے مددگاروں کو پہنے دیکھا تھا وہیں پر درجہ حرارت کو دیکھتے ہوئے مجھے ان کے لباس پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ مجھے مرد و عورتیں دونوں ہی نظر آئے۔ ان میں سے ہر مرد تلوار اور خنجر سے مسلح تھا جبکہ عورتوں کے پاس صرف خنجر تھے

جتنے آدمی مجھے کھڑکی سے نظر آئے وہ سب تقریباً ہم عمر معلوم ہوتے تھے نہ ان میں کوئی بوڑھا تھا اور نہ ہی مجھے بچے نظر آئے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ وہ سب

ہی اپنی اپنی جگہ جگہ پر خوبصورت تھے
میں نے کھڑکی سے زمین کی ایک جھلک دیکھنے کی کوشش کی لیکن میں اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی پیڑوں کے جھنڈ اور گلابی سرخ اور نیلے رنگ کے پھولوں کی جھاڑیوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا اور وہ پیڑ! اف ان کا نظارہ بڑا حیرت انگیز تھا۔ اپنی کھڑکی سے مجھے ان لاتعداد دیو پیکر درختوں کے تنے نظر آرہے تھے جن میں سے اکثر کا قطر میرے اندازہ کے مطابق دو سو فیٹ سے بھی زیادہ تھا۔
میرا خیال تھا کہ جس درخت پر میں پچھلی رات اتر رہا تھا وہ بہت بڑا اور دیو قامت تھا لیکن ان درختوں کے مقابلے میں جو میرے سامنے تھے وہ محض پودا نظر آتا تھا۔
ٹھیک اس وقت جب میں کھڑکی میں کھڑا وہ عجیب و غریب منظر دیکھ رہا تھا مجھے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ سنائی دی۔ میں پیچھے مڑا تو میں نے دیکھا کہ میرے میزبانوں میں سے ایک دروازہ میں داخل ہو رہا ہے۔ اس نے مجھ سے اپنی زبان میں کچھ کہا جو میں نہیں سمجھ سکا لیکن اس کے چہرے پر جو مسکراہٹ تھی اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ مجھے صبح بخیر کہہ رہا ہے
میں نے مسکراتے ہوئے اپنی زبان میں اسے سلام کا جواب دیا
اس نے مجھے کمرے سے چلنے کا اشارہ کیا اس پر میں نے اشاروں سے اسے سمجھایا کہ کمرے سے روانہ ہونے سے قبل میں اپنے کپڑے پہننا چاہتا ہوں باوجود اس کے کہ میں جانتا تھا کہ اتنی گرمی میں وہ کپڑے میرے لئے تکلیف دہ ثابت ہوں گے اور باوجود اسکے کہ میں نے یہاں کسی کو لباس کپڑے پہنے نہ دیکھا تھا پھر بھی روزمرّہ کی عادتیں آدمی سے اس طرح وابستہ ہوتی ہیں کہ انھیں آسانی سے ترک نہیں کیا جا سکتا۔
میری اس خواہش کے اظہار پر پہلے تو وہ کچھ ہچکچایا لیکن پھر وہ مسکرا دیا جس کا

مطلب یہ تھا کہ میں کپڑے پہن سکتا ہوں۔ اس کا قد مجھ سے کچھ چھوٹا تھا اور اسکی صحت بہت اچھی تھی اس وقت دن کی روشنی میں میں دیکھ سکتا تھا کہ اس کی رنگت بالکل ایسی ہی تھی جیسی میرے اپنے ہم قوموں کی خط استوا کے ممالک میں رہنے سے ہو جاتی ہے اسکی آنکھیں گہری نیلی تھیں۔

جب میں کپڑے بدل چکا تو وہ مجھے ساتھ لے کر اسی گول زینے کے راستے نچلی منزل پر اتر آیا اور جس کمرے میں میں رات پہلی بار داخل ہوا تھا اس کے برابر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔

یہاں بقیہ دونوں آدمی اور دو عورتیں ایک میز کے گرد بیٹھے تھے۔ اور اس میز پر انواع و اقسام کے کھانے سجے ہوئے تھے۔

جونہی ہم دونوں اندر داخل ہوئے دونوں عورتوں کی توجہ میری طرف مبذول ہوگئی وہ مجھے کچھ حیرت اور کچھ خوف سے دیکھ رہی تھیں۔ مرد مسکرائے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے انھوں نے ہمیں اپنی زبان میں خوش آمدید کہا۔ اور پھر ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ دونوں عورتیں آپس میں اور اپنے مردوں سے بہت تیزی سے گفتگو کر رہی تھیں میرا خیال ہے کہ اس وقت میں ہی ان کی گفتگو کا موضوع تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف اور کافی قبول صورت تھیں اور انکی جلد کی رنگت مردوں سے کچھ زیادہ تھی۔ جبکہ ان کی آنکھوں اور بالوں کی رنگت بالکل وہی تھی جو ان کے مردوں کی۔ وہ ایک سلک جیسے کپڑے کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ یہ لباس کندھوں کے نیچے تک چلا گیا تھا۔ اس لباس کے علاوہ جس پر بہت نفیس اور رنگا رنگ کشیدہ کاری کی گئی تھی انھوں نے کئی قسم کے زیورات پہن رکھے تھے اور انکی کمر سے مرصع پٹیاں بندھی

ہوئی تھیں ان بیٹوں سے خنجروں کی نیامیں اور کئی تھیلیاں لٹکی ہوئی تھیں اور جیسا کہ میں
کہہ چکا ہوں انھوں نے کئی قسم کے زیورات لپنے گلے، ہاتھوں اور بالوں میں پہن رکھے تھے
یہ زیورات جن دھاتوں سے بنائے گئے تھے ان میں سے سونے اور چاندی کو پہچان سکتا
تھا لیکن ان کے علاوہ اور کئی نامعلوم دھاتیں بھی ان میں سے کئی زیورات کو بنانے
میں استعمال کی گئی تھیں اور جنھیں شناخت کرنے میں قاصر تھا لیکن وہ چیز جس سے میں
سب سے زیادہ متاثر تھا وہ خوبصورت کاریگری تھی جس سے ان زیورات کو بنایا گیا
اور میرے خیال میں وہ زیورات اسلیئے زیادہ قیمتی نہیں تھے کہ انکو بنانے میں سونا
چاندی اور دوسری نامعلوم قیمتی دھاتیں استعمال کی گئی تھیں بلکہ ان کی قیمت میری
نظر میں صرف اس لئے زیادہ تھی کہ وہ کاریگری کے اعلیٰ ترین نمونے تھے۔

میز پر کئی قسم کے کھانے تھے۔ ان میں سے روٹی اس روٹی سے بالکل مختلف
تھی جو میں نے پچھلی رات کھائی تھی۔ ایک برتن میں ایک کھانا تھا جو میرے خیال میں
گوشت اور انڈوں کو ملا کر پکایا گیا تھا۔ ان میں سے بہت سے کھانوں کو نہ تو میں ذائقہ
سے پہچان سکتا اور نہ ان کی شکل سے۔ میز پر وہ دودھ اور شہد بھی موجود تھا جو میں
پچھلی رات کھا چکا تھا۔ میز پر اتنی قسموں کے کھانے موجود تھے کہ میرے خیال میں ہر شخص
اس میز پر اپنی پسند کا کھانا کھا سکتا۔

کھانے کے دوران وہ سب سنجیدگی سے بحث کرتے رہے اور انکی گفتگو کے
انداز سے میرا یہ خیال تھا کہ وہ میرے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

آپس میں گفتگو کرتے کرتے لڑکیوں نے مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش شروع
کر دی اس کوشش کے دوران جب ہم ایک دوسرے کو سمجھ نہ پاتے تھے تو وہ دل

کھول کر قہقہے لگاتی تھیں۔ اور انکے ہنسنے کا انداز اتنا پیارا تھا کہ میں آپ ان کے قہقہوں میں شریک ہونے سے نہ رہ سکا۔ آخر ان میں سے ایک کو مجھے اپنی زبان سکھلانے کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے اپنی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگی " زدرد " پھر اس نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کیا اور کہا " الرزد " پھر مردوں کو بھی اس میں دلچسپی ہوگئی اور جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ پچھلی رات جو شخص مجھے پہلے ملا تھا اس کا نام " ڈوراں " تھا اور اس کے دونوں ساتھیوں کے نام اولتھار اور کاملوٹ تھے۔

لیکن قبل اس کے کہ میں انکے نام اور میز پر رکھے ہوئے کچھ کھانوں کے ناموں کے علاوہ کچھ اور سیکھ لوں ناشتہ ختم ہو گیا۔ اور ناشتہ ختم ہوتے ہی وہ تینوں مجھے لیکر چل دیئے۔ ڈوراں کے گھر کے آگے سے گذرنے والے راستہ میں جو شخص ملا مجھے دیکھکر حیرت میں پڑ گیا۔ اور مجھے فوراً ہی معلوم ہوگیا کہ مجھ جیسا انسان یا تو وہیں پر پایا ہی نہیں جاتا اور اگر پایا جاتا ہے تو بہت کم۔ کیونکہ میری نیلی آنکھیں اور سنہرے بال میرے کپڑوں ہی کی طرح ان لوگوں کے لئے حیرت انگیز تھے۔

میرے میزبانوں کے اکثر دوست راستے میں ملے اور انھوں نے ہمیں روک کر ڈوراں سے میرے بارے میں سوالات کئے جیسا کہ ان کے انداز گفتگو سے ظاہر تھا لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو میری کوئی بے عزتی کی اور نہ ہی مجھے کوئی نقصان پہچانے کا ارادہ کیا جس طرح وہ مجھے حیرت و استعجاب سے دیکھتے تھے اسی طرح میں بھی انکے بارے میں کچھ کم متحیر نہ تھا۔ ہمیں جتنے آدمی بھی راستہ میں ملے ان کی شکلیں ایک دوسرے سے قطعی مختلف تھیں۔ لیکن وہ سب کے سب قبول صورت تھے میں نے راستہ میں نہ کوئی بوڑھا آدمی دیکھا اور نہ کوئی بچہ ہی مجھے نظر پڑا۔

آخر کار ہم ایک ایسے درخت کے سامنے پہونچے جس کے تنے کی موٹائی دیکھکر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا۔ اس کے تنے کا قطر پورے پانچ سو فٹ رہا ہوگا۔ اس کی شاخیں زاستہ سے سو فٹ اوپر اور سو فٹ نیچے تک صاف کردی گئی تھیں اور اس کے تنے میں لاتعداد کھڑکیاں اور بالکونیاں بنی ہوئی تھیں۔ ایک بہت بڑے خولصبورتی سے تراشے ہوئے دروازہ کے سامنے مسلح سپاہیوں کا، ایک دستہ پہرہ دے رہا تھا۔ اس دروازہ کے سامنے پہونچ کر ہم رک گئے۔ اور ڈوراں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کرکے گفتگو شروع کردی۔

میرا خیال تھا کہ اس نے اس آدمی کو توفار کے نام سے پکارا تھا اور جیساکہ بعدازاں مجھے معلوم ہوا یہی اس کا نام تھا۔ وہ گلے میں ایک نکلس پہنے ہوئے تھا اور اس کے علاوہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حلیہ میں کوئی فرق نہ تھا جب وہ اور ڈوراں باہم گفتگو میں مصروف تھے وہ مجھے سر سے پیر تک دیکھتا جارہا تھا۔

پھر وہ اور ڈوراں دروازہ کے اندر داخل ہوگئے جبکہ باقی دوسرے میرا معائنہ کرتے رہے۔ اور کاملوٹ اور اولتھاک سے مختلف سوالات کرتے رہے۔

میں اس دوران میں پیڑ کے تنے پر کھدی ہوئی تصاویر دیکھتا رہا۔ یہ تصاویر پیڑ کے تنے کو پانچ فٹ کی چوڑائی میں کھود کر بنائی گئی تھیں۔ میرے خیال میں انکا موضوع تاریخی تھا اور میں آسانی سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ ان میں سے اکثر تصاویر ایک قوم کی تاریخ کی آئینہ دار ہیں۔ یہ تصاویر صناعی کا بہترین نمونہ تھیں۔ اور ہر خولبصورتی سے تراشا ہوا چہرہ دیکھ کر میں سمجھ سکتا تھا کہ وہ کوئی زندہ یا مردہ اہم شخصیت کا چہرہ ہے۔

میں اس بے مثل صناع کی کاریگری کی دل ہی دل میں داد دے رہا تھا کہ
ڈوراں اور توفار اندر سے واپس آگئے اور انھوں نے کاملوٹ اولتھاد اور مجھے اندر
آنے کا اشارہ کیا ہم کئی شہ نشینوں اور طویل راہداریوں سے گذرتے ہوئے ایک
خوبصورت زینے تک پہونچے۔ اور اس زینہ کے ذریعہ نچلی منزل پہ اترے بڑے بیرونی
کمرے دن کی روشنی سے روشن تھے جبکہ اندرونی کمرے اسی قسم کے لیمپوں کے ذریعہ
روشن تھے جیسے میں ڈوراں کے مکان پر دیکھ چکا تھا۔ جس زینہ کے ذریعہ ہم نیچے اترے
تھے اس کے ختم ہوتے ہی ہمارے سامنے ایک شہ نشین تھا جسکے دروازہ پر دو سپاہی
جو برچھوں اور تلواروں سے مسلح تھے پہرہ دے رہے تھے۔ اور ہمارے سامنے شہ نشیں
کے دور افتادہ حصہ میں ایک شخص ایک میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اس کی پشت پر ایک
بہت بڑی کھڑکی تھی دروازہ میں داخل ہوتے ہی ہم رک گئے۔ میرے ساتھی مودب
اور خاموش کھڑے تھے۔ آخرکار میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے میرے ساتھیوں
کو مخاطب کیا وہ ان میں سے ہر ایک کو نام لے کر پکار رہا تھا اور وہ جواب دیتے وقت
اسے جانگ کہکر مخاطب کرتے تھے۔ وہ ایک قبول صورت آدمی تھا اور اس کے چہرہ
سے ایک خاص رعب مترشح تھا اس کا حلیہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا میں دوسروں کا
دیکھ چکا تھا سوائے ایک خاص قسم کی تھالی کے جو وہ اپنے سر پر پہنے ہوئے تھا اور اس
تھالی سے اس کی پیشانی کے سامنے ایک چھوٹا سا دھات کا بنا ہوا حلقہ لٹک رہا تھا
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے مجھ سے خاص دلچسپی تھی ڈوراں جہاں تک میرا خیال ہے
اس کو میری حیرت انگیز آمد کی کہانی سنا رہا تھا۔
جب ڈوراں اپنی بات ختم کر چکا تو اس شخص نے جسے وہ جانگ کہہ کر پکار رہے

تے مجھے مخاطب کیا اس کا طرز کلام سنجیدہ اور اس کا لہجہ نرم اور دوستانہ تھا میں نے جیسا میری سمجھ میں آیا جواب دیا۔ کیونکہ جو کچھ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہا تھا۔ لیکن جواب دینا بھی ضروری تھا جس طرح میں اس کی بات نہیں سمجھ سکا تھا اسی طرح وہ بھی نہ سکا اس نے مسکراتے ہوئے اپنے سر کو ہلایا پھر وہ میرے ساتھیوں سے گفتگو کرنے لگا۔ آخر کار اس نے قریب رکھا ہوا ایک گھنٹہ بجایا اور پھر اٹھ کر میرے قریب آگیا۔ اور میرے کپڑوں کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے میرے ہاتھوں اور چہرے کی جلد کا معائنہ کیا میرے بالوں کو چھوا اور مجھے اپنا منھ کھولنے کا اشارہ کیا اور جب میں نے منھ کھولا تو اس نے میرے سب دانت غور سے دیکھے اتنے میں ایک آدمی داخل ہوا میرے خیال کے مطابق وہ ملازم تھا جسے گھنٹہ بجا کر بلا گیا تھا جانگ سے ہدایات لینے کے بعد وہ واپس چلا گیا اور جانگ نے پھر میرا معائنہ شروع کر دیا۔ میری داڑھی جو اب چوبیس گھنٹہ پرانی ہو چکی تھی خاص طور پر ان کی توجہ کا مرکز تھی۔ میری یہ داڑھی بہت بدنما ہے اور میں اس لئے روزانہ اسے صاف کر دینے کا عادی ہوں۔

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں اس معائنہ کو پسند کرتا تھا لیکن جب وہ لوگ میرا معائنہ کر رہے تھے تو انکے انداز سے کوئی بداخلاقی ثابت نہ ہوتی تھی۔

اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں جانگ کے معائنہ میں مداخلت نہ کروں گا اور یہ ہی بہتر ہوا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا۔

عین اسی وقت ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا میں نے اندازہ لگایا کہ اس آدمی کو اس ملازم کے ذریعہ طلب کیا گیا تھا۔ جب وہ آگے آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ دوسروں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا وہ بھی تقریباً تیس سال کا ایک خوبصورت آدمی تھا۔

"جانگ نے نووارد سے پانچ منٹ تک کچھ گفتگو کی شائد وہ میری آمد کا واقعہ بیان کر رہا تھا۔ پھر اس نے نووارد کو کچھ ہدایات دیں اور جب وہ ختم کر چکا تو نووارد نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اور چند لمحوں بعد میں نے اپنے آپ کو اسی منزل پر ایک دوسرے کمرے میں پایا اس کمرے میں تین بڑی کھڑکیاں تھیں اور فرنیچر بہت سی میزوں کرسیوں اور ڈسکوں پر مشتمل تھا۔ دیواروں کا بڑا حصہ الماریوں سے چھپا ہوا تھا۔ اور ان الماریوں پر جو چیزیں رکھی تھیں انھیں میں کتابیں ہی سمجھ سکتا تھا۔ ان کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی۔"

اگلے تین ہفتے کا عرصہ میری زندگی کا سب سے زیادہ دلچسپ تھا۔ اس عرصے دانوس نے جس کی سپردگی میں بادشاہ جانگ نے مجھے سونپا تھا مجھے اپنی زبان سکھائی اور مجھے ونیس کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ ان کی زبان بہت آسان تھی اور اس کے سیکھنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی اس زبان کی ابجد چوبیس ۲۴ حروف پر مشتمل تھی ایک خاص بات جس کی وجہ سے یہ زبان مجھے بہت آسان معلوم ہوئی یہ تھی کہ ان کے یہاں ایک فعل کی صورت مختلف حالتوں میں مختلف نہیں ہوئی تھی مثال کے طور پر پینا ایک فعل ہے۔ اب اگر ان کا جملہ ماضی کے متعلق ہو تو بھی لفظ پینا ہی استعمال کیا جائے گا اور حال اور مستقبل کی صورت میں بھی۔ اسی طرح واحد اور جمع کی صورت میں بھی ایک ہی فعل استعمال ہوگا

اس طرح میں نے اپنے میزبانوں کی زبان نہ صرف بولنا سیکھی بلکہ اسے لکھنا اور پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ اور پھر میں نے ہر روز کئی گھنٹے دانوس کی لائبریری میں گذارنا شروع کر دئیے اس لائبریری میں ہزاروں کتابیں تھیں اور یہ سب دانوس کی ملکیت تھیں۔

داتوس دن کا اکثر حصہ باہر گذارتا اور اس کی عدم موجودگی میں میں کوئی کتاب اٹھا کر اسے پڑھنے کی کوشش کرتا رہتا۔ داتوس کے فرائض بے شمار تھے وہ اپنے ملک کا سب سے بڑا طبیب اور جراح تھا۔ وہ بادشاہ کا خاص معالج تھا اور اس کے علاوہ اپنے ملک کے مدرسۂ طب و جراحت کا پرنسپل تھا۔

جب ان کی زبان میں نے اچھی طرح سیکھ لی تو داتوس نے مجھ سے مختلف سوالات کئے اس کا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ میں کہاں سے آیا ہوں لیکن جب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک ایسی دنیا سے آیا ہوں جو اس کے اپنے امثار سے (دنئیں کے رہنے والے دنئیں کو امثار کہتے تھے) دو کروڑ ساٹھ لاکھ میل دور ہے تو اس نے بے اعتباری سے سر ہلایا "امثار سے آگے کہیں زندگی نہیں ہے" اس نے کہا اور زندگی ہو بھی کیسے سکتی ہے جبکہ امثار سے آگے صرف آگ ہی آگ ہے"

"تمہاری کیا تھیوری ہے......" میں کہتے کہتے رک گیا۔ امثار کی زبان میں کائنات۔ چاند، ستارے سورج اور سیارے کے لئے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ کائنات کے بارے میں تمہاری کیا تھیوری ہے۔ لیکن میں نہ کہہ سکا دراصل دنئیں میں چاند سورج وغیرہ کے لئے کسی لفظ کا نہ ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ کائنات کی یہ بیکراں وسعتیں جو ہمیں اپنی دنیا میں نظر آتی ہیں۔ دنئیں کے رہنے والوں کو نظر نہیں آتیں۔ ان کی دنیا کے چاروں طرف بادلوں کے دو غلاف ہیں۔

اچھا تمہارے عقیدے کے مطابق امثار کے چاروں طرف کیا ہے" میں نے پھر پوچھا۔

وہ ایک الماری کی طرف گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بہت

موٹی کتاب تھی اس کتاب کو اس نے جس جگہ سے کھولا وہاں اشمار کا ایک بہت خوبصورتی سے بنایا ہوا نقشہ تھا۔

اشمار کا یہ نقشہ تین دائروں پر مشتمل تھا ان دائروں کا مرکز ایک ہی تھا لیکن ان کے قطر مختلف تھے۔ اندر والے دو دائروں کی درمیانی پٹی پر "ٹرابول" لکھا ہوا تھا جس کے معنی ہیں معتدل خطہ۔ صرف اسی پٹی پر سمندروں دریاؤں اور مختلف ممالک کے نام لکھے ہوئے تھے۔

"یہ ہے ٹرابول" دانوس نے اس پٹی پر اپنی انگلی رکھتے ہوئے مجھے بتایا۔
"ٹرابول نے جس خطہ کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے اس کا نام ہے "اسٹرابول" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی انگلی سب سے اندرونی دائرہ کے درمیان رکھ دی۔
"اسٹرابول اشمار کے بالکل وسط میں واقع ہے۔ یہ بہت گرم ہے اور اس میں گھنے جنگل پائے جاتے ہیں ان جنگلوں میں اشمار کے سب سے زیادہ خوفناک درندے پائے جاتے ہیں۔ کیڑے مکوڑے اور پرندے بھی پائے جاتے ہیں۔
اسٹرابول کے گرم سمندروں میں بھی بہت خوفناک بلائیں پائی جاتی ہیں آج تک کوئی آدمی اسٹرابول میں جاکر زندہ واپس نہیں آیا۔"
"ٹرابول کے دوسری طرف" اس نے بیرونی دائرے اور درمیانی دائرے کے درمیان والی پٹی پر انگلی رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا "یہ کاربول ہے وہاں، اسی قدر سردی ہے جتنی اسٹرابول میں گرمی ہے۔ وہاں بھی عجیب وغریب جانور پائے جاتے ہیں اور سیاح جو وہاں پہونچے ہیں ان کا بیان ہے کہ وہاں انھوں نے خونخوار انسانوں کو دیکھا ہے جو کھال کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ کاربول بھی ایک ایسی ہی سرزمین ہے جہاں بے خوف

سیاح بھی جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ انھیں ڈر ہے کہ وہ اس سے گذر کر لاوے کے سمندر میں نہ گر پڑیں۔"

"کونسے لاوے کے سمندر میں" میں نے پوچھا۔

اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ اور کہنے لگا۔

"جب تم اس طرح کے سوالات پوچھتے ہو تو مجھے یقین کرنا پڑتا ہے کہ تم ضرور کسی دوسری دنیا سے آئے ہو۔ کیا تم واقعی امٹار کی بناوٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

"میں تمہاری اس تھیوری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا" میں نے جواب دیا۔

"یہ صرف تھیوری نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے" اس نے تصحیح کی۔ امٹار ایک بہت بڑی پلیٹ ہے جس کے کنارے اوپر کی طرف اٹھے ہوئے ہیں یہ پلیٹ یعنی ہمارا امٹار لاوے کے ایک سمندر پر تیر رہا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ثبوت ہم اپنی آنکھوں سے کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ بارہا پہاڑوں کی بلندیوں سے یہ لاوا بہہ کر امٹار کی بستیوں اور شہروں کو تباہ کر چکا ہے۔ کاربول فطرت کا ایک بے مثل عطیہ ہے کیونکہ اس کے سبب سے ہی وہ شدید گرمی ہم تک نہیں پہونچ سکتی امٹار کے اوپر اور چاروں طرف آگ ہی آگ ہے اس آگ سے بادلوں کا یہ غلاف ہمارا تحفظ کرتا ہے اکثر ان بادلوں میں شگاف پڑ گئے ہیں اگر ایسا دن میں ہوا ہے تو اتنی شدید گرمی ہو گئی ہے جس نے کھیتی باڑی اور انسان کو جھلس دیا ہے اور گرمی کے ساتھ ساتھ جو روشنی نظر آتی ہے وہ انسان کو اندھا کر دینے کو کافی ہے اور اگر کبھی یہ شگاف رات کو پڑا ہے تو کوئی گرمی نہیں ہوئی لیکن شگاف سے آگے آگ کی چنگاریاں اڑتی ہو نظر آئی ہیں۔

میں نے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ سیارے گول ہوتے ہیں اور یہ کہ اس کا

اسٹار بھی ایک گول سیارہ ہے اور کارپول اس کا جنوبی قطب ہے جب کہ اسٹرابول یعنی گرم خطہ درصل استوائی خطہ ہے اور ٹرابول صرف جنوبی نصف کرہ کا معتدل خطہ ہے جب کہ دوسرا نصف کرہ اسٹرابول یعنی گرم خطہ کے دوسری طرف واقع ہے اس نے میری بات بہت غور سے سنی لیکن جب میں اپنی بات ختم کرچکا تو وہ مسکرایا اور بے اعتباری سے سر کو خفیف سا جھٹکا دیا۔

پہلے مجھے بہت حیرت ہوئی کہ دانوس جیسا عقلمند اور تعلیم یافتہ آدمی ایک ایسی تھیوری کو چمٹا رہے جس کی کوئی بنیاد نہ ہو لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ اس نے اور اس کے اسلاف نے کبھی ان بادلوں کے اس پار نہ دیکھا تھا جو دنیں کو چاروں طرف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ انھوں نے جو تھیوری بنائی تھی وہ ان حالات میں بالکل درست تھی اسکے علاوہ مجھے یہ سوچ کر بڑی خوشی ہوئی کہ میری دنیا کا انسان فلکیات کے علم سے واقف ہے اور اس علم سے اس نے اپنی تہذیب اور تمدن اور سائنس کو بہت ترقی دی ہے اگر اسی طرح کائنات ہماری نظروں سے بھی چھپی ہوتی تو کیا ہم اتنی ترقی کر سکتے تھے۔ نہیں یہ ناممکن تھا میں نے بار بار اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن بالآخر مجھے یہ خیال ترک کرنا پڑا اور میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوگیا۔

باغیچہ میں لڑکی

کچھ عرصہ بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ میں بادشاہ منیٹپ کے محل میں ہوں اور یہ ملک دیا جب ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ بادشاہ کا نام آجانگ ہے لیکن بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ وہیں میں بادشاہ کو جیانگ کہتے ہیں۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ ڈوراں زادہ نامی ایک شخص کے خاندان سے تھا اور اولتھار اور گاملوٹ اس کے بیٹے تھے۔ زوررد، ڈوران کی بیوی تھی اور آلزرد، اولتھار کی، گاملوٹ غیر شادی شدہ تھا۔

جس کمرے میں میری رہائش تھی، اس کے ساتھ ایک کافی بڑی بالکونی تھی یہ بالکونی تقریباً پچاس فٹ لمبی تھی۔ اس بالکونی میں میں ہر روز ورزش کیا کرتا تھا۔ بالکونی کے دونوں سرے رکاوٹیں لگا کر بند کر دیئے گئے تھے۔ میری داہنی طرف کا حصہ ایک باغیچہ معلوم ہوتا تھا۔ اس باغیچہ میں رنگا رنگ پھولوں کی جھاڑیاں بہ کثرت تھیں۔ یقیناً یہ باغیچہ نیچے سے مٹی لا کر بنایا گیا ہو گا۔ گو میں ابھی تک کہیں مٹی نہیں دیکھ سکا تھا۔ میرے بائیں جانب بہت سے نوجوان افسروں کے کوارٹر تھے جو بادشاہ کی مختلف خدمات انجام دیتے تھے۔

ییں نے انھیں اس لئے نوجوان کہا ہے کیونکہ دانوس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ نوجوان ہیں۔ ورنہ وہ سب تقریبًا اس عمر کے ہوتے تھے جتنے دوسرے لوگ۔ وہ بہت خوش اخلاق تھے۔ اور ان کی زبان سیکھ لینے کے بعد میں اکثر ان سے بات چیت کیا کرتا تھا۔

اپنی داہنی جانب باغیچہ میں میں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ اور پھر ایک دن جبکہ دانوس غیر حاضر تھا اور میں اپنی بالکونی میں ٹہل رہا تھا۔ میں نے پھولوں کے جھنڈ میں ایک لڑکی کو کھڑے دیکھا۔ وہ میری جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔ میں صرف ایک لمحہ کے لئے اسے دیکھ سکا۔ لیکن یہ ایک لمحہ ہی مجھے پاگل بنا دینے کے لئے کافی تھا۔ اب میں اسے دوبارہ دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔

اس کے بعد کئی روز تک میں اپنی بالکونی کے بائیں حصے کے چکر کاٹتا رہا لیکن وہ مجھے پھر نہ دکھائی دی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں کوئی نہیں رہتا آخر کار ایک روز میں نے پھولوں کی جھاڑیوں میں ایک آدمی کو دیکھا وہ آہستہ آہستہ دبے پاؤں چل رہا تھا اسکے پیچھے مجھے کئی اور آدمی بھی نظر آئے۔ یہاں تک کہ وہ پانچ ہو گئے۔ وہ سب دیاجہ کے باشندوں سے ملتے جلتے تھے۔ لیکن ان کے مقابلے میں کچھ وحشی اور غیر مہذب معلوم ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا اس طرح چوری چھپے بادشاہ کے محل میں اوہر ادہر گھومنا مجھے کچھ مشکوک دکھائی دیا۔ میں حیران تھا کہ وہ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ پھر مجھے اس لڑکی کا خیال آیا۔ میری چھٹی حس مجھے بتا رہی تھی کہ ان لوگوں کا یہاں ہونا ضرور اس لڑکی سے کچھ تعلق رکھتا ہے اور یہ کہ یقینًا یہ لوگ اسے نقصان پہونچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بغیر یہ سوچے ہوئے

کہ نتیجہ کیا ہوگا میں اپنی بالکونی سے باغیچہ میں کود گیا۔ ان آدمیوں کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے ان کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور میں دبے پاؤں انکے پیچھے ہو لیا۔ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا کیونکہ میں برآمدے میں انکی نظر سے پوشیدہ تھا۔ خاموشی اور تیزی سے چلتے ہوئے میں سب سے پیچھے والے آدمی کے قریب پہونچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ پانچوں ایک کھلے دروازے کی طرف جا رہے تھے جس کے اندر وہ لڑکی کھڑی تھی جس کے حسین چہرے نے مجھے اس پاگل پن پر مجبور کیا تھا۔

عین اسی وقت لڑکی نے گھوم کر آگے جانے والے آدمی کو دیکھا اور اسے دیکھتے ہی زور سے چیخ ماری اور تب مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا آنا بے فائدہ نہیں تھا۔

فوراً ہی میں اپنے قریب والے آدمی پر جھپٹ پڑا اور ساتھ ہی میں زور سے چلّایا تا کہ باقی چاروں آدمیوں کی توجہ لڑکی کی طرف سے ہٹ جائے اور ایسا ہی ہوا جوں ہی میں چلّایا باقی چاروں بھی میری طرف پلٹ پڑے۔ میں نے جس آدمی پر حملہ کیا تھا وہ اس اچانک حملہ سے اس طرح گھبرا گیا تھا کہ میں نے نہایت آسانی سے اسکی تلوار میان سے کھینچ لی وہ سنبھلا اور خنجر اپنا نکال کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن میں اس کے حملہ سے پہلے ہی اپنی تلوار اسکے سینہ میں اتار چکا تھا اور اب وہ چاروں مجھ پر حملہ کر رہے تھے انکے انداز سے یہ ظاہر تھا کہ وہ مجھ پر کوئی رحم نہ کریں گے۔ پھولوں کی جھاڑیوں کے درمیان بنی روشوں کے سبب سے انھیں مجھ پر وہ فوقیت حاصل نہ تھی جو عام حالات میں چار آدمیوں کو ایک کے مقابلہ کے لئے حاصل ہوتی ہے۔ وہ مجھ پر ایک ایک کر کے ہی حملہ کر سکتے تھے۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر جلد ہی مدد نہ آئی تو اس

مقابلہ کا نتیجہ کیا ہوگا اور چونکہ میرا مقصد صرف ان لوگوں کی توجہ اس لڑکی کی طرف سے ہٹانا تھی اس لئے میں پیچھے ہٹتا رہا اور وہ میری طرف بڑھتے رہے۔

میری آواز اور لڑکی کی چیخ نے لوگوں کو ہماری طرف متوجہ کر دیا تھا۔ اس لئے چند لمحوں بعد میں نے بہت سے بھاگتے قدموں کی آوازیں سنیں۔ پھر میں نے اس لڑکی کی آواز سنی جو شائد سپاہیوں کو اس طرف بھیج رہی تھی جہاں میں ان چاروں سے مقابلہ میں مصروف تھا۔ لیکن مجھے امید تھی کہ وہ میری مدد کو نہ آسکیں گے کیونکہ میں ان تلواروں سے لڑنے کا عادی نہ تھا۔ اور وہ بہر حال چار تھے جرمنی میں قیام کے دوران میں نے دیوار سے پشت لگا کر تلوار سے لڑنا سیکھا تھا جو اس وقت میرے کام آیا لیکن پھر بھی مجھے یقین تھا کہ میں زیادہ دیر انکے مقابل میں نہ ٹھہر سکوں گا۔

اب میں اپنی بالکونی سے پشت لگائے کھڑا تھا۔ وہ آدمی جو اس وقت میرے مقابل تھا مجھ پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ میں دور سے آنے والے قدموں کی آہٹیں سن رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ کیا میں مدد آنے تک ٹھہر سکوں گا۔ عین اس وقت میرے مدِ مقابل نے مجھ پر ایک بھرپور وار کیا جسے میں ایک طرف جھک کر بچا گیا اور ساتھ ہی میں نے پینترا بدل کر اس پر وار کر دیا وہ حملہ کرتے وقت اپنا توازن کھو بیٹھا تھا اور اب سنبھل رہا تھا کہ میری تلوار اس کی گردن کے پار ہوگئی اور وہ مردہ ہو کر گر گیا اور اس کے پیچھے سے اس کے دوسرے ساتھی نے مجھ پر حملہ کر دیا

مدد آرہی تھی اور وہ لڑکی اب محفوظ تھی لہٰذا میرا حوصلہ بڑھ گیا اور میں نے اپنے نئے مدمقابل پر بھرپور وار کر دیا۔ میری تلوار اس کے سینے کے پار ہوگئی اب میں مڑا اور اپنی بالکونی میں کود گیا۔

بالکونی سے میں نے باقی ماندہ دو حملہ آوروں پر ایک درجن سپاہیوں کو جھپٹتے دیکھا اور انھوں نے آن کی آن میں انکے ٹکڑے کر دئیے۔

اس سارے ہنگامہ میں کوئی آواز نہ نکلی سوائے تلواروں کی جھنکار کے قاتلوں اور مقتولوں میں سے کسی نے بھی ایک لفظ منھ سے نہیں نکالا وپاجہ کے سپاہی بہت خاموش اور دہشت زدہ نظر آ رہے تھے۔ حالانکہ اب ان پانچ مقتولوں سے انھیں کوئی خوف نہیں ہوسکتا تھا۔ ان کا طرز عمل بہت پر اسرار تھا۔ انھوں نے جلدی سے پانچوں مردہ آدمیوں کے جسم اٹھائے اور انھیں پیڑ سے زمین کی طرف اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔ اور پھر نہایت خاموشی سے وہ جس راستہ سے آئے تھے اسی سے واپس چلے گئے

میں نے اندازہ لگایا کہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ اور میں جانتا تھا کہ وہ لڑکی بھی مجھے نہیں دیکھ سکی ہے مجھے تعجب تھا کہ انھوں نے ان تین لاشوں کے بارے میں کیا سمجھا ہوگا جو میرے مقابلہ کا نتیجہ تھیں۔

یہ سارا واقعہ ایک عرصہ تک میرے لئے ایک معمہ رہا۔ اور آنے والے واقعات کی روشنی میں مجھے اس کا حل مل سکا۔

میرا خیال تھا کہ دانوس مجھ سے خود اس واقعہ کا ذکر کرے گا اور اس طرح مجھے اس سے سوالات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن اس نے ایک بار بھی ذکر نہیں چھیڑا اور کسی خیال کے تحت میں خود بھی اس واقع کے ذکر سے بچتا رہا۔

دوسرے معاملات میں میرے مسلسل سوالات دانوس کو اکتا دیتے تھے۔ لیکن میں یہ عذر پیش کر دیتا تھا کہ میں انکی زبان اسی طرح سیکھ سکتا ہوں کہ خود اسے بولوں اور دوسروں کو بولتے سنوں۔ دانوس نے مجھے بتایا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ وہ مجھے

دیاجہ کی تاریخ رسومات اور حالات زندگی کے بارے میں ہر ممکن معلومات بہم پہونچانے
اور یہ فرض اس پر جانگ کی طرف سے عائد کیا گیا تھا۔ بہت سی باتیں میرے لئے ایک معمہ
تھیں اور سب سے زیادہ میں اس بات پر حیران تھا کہ اتنی عقلمند اور متمدن قوم اس
طرح پیڑوں میں رہتی ہے۔ اور ایک دن ڈانوس سے میں نے یہ سوال پوچھ ہی لیا
"یہ ایک طویل داستان ہے" ڈانوس نے جواب دیا" اس داستان کا
بڑا حصہ تم ان الماریوں میں رکھی ہوئی تاریخ کی کتابوں میں پاؤ گے۔ لیکن تمہارے
اس سوال کے جواب میں میں مختصراً کچھ بتانا ضروری سمجھتا ہوں"

"سینکڑوں سال گذرے دیاجہ کے بادشاہ ایک بہت بڑی سلطنت
پر حکومت کرتے تھے۔ اور وہ سلطنت یہ جزیرہ نہیں جہاں تم اب ہمیں دیکھ رہے
ہو۔ بلکہ یہ ایک ایسی عظیم الشان سلطنت تھی جس میں زمین کے سینکڑوں خطہ شامل
تھے۔ اور ہماری سرحدیں اسٹرابول سے کارتبول تک پھیلی ہوئی تھیں۔ کئی براعظموں
کے علاوہ کئی سمندر ہماری حکومت میں شامل تھے۔ عظیم الشان شہر اس سلطنت کی
شان بڑھاتے تھے اور ہر طرف فارغ البالی کا دور دورہ تھا ہماری قوم کی تعداد
ان دنوں کروڑوں سے زیادہ تھی۔ ہمیشہ سے ہم میں چار طبقے چلے آتے تھے۔ ایک
طبقہ مزدوروں کا تھا دوسرا صنعت کاروں اور کاریگروں کا۔ تیسرا طبقہ تاجروں
پر مشتمل تھا۔ چوتھا طبقہ ان لوگوں کا تھا جو دماغی محنت کرتے تھے ان میں سائنسداں
بھی تھے اور ڈاکٹر بھی انجینئر بھی تھے اور آرٹسٹ بھی۔

فوج کے سپاہی اور افسر ان چاروں طبقوں سے لئے جاتے تھے اور اس کے
علاوہ سب سے اوپر ہمارا جانگ اور اس کا خاندان تھا۔

ان چاروں طبقات کے درمیان کسی قسم کی کشیدگی نہیں پائی جاتی تھی اور نہ ہی اس تقسیم سے کوئی شخص احساس کمتری یا برتری کا شکار ہوتا تھا۔ ہر شخص کو انفرادی آزادی حاصل تھی ایک مزدور ترقی کرکے کاریگر ایک کاریگر تاجر اور ایک تاجر ترقی کرکے اپنی محنت اور صلاحیت کے بل بوتے پر سائنسدان ڈاکٹر یا انجینئر بن سکتا تھا۔

ہماری عظیم الشان سلطنت دیاتحبہ میں ہر طرف خوش حالی اور فارغ البالی تھی لیکن ہم میں کچھ برے لوگ بھی موجود تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو خود کام نہیں کرنا چاہتے تھے اور ان کا مقصد دوسروں کی کمائی پر عیش کرنا تھا۔ یہ لوگ ان سے حسد رکھتے تھے جو محنت اور قابلیت سے ترقی کرکے اونچے مقامات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ایک عرصہ تک یہ لوگ چاروں طبقوں کے درمیان نفرت پھیلانے کی مہم چلاتے رہے۔ لیکن انھیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی لوگ ان کی باتوں پر ہنستے تھے اور عام خیال یہ تھا کہ وہ یہ سب کچھ محض اپنے مجرم ذہن کی تسکین کے لئے کر رہے ہیں اس لئے انھیں کسی نے اہمیت نہیں دی۔ اور اس طرح یہ عظیم خطرہ زیر زمین پلتا رہا آخر انھیں ایک لیڈر مل گیا۔ یہ لیڈر تھور نامی ایک مزدور تھا اور اس کا ماضی مختلف جرائم سے داغدار تھا۔

اس شخص نے ایک منظم جماعت بنائی جس کے افراد تھورسٹ کہلاتے تھے اس نے منافرت پھیلانے کی مہم بہت بڑے پیمانے پر شروع کی اور دروغ آمیز پروپیگنڈے کے بل پر مزدوروں اور کاریگروں کی بہت بڑی تعداد کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

تھورسٹ لیڈروں کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں

لے ہیں اور اس طرح طاقت دولت اور اقتدار کے مالک بن جائیں۔

سیدھے سادے عوام کو بہکانے میں انھیں کوئی دقت پیش نہ آئی اور بالآخر وہ ایک خونی انقلاب لانے میں کامیاب ہو گئے۔

اس انقلاب نے دیاجب کے تہذیب و تمدن کی اینٹ سے اینٹ بجادی لاکھوں آدمی مارے گئے اور کروڑوں بے گھر ہو گئے۔ اور وہ فارغ البالی اور معاشی خوشحالی جو دیاجب کا طرۂ امتیاز تھی یکسر ختم ہوگئی۔

ان کا پلان یہ تھا کہ جانگ اور اس کے خاندان اور دماغی محنت کرنیوالے طبقہ کو ختم کر دیا جائے اور اس کے علاوہ اپنے تمام مخالفین کو یا تو ختم کر دیا جائے یا ملک بدر کر دیا جائے اور جب یہ تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے تو ہر طرف مکمل آزادی ہوگی نہ کوئی قانون ہوگا نہ ٹیکس نہ کوئی حاکم ہوگا نہ کوئی رعایا۔

اس انقلاب میں وہ اپنے مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے اور پھر لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ کسی نہ کسی کو حکومت کی باگ ڈور سنبھالنا ہوگی۔ تھوڑے سے لیڈر اس کے لئے تیار تھے۔ لہٰذا وہ اور انکے ساتھی برسر اقتدار آگئے۔

اب انقلابیوں کی آنکھیں کھلیں اور انھیں معلوم ہوا کہ انھوں نے صرف حکومت تبدیل کی ہے اور یہ کہ انھیں جو سبز باغ دکھلائے گئے تھے وہ محض فریب تھا اور اب ان پر تجربکار عقلمند اور تعلیم یافتہ لوگوں کے بجائے ایک لالچی بے رحم اور فریب کار جماعت کی حکومت ہوگئی ہے۔

اب عوام کی حیثیت محض غلاموں کی سی تھی۔ جاسوسوں کی ایک فوج ان پر نظر رکھتی اور انکی نگرانی کرتی تھی اور سپاہیوں کی ایک فوج ننگی تلواروں کے ساتھ انکے

سر پر موجود رہتی تھی تاکہ انھیں اپنے آقاؤں کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے باز رکھ سکے
ہم ہیں تے جو اپنی جان بچا سکے جانگ کے ساتھ اس دور افتادہ اور غیر آباد
جزیرہ میں چلے آئے اور یہاں ان دیو ہیکل پیڑوں میں اپنی بستیاں اور شہر آباد کرلئے
ان شہروں کو نیچے زمین سے نہیں دیکھا جا سکتا
ہم اپنے ساتھ اپنی تہذیب کے علاوہ اور کچھ نہیں لائے ہماری ضروریات بہت
ہیں اور یہاں ہم انھیں بآسانی پورا کر سکتے ہیں اب ہم اگر اپنی پچھلی زندگی کی طرف لوٹ
سکیں تو بھی نہ لوٹیں گے کیونکہ ہم تلخ تجربہ کر چکے ہیں۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ طبقاتی
تقسیم کا نتیجہ فتنہ و فساد کے سوا کچھ نہیں اور جہاں معمولی سی تفریق بھی ہوگی وہاں حسد
و عناد کا ہونا بھی ضروری ہے یہاں ہمارے درمیان معمولی سی تفریق بھی نہیں ہے کوئی
ہم میں سے کسی کا خادم نہیں ہے۔ ہم اپنا کام خود کر لیتے ہیں یہاں تک کہ جو لوگ بادشاہ
کے مختلف کام انجام دینے پر مامور ہیں انھیں بھی خادم نہیں سمجھا جاتا اور انکی سب سے
زیادہ عزت کی جاتی ہے"
یہاں تک کہنے کے بعد دانوس خاموش ہو گیا۔ "لیکن میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ
سکا کہ تم لوگ زمین سے اتنی بلندی پر پیڑوں میں کیوں رہتے ہو" میں نے پوچھا۔
"عرصہ دراز تک تھورسٹ ہم پر حملے کر کے ہمیں ختم کرنے کی کوشش کرتے
رہے" اس نے جواب دیا "اور ان سے بچنے کے لئے ہمیں چھپنے کے لئے جگہ تلاش
کرنا پڑی اس قسم کا شہر ہماری مصیبتوں کا واحد حل تھا یہی وجہ ہے کہ تم ہمیں
یہاں پاتے ہو۔ تھورسٹ اب بھی ہم پر حملے کرتے رہتے ہیں لیکن اب ان کے
حملوں کا مقصد کچھ اور ہو گیا ہے۔ اب بجائے قتل کرنے کے وہ ہمارے آدمیوں

کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے جانے لگے ہیں۔

چونکہ مملکت کے بہترین دماغ اس خانہ جنگی میں یا تو قتل کر دیئے گئے اور یا بھاگ کر اس دور افتادہ جزیرہ میں پناہ گزیں ہو گئے اس لئے ان کا تمدن تباہ ہو چکا ہے۔ مختلف بیماریاں اپنی تباہ کاریوں سمیت ان پر حملہ آور ہیں اور لوگ اب بوڑھے ہونے لگے ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا اب وہ ہم میں سے زیادہ سے زیادہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں تاکہ اس طرح اس کمی کا ازالہ کر سکیں جو ہم لوگوں کے یہاں چلے آنے سے پیدا ہو گئی ہے۔"

"لوگ بوڑھے ہونے لگے ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" میں نے متحیر ہو کر سوال کیا۔

"کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ یہاں کوئی بوڑھا آدمی نہیں ہے"؟ اس نے پوچھا

ہاں ہیں خود تم سے پوچھنے والا تھا کہ ایسا کیوں ہے نہ یہاں کوئی بوڑھا ہے اور نہ مجھے یہاں کوئی بچہ نظر آیا۔" میرا جواب تھا۔

"دراصل قدرتی طور پر ایسا نہیں ہے۔" اس نے کہا" جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ ہماری سائنس کا وہ کارنامہ ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ کوئی ہزار سال گذرے ہم نے عمر کو غیر معمولی طور پر طویل کر دینے والی دوا کا راز پا لیا۔ ہر دو سال کے بعد اس دوا کا انجکشن دیا جاتا ہے اور اس طرح نہ صرف ہماری عمر طویل ہو جاتی ہے بلکہ ہم ہمیشہ جوان رہتے ہیں اور کوئی بیماری ہمارے قریب نہیں آنے پاتی۔

لیکن اتنی خوبیوں کے باوجود اس دوا سے ایک مشکل بھی وجود میں آئی اور وہ یہ کہ اب نہ تو کوئی بوڑھا ہوتا تھا اور نہ کوئی مرتا تھا سوائے اُن کے جو کسی حادثہ

کا شکار ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ آبادی غیر معمولی حد تک بڑھ جائیگی لہذا اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں برتھ کنٹرول کا سہارا لینا پڑا۔
اب صرف اتنے بچے پیدا کئے جاتے ہیں جتنے آبادی کا تناسب قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوں۔"
"لیکن اسٹار پر اپنی آمد کے بعد میں نے یہاں کوئی بچہ نہیں دیکھا" میں نے اسے بتایا۔
"یہاں بچے ہیں ضرور لیکن بہت تھوڑے اس لئے تم انھیں نہیں دیکھ پائے"
اس نے جواب دیا۔
"ڈانوس کیا تم وہ عمر طویل کر دینے والا انجکشن مجھے لگا سکتے ہو۔" میں نے کہا۔
وہ مسکرایا اور کہنے لگا " اگر منڈیپ نے اجازت دیدی تو ضرور میں تمہیں وہ انجکشن لگا دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور اجازت دیدیں گے۔ آؤ میں تمہارا خون ٹسٹ کر لوں۔" اس نے مجھے اپنی لیبورٹری کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔
جب وہ ٹسٹ ختم کر چکا تو وہ کچھ متحیر معلوم ہوتا تھا میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرے خون کے جرثومے اس کے لئے بہت حیرت انگیز ہیں۔
" میں اپنی دنیا میں بہت طاقتور آدمی سمجھا جاتا تھا۔" میں نے اسے یقین دلایا
" تمہاری کیا عمر ہے" اس نے پوچھا۔
" ستائیس ۲۷ سال"
" تمہارے جسم کے جراثیم پر اگر کوئی توجہ نہ کی گئی تو تم دو سو برس بعد اس قدر تندرست نہ رہ سکو گے جتنے موجودہ حالت میں ہو

"میں کتنا عرصہ زندہ رہ سکوں گا۔ اگر ان جراثیم کا سدِباب ہوگیا" میں نے پوچھا
"ہم اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے" اس نے اپنے کندھوں کو حرکت دیتے ہوئے
کہا۔ "ہم میں ایسے بھی لوگ ہیں جنھوں نے ایک ہزار سال پہلے انجکشن لگوائے تھے
میری عمر پانچسو سال کے لگ بھگ ہے۔ منٹیپ کی عمر سات سو سال ہے۔ ہمارا
یہ خیال ہے کہ اگر کوئی حادثہ وغیرہ پیش نہ آئے تو ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے لیکن سچ
تو یہ ہے کہ ہم درازی عمر کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے حالانکہ اصولی طور پر ہم کو معلوم
ہونا چاہیئے۔"

ہم یہیں تک گفتگو کر پائے تھے کہ اس کی کہیں طلبی ہوئی اور وہ چلا گیا اور میں
کثرت کرنے ورانڈے میں آ گیا جس کو میں چستی و پھرتی کے لئے ضروری خیال کرتا
تھا۔

میرے ہندوستان سے امریکہ آنے کے بعد تیراکی۔ مکّہ بازی اور فن کشتی میرے
روزمرہ کے مشاغل بن گئے تھے۔ کالج کی زندگی میں میں کیلیفورنیا کا مشہور مکّہ باز
تھا اور تیراکی کے مختلف مقابلوں میں میں نے بہت سے تمغے جیتے تھے۔ پچھلے دو ماہ کی
بے کار زندگی نے مجھے کافی سست اور کاہل بنا دیا تھا۔ اور میں محسوس کرتا تھا کہ میرا
وزن تقریباً بیس ۲۰ پونڈ بڑھ گیا ہے۔

ورانڈے کا وہ حصّہ جو میرے کمرے سے ملحق تھا تقریباً نوّے فٹ لمبا تھا۔ اور
اس نوّے فٹ لمبے ورانڈے میں میں ہر طرح کی ورزش کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ چربی گھٹ
جائے جو پچھلے دو ماہ میں مجھ پر چڑھ گئی تھی اس روز جب میں کثرت کر رہا تھا تو میں
نے پھر اس لڑکی کو باغیچہ میں دیکھا۔ وہ میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے ہی ہماری

نظریں ٹکرائیں۔ میں مسکرایا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلک نمایاں ہوئی اور وہ
مڑکر تیزی سے میری نظروں سے غائب ہوگئی۔ میں حیران تھا کہ وہ کیوں خوفزدہ ہوگئی
کثرت کرنا بھول کر میں اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ آج میں نے اس کا پورا
چہرہ دیکھا تھا اسکی نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکرائی تھیں اور اسکے بے مثل حسن
نے مجھے مبہوت کر دیا تھا۔ وینس میں اپنی آمد کے بعد میں نے جس مرد اور عورت
کو دیکھا خوبصورت پایا۔ لیکن یہ حسن وجمال رنگ اور نقوش کا یہ بے مثل امتزاج
میں وینس میں تو کیا ساری کائنات میں کہیں دیکھنے کی امید نہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ مجھے
دیکھکر بھاگ کیوں گئی یہ سوال میرے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ شائد اس لئے کہ میں نے
اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انسان کی فطرت تقریباً ہر جگہ یکساں ہے
ہماری دنیا سے دو کروڑ ساٹھ لاکھ میل دور ہمارے جیسے انسان ہیں اور ایک لڑکی
بھی جو اس لئے بھاگ جاتی ہے کہ اسے کسی کی طرف دیکھتے ہوئے پکڑ لیا گیا ہے میں حیران
تھا کہ اس کی عمر کیا ہوگی اگر اس کی عمر سات نو سال ہوئی تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اپنے کمرے میں پہونچنے کے بعد میں نے غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کی
تیاری شروع کی غسل خانے میں داخل ہونے کے بعد جب آئینے پر میری نظر پڑی
تو یہ راز میری سمجھ میں آگیا۔ میرے منہ پر اب ایک ماہ کی داڑھی تھی کیونکہ مجھے ایک
ماہ سے داڑھی مونڈنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور ایک ایسی لڑکی جس نے کبھی داڑھی نہ
دیکھی ہو اس کا میری صورت دیکھ کر ڈر جانا معمولی بات تھی۔
جب دانوس واپس آیا تو میں نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ داڑھی مونڈنا
چاہتا ہوں وہ ایک دوسرے کمرے میں گیا اور جب واپس آیا اس کے ہاتھ میں ایک

بوتل تھی جو اس نے مجھے دی

" اس بوتل سے یہ دوا لیکر اپنی داڑھی کے بالوں میں ملو" اس نے مجھے ہدایت کی " لیکن خبردار یہ دوا تمہارے سر کے بالوں یا ابروؤں میں نہ لگنے پائے۔ داڑھی میں اسے ملنے کے ایک منٹ بعد پانی سے منہ دھو لینا "

جیسا اس نے کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا اور پھر جب میں نے منہ دھویا۔ تو داڑھی میرے ہاتھ میں آگئی۔ اب میرا چہرہ چکنا اور صاف تھا۔

جب میں غسل خانہ سے باہر نکلا تو دانوس مجھے دیکھکر مسکرایا اور کہنے لگا " تم تو کافی خوبصورت نکلے۔ کیا جس دنیا کا تم ذکر کرتے ہو وہاں ہر شخص بالوں کا ڈھیر اپنے چہرہ پر رکھتا ہے "

" نہیں میری دنیا کی اکثریت داڑھی مونڈھتی ہے " میں نے جواب دیا

" میرا خیال ہے " اس نے کہا " کہ تمہاری دنیا میں عورتیں بھی داڑھی مونڈھتی ہوں گی "

" نہیں " میں نے اسے یقین دلایا " ہماری دنیا میں عورتوں کے چہرے پر بال نہیں اگتے "

لیکن اگر یہاں کسی کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوتی تو اس دوا کی کیا ضرورت ہے ؟ " میں نے اس سے سوال کیا۔

" یہ دوا صرف ڈاکٹروں کے استعمال کے لئے ہے۔ سر اندا ایسے مقامات کے آپریشن جہاں بال اگتے ہیں کرنے سے پہلے یہ دوا لگا دی جاتی ہے " اس کا جواب تھا۔

" لیکن کیا اسے لگانے سے بال دوبارہ نہیں اگتے " میں نے پوچھا۔

"اسے چھ روز تک روزانہ استعمال کرو اور پھر تمہارے چہرے پر بال کبھی نہیں نکلیں گے" اس نے جواب دیا۔

اچانک مجھے وہ لڑکی یاد آ گئی جسے میں نے باغیچہ میں دیکھا تھا اور جو میری داڑھی سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے دانوس سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہیئے لہٰذا میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

دانوس میں نے اس باغیچہ میں جو میرے کمرے کے داہنی طرف ہے ایک خوبصورت لڑکی دیکھی ہے کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ کون ہے"

میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں" اس نے جواب دیا "کہ تمہیں نہیں چاہیئے تھا کہ تم اسے دیکھتے اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی کسی سے نہ کہتا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ کیا اس نے بھی تمہیں دیکھا تھا ؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"پھر اس نے کیا کیا" دانوس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"وہ مجھے دیکھتے ہی ڈر کر بھاگ گئی" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں باغیچہ کی طرف نہیں جانا چاہیئے" اس نے مجھے رائے دی اس کا لہجہ کچھ اس قسم کا تھا کہ میں نے اس موضوع پر مزید گفتگو کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ بات میرے لئے معمہ تھی اور قدرتی طور پر میں اس معمہ کو حل کرنے کے لئے بے چین تھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ میں اس لڑکی کی طرف نہ دیکھوں یہ سوال میرے دماغ میں گونج رہا تھا۔ کیا یہی ایک لڑکی ہے یا اور بھی مقدس لڑکیاں ہیں جن کی طرف دیکھنے کی اجازت مجھے نہیں ہے۔ یہ خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا کہ شاید وہ کوئی پجارن

ہو اور مذہبی اعتبار سے اس کی ذات مقدس ہو لیکن پھر مجھے یہ خیال ترک کرنا پڑا کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ان لوگوں کا کوئی مذہب نہیں تھا میں نے کئی بار دانوس سے مذہب کے موضوع پر گفتگو کی تھی اور اپنی ذنیل کے مذاہب کے متعلق کچھ باتیں اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن بے سود وہ ہر بار میرا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔ اور نظام شمسی اور کائنات کے بارے میں جس طرح وہ میری بات ماننے کو تیار نہیں تھا بعینہٖ حالت اسکی مذہب کے بارے میں تھی

ایک بار اس بے مثال حسن و جمال کی مورت کو دیکھنے کے بعد میں اسے دوبارہ دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔ اور اب چونکہ مجھے ممانعت کر دی گئی تھی کہ میں اسے نہ دیکھوں۔ میں پہلے سے کہیں زیادہ اسے دیکھنے اور اس سے بات کرنے کے لئے بے قرار تھا۔ اور پھر میں نے دانوس سے وعدہ بھی نہیں کیا تھا کہ میں اس کے اس مشورہ پر عمل کروں گا اور باغیچہ کی طرف نہیں جاؤں گا۔ میں اپنے دل میں اس کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

درحقیقت میں اس مسلسل قید سے تنگ آگیا جو امٹار پر میری آمد کے پہلے دن سے آج تک جاری تھی۔ اور باوجودیکہ میرا نگراں یا یوں کہنا چاہیئے کہ جیلر دانوس جیسا با اخلاق آدمی تھا اور باوجودیکہ میرا قید خانہ شاہی محل کے پر تکلف کمرے تھے۔ لیکن یہ سب چیزیں آزادی کا نعم البدل تو نہیں ہو سکتیں۔

میں نے بارہا دانوس سے پوچھا تھا کہ میری موجودہ حیثیت کیا ہے اور میرے مستقبل کے بارے میں ان لوگوں کے خیالات اور ارادے کیا ہیں جن کے درمیان تقدیر نے مجھے لا ڈالا تھا۔

لیکن ہر بار اس نے مجھے ایک ہی جواب دیا تھا کہ میں جانگ منٹپ کا مہمان ہوں اور میرے مستقبل کا فیصلہ اسی وقت کیا جائے گا۔ جب جانگ مجھے خود دربار میں طلب کرے گا۔

اس وقت اچانک مجھے غیر محسوس پابندیوں کا احساس ہوا اور یہ سوچ کر مجھے بہت صدمہ ہوا کہ درحقیقت میں ایک قیدی ہوں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا میں دیباچہ میں ایک پرامن تو قرار دیتا تھا۔ اور نہ مجھے کسی کو نقصان پہنچانے کی خواہش تھی اور اگر ہوتی بھی تو میں اپنی موجودہ حالت میں بالکل بے ضرر تھا۔ ان تمام باتوں پر غور کرتے ہوئے میں نے دانوس سے اس موضوع پر مفصل گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چند منٹ پہلے میں اپنے ماحول سے قطعی مطمئن تھا اور اب میرا اطمینان رخصت ہو چکا تھا۔ اس اچانک تبدیلی کی وجہ کیا تھی۔ کیا اس ملکہ حسن کو ایک نظر دیکھ لینے سے میرے خیالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے۔ بہر حال میں دانوس کی طرف مڑا۔

"تم مجھ پر بہت مہربان رہے ہو" میں نے کہا "اور یہاں میرے شب و روز بہت اچھی طرح گذر رہے ہیں۔ لیکن میں جس دنیا سے تعلق رکھتا ہوں وہاں کے لوگ آزادی کو ہر چیز سے بڑھ کر چاہتے ہیں۔ جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔ یہاں میری آمد میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا لیکن اب میں یہاں ہوں اور یہاں رہتے ہوئے میں اسی قسم کے سلوک کا متوقع ہوں جس طرح کا سلوک تم سے میری دنیا میں کیا جاتا اگر تم میرے جیسے حالات میں وہاں پہونچ جاتے۔"

"اور وہ سلوک کیا ہوتا"؟ اس نے پوچھا۔

"زندہ رہنے کا حق اور خوشی کے حصول کے لئے آزادی یہ ہے وہ سلوک جو

تم سے کیا جاتا" میں نے جواب دیا۔

" لیکن میرے عزیز دوست تمہارے ان الفاظ کا مطلب سراسر یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو قیدی سمجھتے ہو" اس نے کہا

" ہاں میں قیدی ہوں" میں نے جواب دیا۔ اور تم اس حقیقت سے خوب واقف ہو۔

اس نے شانے ہلاتے ہوئے " مجھے افسوس ہے کارسن کہ تم ایسا سمجھتے ہو"

" آخر اس قید کی مدت کیا ہے" میں نے پوچھا۔

" جانگ آخر جا تک ہے" اس نے کہا۔

" جب اسکی مرضی ہوگی وہ تمہیں طلب کرے گا۔" اور اس وقت تک کیوں نہ ہم ان دوستانہ تعلقات کو قائم رکھیں جو ساتھ رہتے ہوئے ہمارے درمیان پیدا ہوگئے ہیں"۔

" میرا خیال ہے کہ ہماری دوستی کبھی ختم نہ ہوگی" میں نے اس کو بتایا " لیکن تم منٹیپ کو بتا دینا کہ میں اس کی مہمان نوازی نامعلوم مدّت تک قبول نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس نے جلد ہی مجھے طلب نہ کیا تو میں اپنی مرضی سے رخصت ہو جاؤں گا۔

" ایسی کوشش کبھی نہ کرنا۔ میرے دوست" اس نے تنبیہہ کی۔

" کیوں ؟ "

تم اپنے کمرے سے دس قدم بھی نہ چل سکو گے کہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا

" لیکن مجھے کون روکے گا ؟"

"راہداریوں میں جابجا سپاہی موجود ہیں" اس نے مجھے سمجھایا۔

"اور انھیں اس قسم کی ہدایات جانگ کی طرف سے ملی ہوئی ہیں۔"

"اور اس کے باوجود بھی تم کہتے ہو کہ میں قیدی نہیں ہوں۔ میں نے تلخ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم نے یہ سوال اٹھایا۔ ورنہ تمہیں یہ بات کبھی نہ معلوم ہوتی۔" اس نے کہا

تو یہ تھا مخملی دستانہ میں چھپا ہوا آہنی ہاتھ۔ لیکن اگر میں بچ نکلنا بھی چاہتا تو بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں خود وپاجہ سے رخصت ہونا نہ چاہتا۔ باغیچہ والی لڑکی کی یاد مجھے بے قرار کئے ہوئے تھی۔

ایک حادثہ

ایک ہفتہ گذر گیا اور اس ایک ہفتہ میں میں نے اپنی داڑھی کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ اس کے علاوہ عمر کو طویل کر دینے والا انجکشن مجھے لگایا گیا۔ اور اس سے میرے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ شائد منٹیپ مجھے آزاد کر دے گا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کیوں اپنے کسی دشمن کو جس کی زندگی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو یہ انجکشن لگانے کی اجازت دیتا۔ لیکن پھر مجھے اپنا خیال بدلنا پڑا۔ کیونکہ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ انجکشن کسی شخص کو لافانی نہیں بنا سکتا۔ اور منٹیپ جب چاہے میری زندگی ختم کرا سکتا ہے۔ شائد اس انجکشن کے لگانے کا مقصد یہ ہو کہ میرے شبہات مٹ جائیں۔

جب دانوس یہ انجکشن لگا رہا تھا تو میں نے اس سے پوچھا کہ دیا جہ میں ڈاکٹروں کی تعداد کیا ہو گی۔

"آبادی کے تناسب کے لحاظ سے اب اتنے ڈاکٹر نہیں ہیں جتنے ایک ہزار سال پہلے تھے" اس نے جواب دیا۔" آج کل سب لوگ اپنی صحت اور جسم کا خیال رکھنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ بغیر اس دوا کے بھی ہم انسانی جسم میں بیماری کی روک تمام

کر سکتے ہیں۔ صفائی خوراک اور ورزش اگر تناسب سے کی جائے تو یہ چیزیں مل کر
انسان کی عمر کو حیرت انگیز طور پر طویل کر سکتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت
ہے گو انکی تعداد بہت محدود کر دی گئی ہے اور اب ملک کے پانچ ہزار باشندوں کے لئے
صرف ایک ڈاکٹر ہے۔ یہ ڈاکٹر صرف ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو روز مرّہ کی زندگی میں
کسی طرح کے حادثات سے دو چار ہوں اور یا لڑائی میں زخمی ہو جائیں۔

اب سے پہلے ڈاکٹروں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن آجکل انکی تعداد بہت
محدود کر دی گئی ہے۔ نہ صرف انکی تعداد کو محدود کرنے کے لئے قانون بنایا گیا ہے
بلکہ دس سال کی محنت شاقہ امیدواری کا ایک طویل دور اور مشکل ترین امتحانات نے
لوگوں یہ پیشہ اختیار کرنے سے روک دیا ہے۔

اب سے بہت پہلے یہ قانون بنایا گیا تھا کہ ہر ڈاکٹر اپنے شہر کے چیف میڈیکل
افیسر کے سامنے اپنے ہر مریض کی مفصل رپورٹ پیش کرے۔ اور یہ رپورٹ اس کی
بیماری اور صحت کی بازیابی اور دوسری صورت اس کی موت غرض تمام ضروری باتوں
پر مشتمل ہو۔ اس طرح کی تمام رپورٹیں ریکارڈ کی جاتی تھیں اور اب اگر کسی شخص کو ڈاکٹر
کی خدمات کی ضرورت ہو تو وہ بہ آسانی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کس ڈاکٹر سے اپنا
علاج کرائے۔

وقت بہت آہستگی سے گذرتا رہا۔ اس دوران میں دانوس کے کتب خانہ کی
کتابیں میرے لئے رفیق تنہائی ثابت ہوئیں۔ لیکن مجھ جیسا نوجوان اپنی ساری زندگی کتابیں
پڑھ کر ہی نہیں بسر کر سکتا تھا۔ کتابوں سے جو وقت بچتا وہ میں باغیچہ کی طرف دیکھتے ہوئے
صرف کرتا۔ گو دانوس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں برآمدے کے اس حصہ سے جس طرف

باغیچہ واقع تھا حتی الامکان دور رہوں لیکن میں اپنے دل میں اسکی ہدایت پر عمل نہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

جب دانوس موجود نہ ہوتا تو میں برآمدہ کی داہنی سمت مسلسل گھنٹوں کھڑا رہتا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے باغیچہ قطعی غیر آباد ہو۔ اور پھر ایک روز مجھے اسکی ایک جھلک نظر آئی جسے دیکھنے کے لئے میں بے قرار تھا۔ وہ ایک پھولوں کی جھاڑی کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔

وہ حد بندی جو ہیکر برآمدے کو باغیچہ سے جدا کرتی تھی چار فٹ سے کچھ زیادہ اونچی تھی اور میں اس حد بندی سے ملا ہوا کھڑا تھا۔ اس مرتبہ وہ بھاگی نہیں بلکہ کھڑی ہوئی مجھے دیکھتی رہی۔ شائد اسکا خیال تھا کہ میں درمیانی جھاڑیوں کی وجہ سے اسے نہیں دیکھ سکتا۔ اور یہ صحیح ہے کہ میں اسے اچھی طرح نہ دیکھ سکتا تھا۔ اور میرے خدا! میں اسے دیکھنے کو کتنا بے قرار تھا۔ وہ کونسی ناقابل بیان اور غیر محسوس کشش ہے جو کسی عورت کی طرف دیکھتے ہوئے ہر مرد محسوس کرتا ہے۔ کچھ مردوں کے لئے دنیا میں صرف ایک ہی عورت یہ کشش رکھتی ہے اور کچھ مردوں کے لئے کوئی عورت اس کشش کی حامل نہیں ہوتی۔ اور میرے لئے ایک اجنبی سایہ میں بسنے والی ایک اجنبی قوم کی یہ لڑکی جس کشش کی حامل تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ اس وقت جو کچھ میں نے کیا وہ قانون فطرت کے عین مطابق تھا۔ میں نے حد بندی کے دوسری طرف چھلانگ لگا دی اور قبل اس کے کہ وہ بھاگ سکے میں اسکے سامنے کھڑا تھا اس کی آنکھیں نہ معلوم خوف کا اظہار کر رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ شائد وہ مجھ سے ڈر گئی ہے۔

"مجھ سے نہ ڈرو" میں نے کہا۔ "میں تمہیں نقصان پہونچانے نہیں آیا بلکہ تم سے کچھ کہنے آیا ہوں۔"

اس نے پر عزم انداز میں اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ "میں تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔" وہ کہنے لگی۔

اگر تمہیں یہاں دیکھ لیا گیا تو تمہاری زندگی ختم کر دی جائے گی۔ اپنے کمرے میں واپس چلے جاؤ۔ اور پھر ایسا کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

اس خیال نے مجھے لرزہ براندام کر دیا کہ وہ میری سلامتی کے لئے خوف زدہ تھی

"میں تمہیں کس طرح دیکھ سکتا ہوں" میں نے پوچھا۔

"تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے" اس نے جواب دیا۔

لیکن میں تمہیں دیکھ چکا ہوں۔ اور آئندہ بھی تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور خواہ میری جان بھی جاتی رہے میں اپنے ارادے سے باز نہیں رہ سکتا۔

"یا تو تم یہ نہیں جانتے کہ تم کیا کر رہے ہو اور یا پھر تم پاگل ہو"۔ اور وہ جانے کے لئے مڑی۔

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "ٹھہرو" میں نے کہا۔

وہ ایک شیرنی کی طرح مڑی اور میرے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ اور پھر اس نے میان سے اپنا خنجر کھینچ لیا۔

"تم نے مجھے چھونے کی ہمت کس طرح کی" وہ چیخی۔ "میں تمہیں مار ڈالوں گی"

"تو پھر کیوں نہیں تم ایسا کرتیں" میں نے کہا۔

"مجھے تم سے نفرت ہے" اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

"اور مجھے تم سے محبت ہے" میں نے کہا۔
میری اس بات پر اس کی خوبصورت آنکھیں خوف سے پھیل گئیں وہ تیزی سے مڑی اور قبل اس کے کہ میں اسے روک سکتا وہ جا چکی تھی۔ ایک لمحہ تک میں وہیں کھڑا یہ سوچتا رہا کہ آیا مجھے اس کا پیچھا کرنا چاہئیے یا نہیں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ایسا کرنا حماقت ہوگی۔ لہٰذا میں واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ باغیچہ میں مجھے جاتے یا وہاں سے واپس آتے کسی نے دیکھا یا نہیں۔ اور مجھے اسکی چنداں پرواہ بھی نہ تھی

کچھ دیر بعد دانوس واپس آگیا اور اپنے ساتھ یہ خبر لایا کہ مجھے منٹیپ نے طلب کیا ہے۔ میں نے سوچا کہ شائد میری طلبی کا تعلق میرے باغیچہ میں جانے کے واقعہ سے ضرور ہے لیکن میں نے دانوس سے اس بارے میں پوچھ گچھ نہیں کی۔ دانوس کا طرز عمل غیر متبدل تھا۔

محل کے محافظ دستہ کے دو افسروں کے ساتھ میں اس کمرے میں داخل ہوا جسے دربار کہا جا سکتا تھا۔ جانٹس کے علاوہ بہت سے اور لوگ بھی وہاں موجود تھے اور ان لوگوں میں ڈوران، اوتھار اور کاملوٹ کو میں نے بآسانی شناخت کر لیا میں جھک کر آداب بجا لایا اور جانٹس نے مسکراتے ہوئے میرا سلام قبول کیا
"مجھے امید ہے کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے کوئی تکلیف نہ ہوئی ہوگی" اس نے کہا
"میرے ساتھ ہر طرح مہربانی اور خوش اخلاقی برتی گئی ہے" میں نے جواب دیا "اور میں اتنا ہی خوش رہا ہوں جتنا کوئی قیدی خوش رہ سکتا ہے۔"
"میں لفظ قیدی کو پسند نہیں کرتا" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

" اور نہیں پسند کرتا ہوں " میں نے کہا

" لیکن اے جانگ مجھے سچ بہت پسند ہے۔ میں یہاں ایک قیدی کی حیثیت سے رہا ہوں اور میں اس موقع کی تلاش میں تھا کہ تم سے اس قید کی وجہ پوچھ سکوں اور اپنی آزادی کا مطالبہ کر سکوں "

وہ پھر مسکرایا اور کہنے لگا " میرا خیال ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں تم بہادر اور ایماندار ہو اور میری نگاہ کبھی غلطی نہیں کر سکتی " میں نے اپنے سر کو خم کر کے اس کے الفاظ کا شکریہ ادا کیا مجھے امید نہ تھی کہ میرے سخت الفاظ کا جواب وہ اتنی نرمی سے دے گا۔ لیکن ان لوگوں کی فطرت عجیب و غریب تھی اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب وہ مجھے قتل کرنے کا حکم دے دے گا۔

" کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں تمہیں بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں اور کچھ سوالات ہیں جو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں " اس نے کہنا شروع کیا " ہمیں ابھی تک اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ اکثر چھوٹے موٹے دستے ہم پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اکثر ان کے جاسوس یہاں تک گھس آتے ہیں۔ ہمارے پاس تین چیزیں ایسی ہیں جو ان کے پاس نہیں یعنی سائنٹیفک معلومات سائنسدان اور تجربہ جس کے ذریعہ سائنٹیفک معلومات سے فائدہ اٹھایا جا سکے لہٰذا ہم میں سے تجربہ کار افراد کو اغوا کرنے کے لئے وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں اور پھر اس طرح جن لوگوں کو وہ اغوا کرتے ہیں۔ انہیں قوت کے بل پر اپنی معلومات اور تجربہ استعمال کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے " وہ اکثر ہماری عورتوں کو بھی اغوا کر لے جاتے ہیں۔ انہیں یہ غلط فہمی ہے کہ اس طرح وہ بہتر دماغ پیدا کر سکیں گے "

"تمہاری یہ داستان کہ تم کسی اور دنیا سے آئے ہو جو لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہے ناقابل قبول ہے لہٰذا اسے سنکر قدرتی طور پر تمہاری طرف سے ہمارے دل میں شبہات پیدا ہوئے۔ اور ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوئے کہ تم ایک تھورسٹ جاسوس ہو اور بہت اچھی طرح بھیس بدل کر آئے ہو۔ یہ ہی سبب تھا کہ تمہیں کافی عرصہ دانوس کی سپردگی میں رکھا گیا۔ تاکہ وہ تمہاری حرکات وسکنات کا مشاہدہ کرکے یہ فیصلہ کر سکے کہ تم کون ہو۔ اسنے جو رپورٹ پیش کی ہے یہ ہے کہ تم امٹار کی زبان سے قطعی نابلد تھے اور چونکہ یہ ہی وہ زبان ہے جو امٹار کے ہر حصہ کے باشندے بولتے ہیں۔ اس لئے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ تمہاری داستان ایک حد تک درست ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ تمہاری جلد، آنکھوں اور بالوں کا رنگ امٹار پر بسنے والے ہر انسان سے مختلف ہے اس لئے بھی میں اس نتیجہ پر پہونچنے پر مجبور ہوں۔ میں یہ ماننے کو تیار ہوں کہ تم تھورسٹ جاسوس نہیں ہو۔ لیکن پھر بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ تم کون ہو؟"

"میں اپنے بارے میں پہلے ہی حقیقت کا اظہار کر چکا ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔ "میں اس کے سوا اور کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ امٹار کے چاروں طرف بادلوں کے غلاف کی وجہ سے آپ لوگ۔ یہ نہیں جان سکتے کہ بادلوں کے اس طرف کیا ہے"

اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ "ہمیں اس پر بحث نہیں کرنی چاہئیے۔ یہ سوچنا بھی سراسر فضول ہے کہ ہزاروں سال پرانی تھیوری غلط ہو سکتی ہے ہم تمہیں کسی دوسری قوم کا فرد تسلیم کرنے کو تیار ہیں اور جیسا کہ تمہارے لباس سے ظاہر ہے ہم یہ مان لینے کو تیار ہیں کہ تم کاربول کے کسی سرد ملک کے رہنے والے ہو۔ اب

تمہیں ہر جگہ آنے جانے کی اجازت ہے۔ لیکن یہاں رہتے ہوئے تمہیں ہمارے قوانین پر عمل کرنا ہو گا۔ اور تمہیں خود کفیل ہونا پڑے گا۔ تم کیا کام کر سکتے ہو؟

" میں نہیں کہہ سکتا کہ میں یہاں کے رہنے والوں سے انکے پیشوں میں مقابلہ کر سکوں گا۔ لیکن اگر مجھے موقع دیا جائے تو میں کوئی کام سیکھ سکتا ہوں"۔ میں نے کہا

" ایک طریقہ یہ ہے " جانگ نے کہا" کہ تمہیں ٹریننگ کے لئے کسی کے سپرد کر دیا جائے۔ اور اس دوران میں تم میرے محل میں دانوس کے ساتھ رہو"۔

اس موقع پر ڈوراں کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا " میں اسے اپنے گھر میں رکھنے اور ٹریننگ دینے کے لئے تیار ہوں اگر وہ ہمارے ساتھ ٹیرل جمع کرنے اور شکار کھیلنے کے لئے تیار رہو"۔

ٹیرل ایک ریشمی دھاگہ تھا جس کو یہ لوگ کپڑا بننے کے لئے استعمال کرتے تھے میں نے سوچا کہ ٹیرل جمع کرنا بہت آسان لیکن اکتا دینے والا کام ہو گا اسکے برعکس شکار کے لفظ نے مجھے دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا۔

اسکے علاوہ میں ڈوراں کی پیش کش کو ٹھکرانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ وہ ہی تھا جس نے دیباچہ میں پہلی رات میری جان بچائی تھی اور پھر کوئی بھی ذریعہ ہو مجھے بالآخر خود کفیل ہونا تھا اسلئے میں نے اس کی پیش کش قبول کر لی جس کے بعد جانگ نے دربار ختم کر دیا۔ میں نے دانوس کو الوداع کہی اور اس نے اصرار کیا کہ میں اس سے اکثر ملتا رہوں اور میں جانگ کے محل سے رخصت ہو کر ڈوراں اولتھا اور کاملوٹ کے ساتھ چل دیا۔ کیونکہ میرے دماغ میں جانے کے واقع کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ اس لئے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ مجھے اس لڑکی سے

ملتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی اسکی تصویر گھوم رہی تھی۔ اور جانگ کے محل کو چھوڑنے کا کوئی افسوس تھا تو یہ کہ شائد اب میں اسے نہ دیکھ سکوں گا۔

ایک بار پھر میں ڈوران کے مکان میں مقیم ہوگیا۔ لیکن اس بار مجھے ایک نسبتاً بڑا اور آرام دہ کمرہ دیا گیا تھا۔ کالموٹ میرا انچارج تھا۔ یہ دونوں بھائیوں میں چھوٹا تھا ایک سنجیدہ اور خاموشی پسند انسان جس کے جسم کی ساخت یہ کہے دیتی تھی کہ اس میں بے اندازہ قوت چھپی ہوئی ہے مجھے میرا کمرہ دکھا دینے کے بعد وہ مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا یہ ایک چھوٹا سا اسلحہ خانہ تھا۔ یہاں بہت سی برچھیاں تلواریں ڈھالیں خنجر اور کمانیں موجود تھیں اور اسکے علاوہ بے شمار تیر بھی۔ ایک کھڑکی کے سامنے ایک بڑی الماری رکھی تھی جس میں مختلف اوزار رکھے تھے۔ ایک دوسری الماری میں کمانیں تیر اور برچھے بنانے کا سامان پڑا تھا۔ کمرے کے بیچ میں ایک چھوٹی سی بھٹی بنی ہوئی تھی۔ اور اسکے چاروں طرف دھاتوں کے ٹکرے سلاخیں اور لوہے کی چادریں بکھری پڑی تھیں۔

"کیا کبھی تم نے تلوار کا استعمال کیا ہے" اس نے میرے لئے ایک تلوار منتخب کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں لیکن صرف مشق کے لئے" میں نے جواب دیا۔ ہم نے اپنی دنیا میں ایسے ہتھیار تیار کر لئے ہیں جن کے مقابلہ میں تلوار بالکل بے کار ہے۔ اس نے مجھ سے ان ہتھیاروں کی تفصیل پوچھی اور جب میں نے اسے آتشی اسلحہ کے بارے میں بتلایا تو وہ بہت متاثر نظر آتا تھا۔

"ایسا ہی ایک ہتھیار ہمارے اسٹار میں بھی پایا جاتا ہے"۔ اس نے کہا۔
"گو ہم یہاں اسے استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے استعمال کے لئے جو مادہ درکار ہے وہ صرف تھوڑ رسٹ ممالک میں پایا جاتا ہے۔"
"اس ہتھیار سے ایک ایسی شعاع خارج ہوتی ہے جو ہر جاندار شے کو ختم کر سکتی ہے لیکن کچھ دھاتیں ایسی ہیں جن پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ سامنے دیوار پر جو ڈھالیں رکھی ہوئیں ہیں ان پر وہی دھات چڑھا دی گئی ہے۔ یہ ڈھالیں اس ہتھیار سے بچاؤ کے لئے بہت کار آمد ہیں"
"یہ ہتھیار ہم نے ہی ایجاد کیا اور اب یہ ہمارے خلاف استعمال کیا جاتا ہے" اس کا لہجہ بہت پر افسوس تھا۔ "لیکن ان پیڑوں میں رہتے ہوئے ہم ہر طرح اپنا بچاؤ کر سکے ہیں۔ ایک تلوار اور خنجر کے علاوہ تمہیں ایک کمان تیروں اور ایک برچھی کی بھی ضرورت پڑے گی۔"
اس نے میرے لئے اسلحہ منتخب کرتے ہوئے کہا۔ ان ہتھیاروں میں جو برچھی اس نے میرے لئے منتخب کی وہ مجھے بہت عجیب نظر آئی اس کی لمبائی کچھ زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے سرے پر ایک کڑا لگا ہوا تھا جو گھوم سکتا تھا اور پکڑنے کی جگہ ایک سوراخ میں کافی لمبی رسی بندھی ہوئی تھی جس کے آخری سرے پر ایک پھندہ بنا ہوا تھا۔
"اس رسی کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ہم پیڑوں پر شکار کرتے ہیں اور اگر یہ رسی نہ ہو تو ہم بہت سی برچھیاں ضائع کرتے رہیں۔" اس نے جواب دیا
"لیکن یہ رسی بہت ہلکی اور کمزور معلوم ہوتی ہے" میں نے کہا۔

"یہ ٹیرل کی بنی ہوئی ہے" وہ مسکرایا
"اور یہ دس آدمیوں کا بوجھ بہ آسانی اٹھا سکتی ہے۔ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ٹیرل ایک بہت کارآمد اور قیمتی چیز ہے کل علی الصبح ہم ٹیرل جمع کرنے چلیں گے کیونکہ آج دن ختم ہونے کو ہے۔ اس لئے آج جانا فضول ہوگا۔"

شام کے کھانے پر زورو اور آلزو سے میری پھر ملاقات ہوئی۔ وہ بہت خوش اخلاق اور مہربان ثابت ہوئیں۔ اور ہم سب مل کر کافی دیر تک مشہور اور ہر دل عزیز سیابانی کھیل ٹارک کھیلتے رہے ٹارک ہماری دنیا کے پوکر سے کافی مشابہ ہے۔

اس رات میں بہت آرام سے سویا اور جب میری آنکھ کھلی تو صبح ہو رہی تھی میں نے فوراً بستر چھوڑ دیا کیونکہ کاملوٹ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ ہمیں علی الصبح روانہ ہونا پڑے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ ٹیرل جمع کرنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ایک ہلکے سے ناشتہ کے بعد جسے تیار کرنے میں میں نے کاملوٹ کو مدد دی تھی ہم چلنے کے لئے تیار ہو گئے کاملوٹ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنے ہتھیار ساتھ لے لئے ہیں
ہمیں اپنی تلوار اور خنجر ہر وقت اپنے ساتھ رکھنے چاہئیں" اس نے کہا۔
کیا گھر میں بھی؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ چاہے تم کہیں بھی ہو" اس نے جواب دیا۔
یہ نہ صرف دستور ہے بلکہ قانون بھی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ کب ہمیں اپنے گھر دل اپنے جانگ اور خود اپنے دفاع کے لئے طلب کر لیا جائے"
"میرا خیال ہے کہ بس تلوار اور خنجر ہی کافی ہے میں نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا

"اپنی برچھی بھی لے لو" اس نے مجھے ہدایت کی. کیونکہ ہم ٹیرل جمع کرنے جا رہے ہیں۔"
میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ٹیرل جمع کرنے کے لئے مجھے برچھی کی کیا ضرورت تھی
۔ لیکن میں نے اس کی ہدایت کے مطابق برچھی بھی ساتھ لے لی چلتے وقت
اس نے مجھے ایک تھیلا دیا جسے میں نے گلے میں لٹکا لیا۔
کیا یہ ٹیرل کے لئے ہے ؟" میں نے پوچھا۔
اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
میرے خیال میں تم بہت زیادہ جمع کرنے کی امید نہیں رکھتے۔" میں نے کہا۔
" ہاں تمہارا خیال صحیح ہے" اس نے جواب دیا۔" ہو سکتا ہے کہ بالکل ناکام لوٹیں
لیکن اگر ہم شام لوٹتے وقت یہ تھیلا بھر لائیں تو سمجھ لینا کہ ہمارا یہ دن بہت شاندار رہا۔"
میں نے پھر کچھ نہیں کہا. کیونکہ میں خود سوالات کرتے کرتے تنگ آ گیا تھا. میں
نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اس سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔
اگر ٹیرل اتنا ہی کمیاب تھا جتنا اس کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا تو مجھے امید تھی کہ
مجھے بہت دیر اس کو جمع کرنے کا اکتا دینے والا کام نہیں کرنا پڑیگا. میں سست
اور کاہل نہیں ہوں لیکن میں وہ کام پسند کرتا ہوں جس میں پھرتی کے ساتھ ساتھ حاضر
دماغی کی بھی ضرورت ہو۔
جب ہم بالکل تیار ہو گئے تو کاملوٹ مجھے لیکر ایک اوپر کی طرف جانیوالے زینے
پر چڑھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ اوپر کیوں جا رہا ہے لیکن میں کوئی سوال نہ کرنے کا
فیصلہ کر چکا تھا۔ اس لئے خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ مکان کی اوپر والی دونوں
منزلوں سے گذرنے کے بعد بھی ہم اوپر چڑھتے گئے اور آخر کار ایک جگہ رک کر کاملوٹ

نے ایک دروازہ کھولا اور ہم باہر نکل آئے یہ دروازہ گول تھا اور جن کواڑوں سے اسے بند کیا گیا تھا وہ بہت مضبوط تھے۔ اب ہم اسی پیڑ کی ایک شاخ پر کھڑے تھے جس کے اندر کاملوٹ کا مکان واقع تھا۔ کاملوٹ نے ایک چھوٹی سی چابی سے دروازہ میں تالہ لگا دیا۔ اب میں نے دیکھا کہ دروازہ اس طرح بنایا گیا تھا کہ باہر سے کسی شخص کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ دروازہ ہے۔

عین بندر کی جیسی چستی اور چالاکی سے کام لیتے ہوئے کاملوٹ نے اوپر چڑھنا شروع کیا اور میں نے اسی مضحکہ خیز طریقہ پر اس کی تقلید کی۔ اپنے دل میں میں دنیا کی کشش ثقل کا شکر گذار تھا۔ جو زمین سے کچھ کم ہے کوئی ایک سو فٹ اوپر چڑھنے کے بعد کاملوٹ ایک دوسرے درخت پر چلا گیا جس کی شاخیں اسی درخت کی شاخوں سے ملی ہوئی تھیں جس پر ہم اب تک چڑھ رہے تھے۔ دوسرے درخت پر پہونچنے کے بعد اس نے پھر اوپر چڑھنا شروع کر دیا اور میں اسکے پیچھے چلتا گیا اور اس طرح کافی دیر تک ایک درخت سے دوسرے درخت پر جانے کا یہ سفر جاری رہا۔ کبھی کبھی کاملوٹ رک کر کچھ سننے کی کوشش کرتا تھا۔ اور پھر اوپر چڑھنا شروع کر دیتا تھا۔ ہمیں یہ سفر کرتے ہوئے کوئی ایک گھنٹہ گذرا ہوگا کہ کاملوٹ معمول کے مطابق پھر ایک جگہ رکا۔ اور جب میں اس کے پاس پہونچا تو اس نے مجھے ہونٹوں پر انگلی رکھکر خاموش رہنے کی تاکید کی۔

"ٹیرل" اس نے سرگوشی میں ایک سامنے والے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں حیران تھا کہ اسے یہ بات سرگوشی میں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ سامنے جو کچھ مجھے نظر آیا وہ کسی بہت بڑے مکڑی کے جالے سے مشابہ تھا جس جگہ ہم کھڑے تھے وہاں سے اس کا فاصلہ کوئی بیس فٹ رہا ہوگا اور درمیان میں جھاڑ جھنکار ہونگی

وجہ سے وہ اچھی طرح نظر نہ آتا تھا۔

" اپنی برچھی سنبھال لو" کاملوٹ نے سرگوشی کی" اور پھندے میں اپنا ہاتھ ڈال لو میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ لیکن ذرا فاصلہ سے ممکن ہے تمہیں اپنی برچھی استعمال کرنا پڑے کیا وہ تمہیں نظر آتا ہے ؟"

" نہیں " میں نے کہا۔ ایک بہت بڑے مکڑی کے جالے کے سوا مجھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے سوا مجھے اور کیا نظر آنا چاہیئے تھا۔

" میں بھی اسے نہیں دیکھ سکا ہوں۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ چھپا ہوا ہو کبھی کبھی اوپر دیکھتے رہو تاکہ وہ تم پر اچانک حملہ نہ کر دے"

تو یہ تھا ٹیرل جمع کرنا جسے میں کوئی اکتا دینے والا کام سمجھا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا حقیقتاً ایسا نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ کاملوٹ اس جالے کی طرف بڑھتا گیا وہ خوف زدہ نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن وہ بہت محتاط تھا۔ جب ہم جالے کے قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ خالی تھا۔ کاملوٹ نے اپنا خنجر نکال لیا۔

" اب اسے کاٹنا شروع کر دو" اس نے کہا جالے کو ایک طرف سے کاٹتے چلے آؤ میں دوسری طرف سے کاٹتا ہوں لیکن اس کا خیال رکھنا کہ تم اس میں الجھ نہ جاؤ خاص طور پر اس وقت جب کہ وہ واپس آئے۔

" کیوں نہ ہم اس کے اندر چلے جائیں" میں نے کہا

کاملوٹ کچھ پریشان ہو گیا۔

" ہمیں اس کے اندر جانے کی کیا ضرورت ہے " اس نے پوچھا۔

ٹیرل جمع کرنے " میں نے جواب دیا

"تم اسے کیا سمجھتے ہو" اس نے جالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا
"ایک مکڑی کا جالہ"
"یہ ٹیرل ہے"
میرا خیال تھا کہ ٹیرل جالے کے اندر ہوگی اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ ٹیرل کیا ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے۔ ہمیں کاٹتے ہوئے چند منٹ گذرے ہونگے کہ ایک درخت پر مجھے سرسراہٹ معلوم ہوئی۔ کاملوٹ نے بھی اسے فوراً سن لیا
"وہ آرہا ہے۔ اس نے کہا" تیار ہو جاؤ" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا خنجر میان میں کر کے برچھی سنبھال لی اور میں نے اس کی تقلید کی۔
آواز آنی بند ہوگئی لیکن میں پیڑوں کے جھنڈ میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد سرسراہٹ پھر سنائی دی اور ہم سے کوئی ۱۵ گز کے فاصلہ پر ایک سر نمودار ہوا یہ ایک دیو قامت مکڑی کا سر تھا جو غیر معمولی طور پر خوفناک نظر آتا تھا جب اس نے یہ دیکھ لیا کہ اکی موجودگی ہم سے چھپی نہیں رہی تو اس نے ایک ایسی خوفناک چیخ ماری جو میں نے ایک مرتبہ پہلے بھی سنی تھی۔ تب میں نے اس آواز اس چہرے کو پہچان لیا۔ ایسی ہی ایک مکڑی نے وینس پر میری آمد کے پہلے دن میرا تعاقب کرنے والے جانور پر حملہ کیا تھا۔
"تیار ہو جاؤ" کاملوٹ نے کہا۔
"وہ حملہ کرنیوالا ہے۔" یہ الفاظ کاملوٹ کے ہونٹوں سے نکلے ہی تھے کہ خوفناک مکڑی ہماری طرف جھپٹی اس کا جسم اور اس کی ٹانگیں لمبے اور کالے بالوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور اس کی ہر آنکھ کے اوپر ایک پلیٹ جیسا پیلا نشان تھا۔

ہم پر حملہ کرتے ہوئے اس کی چیخیں جاری رہیں۔ شائد وہ اس طرح ہمیں خوف زدہ کرنا چاہتی تھی۔

کاملوٹ کا برچھی والا ہاتھ فضا میں لہرایا اور بھاری برچھی اس خوفناک بلا کے جسم میں اتر گئی۔ لیکن اس طرح اس کا حملہ رک نہ سکا۔ مکڑی نے مجھے ایک طرف چھوڑتے ہوئے کاملوٹ پر حملہ کیا تھا۔ جب وہ میرے پاس سے گذری تو میں نے بھی اپنی برچھی اس کے جسم میں اتار دی لیکن وہ اس سے بھی نہ رکی اور۔ میرے خدا!

اس نے کاملوٹ کو اس ٹہنے پر گرا دیا جس پر وہ کھڑا تھا۔ کاملوٹ اور مکڑی دونوں کے لئے پیر رکھنے کی جگہ کافی تھی۔ کیونکہ وہ دونوں اس کے عادی تھے لیکن میرے لئے یہ مقابلہ بہت خوفناک تھا۔ باوجود اس کے کہ پیڑ کے ٹہنے غیر معمولی طور پر چوڑے تھے اور اکثر شاخیں ایک دوسرے سے اس طرح ملی ہوئی تھیں کہ بہ آسانی پیر رکھا جا سکتا تھا لیکن میں پھر بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ اور پھر یہ سب سوچنے کا وقت ہی کہاں تھا اگر کاملوٹ اب تک مرا نہیں تھا تو اب اسکی موت یقینی تھی لہٰذا میں اپنی تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ فوراً وہ مڑی اور کاملوٹ کو چھوڑ کر میری طرف جھپٹی لیکن اب وہ بہت زخمی تھی اور بہ آسانی حرکت نہ کر سکتی تھی۔ میں نے اس خوفناک چہرے پر بھرپور وار کیا۔ اور ساتھ ہی کاملوٹ کی طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مر چکا ہے لیکن اسے دیکھنے کی مہلت کہاں تھی اگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت سے کام لیتا تو میری اپنی موت یقینی تھی۔ اور وہ خوفناک بلا جو میرے مقابل تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غیر معمولی قوت مدافعت رکھتی ہے۔ اس کے کئی زخموں سے بہت تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔ جنمیں سے دو زخم بہت گہرے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ بار بار میری طرف

جھپٹ رہی تھی تاکہ مجھے اپنے پنجوں سے پکڑ کر اپنے خوفناک جبڑوں تک کھینچ سکے۔
دیاجبہ کی تلوار ایک بہت تیز دودھارا ہتھیار اور اس کی چوڑائی قبضہ کے نزدیک کم اور نوک پر زیادہ ہوتی ہے۔ اور حالانکہ میں اس کا عادی نہیں تھا۔ لیکن اس موقع پر یہ ثابت ہو گیا کہ اس کی کاٹ بے نظیر تھی جیسے ہی مکڑی نے ایک پنجہ میری طرف بڑھایا میں نے ایک ہی وار سے اسے کاٹ ڈالا اس پر اس نے پہلے سے بھی زیادہ خوفناک چیخ ماری اور اپنی تمام قوت کو بروئے کار لاکر مجھ پر جھپٹی جیسا کہ آپ نے مکڑیوں کو اپنے شکار پر جھپٹے دیکھا ہو گا۔ میں نے پھر اس پر وار کیا اور پیچھے ہٹا لیکن وہ مجھ پر آپڑی اور میں گرتے گرتے اپنی تلوار اسکے سر میں بھونک دی اس کے گرنے سے جس شاخ پر میں کھڑا تھا نیچے لڑھک گیا۔ خوش قسمتی سے چھوٹی چھوٹی شاخوں کی موجودگی میری مددگار ثابت ہوئی اور دس پندرہ فٹ نیچے ہی میں ان میں سے ایک کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں ابھی تک ہر طرح محفوظ تھا اور مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی للٰہذا میں نے پھر تلوار سنبھال کر اوپر چڑھا تاکہ کاملوٹ کو جو اب وہاں اکیلا تھا مکڑی کے حملہ سے بچا سکوں لیکن اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔ مکڑی مر چکی تھی اور کاملوٹ بھی
میں نے اس کی نبض دیکھی اور دل کی حرکت کو محسوس کیا لیکن نبض اور دل کی حرکت دونوں بند ہو چکیں تھیں میرا دل ڈوبنے لگا۔ نہ صرف میں نے اپنے ایک دوست کو کھو دیا تھا بلکہ میں جانتا تھا کہ اب میں دیاجبہ کے اس شہر میں کبھی واپس نہ پہونچ سکوں گا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ میری اپنی زندگی صرف اس پر منحصر ہے کہ میں واپس کاملوٹ کے گھر پہونچنے کا راستہ تلاش کر لوں میں نیچے اتر سکتا تھا لیکن اس بات سے لاعلم تھا کہ ابھی تک میں شہر کے

اوپر ہوں یا نیچے اور مجھے شک تھا کہ ایسا نہیں ہے۔

تو یہ تھا ٹیرل جمع کرنا جس کے بارے میں میں سمجھتا تھا کہ کوئی اکتا دینے والا کام ہوگا۔

کاملوٹ کی قبر پر

چونکہ یہاں تک آنے کا مقصد صرف ٹیرل جمع کرنا تھا اس لئے میں نے پہلے وہ کام ختم کیا جو ہتیناک مگرلسی کے حملے کی وجہ سے ادھورا رہ گیا تھا اور جسے میں اور کاملوٹ تقریباً کر چکے تھے۔

لیکن کاملوٹ کا کیا کیا جائے؟ یہ سوال حل طلب تھا۔ اس کی لاش وہیں چھوڑ دینے کا خیال بھی بڑا تکلیف دہ تھا گو ہماری رفاقت کا عرصہ بہت مختصر تھا لیکن اس چھوٹے سے وقفہ میں میں اسے پسند کرنے اور اپنا دوست سمجھنے لگا تھا۔ اس کی قوم نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا کم از کم اس کی لاش اس کے رشتہ داروں کے سپرد کرنا میرا فرض تھا۔ گو ایسا کرنا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا لیکن میں اپنی جیسی کوشش کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ خوش قسمتی سے میرا بدن کسرتی اور طاقتور ہے اور اس کے علاوہ وینس میں کشش ثقل ہماری دنیا سے کم ہے۔ یہ سب چیزیں میری مددگار ثابت ہوئیں تھوڑی سی مشکل مجھے کاملوٹ کو اپنی پشت پر باندھنے میں پیش آئی لیکن آخر کار میں اسے اس کی برچھی میں بندھی ہوئی رسی سے اپنی پشت پر باندھنے

میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ہتھیار بھی میں نے اس کے ساتھ باندھ دیئے کیونکہ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ آیا جب میں اسے اس کے رشتہ داروں کے سامنے پیش کروں گا تو اس موقع پر اس کے ہتھیار ساتھ ہونے ضروری ہیں یا نہیں۔

اگلے دس بارہ گھنٹے میرے لئے کسی بھیانک خواب کی مانند ہیں اپنے مردہ ساتھی کے جسم کا لمس اور یہ احساس کہ میں ایک اندیکھی دنیا کے اندیکھے خوفناک جنگل میں اکیلا ہوں میرے رونگٹے کھڑے کر دینے کو کافی تھا۔

وقت بہت آہستگی سے گذرتا رہا۔ اور برابر میں نیچے اترتا گیا۔ کاملوٹ کی لاش مجھے بہت بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ اپنی زندگی میں وہ قریب قریب ایک سو اسی پونڈ وزن رکھتا ہوگا لیکن اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا وزن ایک ٹن ہو۔

اب میں اتنا تھک چکا تھا کہ میری رفتار بہت آہستہ ہوگئی تھی ہر جگہ پیر یا ہاتھ ٹیکنے سے پہلے میں اچھی طرح اندازہ لگا لیتا کہ وہ ٹہنی یا شاخ میرا اور کاملوٹ کا وزن برداشت کر سے گی یا نہیں کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر کسی لمحہ میرا پیر پھسلا تو میں ان اتاہ گہرائیوں میں جا گروں گا جن کے بارے میں میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موت کا فرشتہ میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہو۔

میں شائد ہزاروں فٹ نیچے اتر چکا تھا لیکن اب تک شہر کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا۔ متعدد بار میں نے اپنے اردگرد نامعلوم متحرک اشیاء کی آہٹیں سنیں نہ معلوم وہ انسان تھے یا درندے یا وہ کونسی خوفناک بلائیں تھیں جن سے یہ جنگل آباد تھا کوئی دو مرتبہ میں نے ٹارگو کی وہ لرزا دینے والی چیخ بھی سنی۔

بعد ازاں معلوم ہوا کہ اس مکڑی کو ٹارگو کہا جاتا تھا۔

میں نے سوچا کہ اگر ان میں سے ایک اب مجھ پر حملہ کر دے تو . . . . . مگر نہیں میں یہ سوچ کر اپنے اعصاب کشیدہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے دوسرے معاملات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ اپنے بچپن کے دنوں کا تصور بڑا حسین تھا۔ جب میں ہندوستان میں اپنے ماں باپ کی شفقت اور محبت کے سایہ میں زندگی بسر کرتا تھا وہ دن بڑے خوبصورت تھے۔ پھر مجھے جمی دالش یاد آیا جو آخری لمحہ تک میرے ساتھ مریخ کے سفر پر جانے کے لئے مصر تھا۔ اور پھر مجھے وہ چہرہ یاد آگیا جو میں نے جانگ کے باغیچہ میں دیکھا تھا۔ یہ خیال باقی سب خیالوں سے زیادہ حسین اور یہ تصور باقی سب تصورات پر سبقت لیجانے والا تھا۔ وہ کون تھی؟ وہ کونسی طاقت تھی جو اسے مجھ سے بات کرنے یا مجھے دیکھنے سے روکتی تھی؟ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے لیکن میں نے جواب میں اپنی محبت اسے پیش کی تھی۔ حالانکہ یہ سراسر بیوقوفی تھی کہ ایسی لڑکی نہ جس کے نام سے میں واقف ہوں اور نہ کسی طرح کے حالات جس کے بارے میں مجھے معلوم تھے اور میں اس سے محبت کا دعویٰ کر بیٹھا تھا۔ لیکن نہیں مرا دل بے اختیار کہے دیتا تھا کہ یہ سچ ہے

شائد میں خیالات کی دنیا میں بہت کھو گیا اور لاپروائی سے نیچے اتر رہا تھا کہ اچانک میرا پیر پھسل گیا میں نے کوئی شاخ پکڑنے کی کوشش کی لیکن میرا اور لاش کا وزن مل کر اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ میری ہر کوشش بیکار ثابت ہوئی اور میں نیچے گرتا گیا۔ لیکن زیادہ سے زیادہ پچاس فٹ نیچے میں اچانک کسی چیز سے ٹکرایا اور رک گیا میرے نیچے نرم پتوں کا فرش بنا ہوا تھا جس سے ٹکرا کر مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی پھر اچانک کوئی چیز مجھے اپنے گرد لپٹی ہوئی محسوس ہوئی وینس کی راتیں گو بہت تاریک ہوتی ہیں لیکن میں اندھیرے میں دیکھنے کا عادی ہو چکا تھا چنانچہ میں

نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور جو کچھ مجھے نظر آیا وہ میرے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی تھا میں اٹھارکی اس ہیبتناک مکڑی ٹارگو کے جالے میں جا گرا تھا۔ اور نہ صرف جا گرا تھا بلکہ اس کے جال میں اچھی طرح پھنس چکا تھا کئی بار میں نے اس جال سے نکلنے کی کوشش کی لیکن بے سود جتنا میں اس سے نکلنے کی کوشش کرتا اتنا ہی وہ میرے گرد اور لپٹا جاتا۔

میری حالت بڑی خطرناک تھی لیکن ایک لمحہ بعد وہ اور بھی خطرناک ہو گئی جب میں نے دیکھا کہ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر وہ خوفناک ٹارگو موجود ہے۔

میں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اس سے اس جال کو کاٹنا شروع کیا جو میرے گرد لپٹا ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ میں ٹارگو کی طرف بھی دیکھتا جاتا تھا جو آہستگی سے میری طرف بڑھ رہی تھی۔

مجھے خیال آیا کہ وہ مکھی جو ہماری دنیا میں مکڑی کے جال میں پھنس جاتی ہے شائد اسی طرح جان بچانے کی جدوجہد کرتی ہوگی جیسی اس وقت میں کر رہا ہوں جس جال میں میں پھنسا ہوا تھا وہ کسی طرح مجھ سے الگ نہ ہوتا تھا اور وہ خوفناک بلا میرے قریب آتی جا رہی تھی۔

لیکن میں نے سوچا میں کوئی مکھی نہیں ہوں جو آسانی سے لقمۂ تر بن جاؤں میرے پاس ایک تلوار ہے اور ایک سوچنے والا دماغ میں کسی مکھی کی طرح نہیں مر سکتا۔

ٹارگو قریب اور قریب آتی گئی میرا خیال ہے کہ اسے یہ اطمینان تھا کہ میں بچ کر نہیں جا سکتا لہٰذا اسے کوئی جلدی نہیں تھی اور نہ ہی وہ اپنی خوفناک چیخ سے مجھے خوفزدہ کرنا چاہتی تھی اس لئے وہ بے آواز میری طرف بڑھتی رہی۔ اور اچانک کوئی دس

فٹ کے فاصلے سے اس نے جھپٹ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ اور اپنی آٹھ بال دار ٹانگوں
کی مدد سے وہ انتہائی تیز رفتاری سے مجھ پر آپڑی۔ .... لیکن
اسے میری خوش قسمتی کہئے یا کوئی معجزہ کہ میری تلوار اس کے دماغ کے آر پار
ہوگئی اور جب وہ بیجان ہو کر میرے قدموں میں آرہی تو میں اپنی آنکھوں
کی درستی پر شک کرنے لگا۔

لیکن یہ حقیقت تھی جو میں دیکھ رہا تھا۔ ٹارگو مر چکی تھی اور میں
زندہ تھا۔

ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میں اس جال کو کاٹنے میں مصروف ہوگیا جو میرے گرد
لپٹا ہوا تھا اور چار یا پانچ منٹ بعد آزاد ہو کر پیڑ کی ایک شاخ پر بیٹھ گیا۔ پندرہ منٹ
تک میں اس شاخ پر بیٹھا دم لیتا رہا کیونکہ اس تازہ ناگہانی آفت نے مجھے بہت
تھکا دیا تھا اور پھر میں نے نیچے اترنے کا سفر شروع کر دیا۔ جس کی منزل نامعلوم تھی
کون کونسے خطرات اس خوفناک جنگل میں مجھے درپیش تھے میں اندازہ بھی نہیں
کرسکتا تھا لیکن یہ میں جانتا تھا کہ اس مہیب جنگل میں اور بھی خوفناک جانور یقیناً
ہوں گے کیونکہ ٹارگو کے وہ خوفناک جالے جن میں ایک بیل با آسانی سما سکتا تھا یقیناً
صرف آدمی کے لئے نہیں بنائے گئے تھے۔ اور پھر مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میری اپنی دنیا
میں خوفناک درندے صرف رات کو شکار کھیلتے اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں یقیناً یہاں
بھی ان کا یہی دستور ہوگا۔

میں نیچے اور نیچے اترتا گیا۔ اور اس حالت میں کہ ہر لمحہ مجھے یہ محسوس ہوتا تھا
کہ اب میرے ہاتھ پیر جواب دے جائیں گے اور اب میں ان اتاہ اور تاریک گہرائیوں

میں گر پڑوں گا جو میرے نیچے منہ پھاڑے ہوئے تھیں
ٹاگو سے مقابلے کے بعد میرے اعصاب بڑی حد تک جواب دے گئے تھے۔
لیکن پھر بھی میں رکنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی سوچ رہا تھا
کہ آخر میں کب تک اس طرح اتر سکوں گا کبھی نہ کبھی میری قوت ضرور جواب دے جائیگی
اور پھر...... لیکن میں نیچے اترتا گیا۔

قریب تھا کہ میرے لرزتے ہوئے پیر پھسل جائیں اور قریب تھا کہ میرے ہاتھوں کی
انگلیاں ان شاخوں کو چھوڑ دیں جنھیں میں پکڑے ہوئے تھا کہ میرے پاؤں زمین سے
ٹکرائے۔ میرا تھکا ہوا دماغ یہ یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھا کہ یہ حقیقت ہے لیکن آخر
کار جب میں نے نیچے اور اپنے چاروں طرف دیکھا تو مجھے یقین آگیا کہ میں زمین پر کھڑا
ہوں جس پر وینس کے یہ دیو ہیکر درخت اگے ہوئے تھے وینس پر پورا ایک ماہ گذارنے
کے بعد میرے پیر اسکی سطح سے مس ہوئے تھے۔

میرے چاروں طرف ان دیو ہیکر درختوں کے ناقابل یقین حد تک چوڑے
تنے پھیلے ہوئے تھے اور میرے پیروں کے نیچے سوکھے ہوئے پتوں کی تہ جمی ہوئی تھی
ان رسیوں کو کھول کر جن سے کاملوٹے کا جسم میری پشت سے بندھا ہوا تھا
میں نے اسے زمین پر لٹا دیا۔ اور خود بھی اس کے برابر لیٹ گیا اور چند لمحوں بعد گہری
نیند نے مجھے اپنے اطراف سے بے خبر کر دیا۔

جب میں بیدار ہوا تو دن کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی۔ اور میرے چاروں
طرف ایک خوبصورت نظارہ تھا اگر میں اس کی تفصیل بتانا شروع کردوں تو مجھے ڈر ہے
کہ میری یہ داستان ادھوری رہ جائے گی اور مجھے شک ہے کہ اس پر کوئی یقین

نہ کریگا۔ لیکن پھر بھی اگر میں اس منظر کا ذکر چھوڑ دوں تو میری اس وقت کی حالت کا اندازہ کرنا ان سطور کے پڑھنے والے کے لئے مشکل ہوگا۔

وہ خوبصورت نظارہ وہ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے دیو پیکر درختوں کے تنے اور زمین پر سوکھے ہوئے پتوں کا فرش۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں ایک دنیا میں اکیلا ہوں۔ اور در اصل ان درختوں کی غیر معمولی بلندی کو دیکھتے ہوئے ان کے وہ عظیم الشان تنے کچھ غیر مناسب نہ تھے۔ ان درختوں میں اکثر کی اونچائی جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا سطح زمین سے چھ ہزار فٹ تک تھی اور ان میں سے اکثر کی چوٹیاں وینس کے گرد چھائے ہوئے بادلوں کے اندرونی غلاف میں چھپی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک کے تنے کے گرد چکر لگایا۔ اور اس چکر میں میں نے ایک ہزار قدم گنے جس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً اس درخت کے تنے کا قطر ایک ہزار فٹ ہوگا

علم نباتات اور طبیعات کی جو معلومات مجھ کو ہے اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ ان دیو پیکر درختوں کی اس غیر معمولی اونچائی کے صرف دو اسباب ہو سکتے ہیں اول یہ کہ ان کی چوٹیاں بادلوں کے غلاف میں چھپی ہوئی ہیں اس لئے انھیں کاربوہائیڈریٹ بہت عظیم مقدار میں بہم پہونچتا تھا اور دوسرے یہ کہ وینس میں کشش ثقل ہماری دنیا کے مقابلے میں کم ہے اس لئے وہ آسانی سے اوپر کی طرف بڑھ سکتے تھے۔

یہاں میں یہ کہدینا چاہتا ہوں کہ یہ سب باتیں میں نے اس وقت نہیں سوچی تھیں جب میں نے پہلی بار وینس کی سطح پر قدم رکھا۔ اس وقت یہ سب سوچنے کا موقع ہی کہاں تھا۔

اس وقت میرے ذہن میں صرف دو سوالات تھے پہلا یہ کہ اب مجھے کیا کرنا

چاہیئے اور دوسرا یہ کہ غریب کاملوٹ کی لاش کو کس طرح ٹھکانے لگایا جائے

میں نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی تھی کہ اس کی لاش کو اس کے عزیزوں اور اس کی قوم تک پہنچا دوں لیکن اپنی اس کوشش میں مجھے ناکامی ہوئی تھی مجھے یقین تھا کہ اس جنگل کی عظیم وسعتوں میں میں کاملوٹ کے شہر کو تلاش نہ کر سکوں گا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اس کی لاش کو دفن کر دوں۔

چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسے دفن کر دینا چاہیئے۔ پتوں کی تہ زمین پر ایک فٹ سے زیادہ تھی کچھ دقت سے میں نے ایک جگہ زمین صاف کی تو معلوم ہوا کہ وہ کافی زرخیز اور پولی ہے۔ اپنی برچھی سے میں قبر کھودتا گیا اور ہاتھوں سے مٹی نکالتا گیا اور میرا خیال ہے کہ میں نے بہت کم عرصہ میں ایک عمدہ قبر تیار کر لی جس کی لمبائی چھ فٹ اور چوڑائی دو فٹ اور گہرائی تین فٹ تھی پیڑوں سے گرے ہوئے کچھ تازہ پتے جو کافی نرم تھے میں نے اس کی تہ میں بچھا دیئے۔ اور کچھ جمع کر لئے تاکہ کاملوٹ کو لٹا دینے کے بعد اس پر پھیلا دوں۔

اس دوران میں جب میں ان کاموں کو مکمل کرنے میں مصروف تھا وہ دعا یاد کرنے کی کوشش کرتا گیا جو میرے ہم مذہب مردوں کو دفناتے وقت پڑھتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے دل میں یہ سوچ کر متحیر تھا کہ دنیا میں شائد یہ پہلا شخص ہوگا جو کسی مذہب کے عقائد کے مطابق دعا پڑھنے کے بعد دفن کیا جائیگا۔

ان تیاریوں سے فارغ ہونے کے بعد میں لاش کی طرف مڑا تاکہ اسے قبر میں لٹا دوں لیکن جب میں نے اسے اٹھایا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک گرم ہے۔ میں حیران تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے ایک ایسا آدمی جسے مرے ہوئے اٹھارہ گھنٹے گذر چکے اس کی لاش

یقیناً سرد ہونا چاہیے۔ میں نے جھک کر اپنا کان اس کے سینے پر لگایا لیکن میرے خدا!
اس کا دل حرکت کر رہا تھا۔ اپنی زندگی میں کسی موقع پر میں نے اتنی خوشی محسوس نہ کی تھی
میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مجھے نئی زندگی مل گئی ہو۔ اب
میرا دل نئے ولولوں اور تمناؤں سے معمور تھا اب میں اس خوفناک جنگل کی لامحدود
وسعتوں میں تنہا نہیں تھا لیکن کاملوٹ کیسے مر کر زندہ ہو گیا تھا اور اب مجھے ہوش
لانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ یہ سوالات غور طلب تھے۔

میں نے اس کے جسم کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ اس کے سینے پر دو زخم تھے لیکن وہ
زیادہ گہرے نہیں تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ان سے کچھ زیادہ خون نہیں نکلا غور سے
دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ان کی رنگت سیاہ نہیں ہے جیسی کے زخموں کی رنگت اٹھارہ
گھنٹے بعد ہونی چاہیئے۔ بلکہ ان پر جمے ہوئے خون کا رنگ کچھ سنہری مائل ہو گیا تھا
حالانکہ بظاہر اس کا کچھ مطلب نہیں نکالا جا سکتا تھا لیکن فوراً مجھے یاد آیا میں نے
کہیں پڑھا تھا کہ مکڑیاں اپنے شکار کو ایک زہر کے ذریعہ مفلوج اور ساکت کر دیتی
ہیں صاف ظاہر ہے کہ ٹارگوتے کاملوٹ کے جسم میں اپنے کسی ڈنک کے ذریعہ اس
قسم کا کوئی زہر داخل کر دیا جس سے وہ وقتی طور پر مفلوج ہو گیا تھا۔

اب میں نے اس کے جسم پر فرسٹ ایڈ کے طریقے آزمانے شروع کیے اور میرا خیال
ہے کوئی آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد وہ ہوش میں آنے لگا۔ پہلے اس نے ایک طویل
سانس لیا پھر اسکی پلکوں میں حرکت پیدا ہوئی اور آخر کار اس نے آنکھیں کھول دیں
پہلے وہ بے مدعا خلا میں گھورتا رہا جس سے میں سمجھا کہ شائد زہر کا اثر اس کے
دماغ پر بھی ہوا ہے۔ لیکن نہیں میرا خیال غلط تھا دوسرے لمحے اس نے میری طرف

بننے کو بھلا میں کیونکر چھوڑ سکتا تھا؟"

"میں تمہارا یہ سلوک نہ بھلا سکوں گا" اس نے آہستگی سے کہا۔ پھر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن مجھے سہارا دینا پڑا۔

میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا" اس نے مجھے یقین دلایا "صرف تھوڑی سی ورزش کی ضرورت ہے۔ ٹارگو کے زہر کا اثر چوبیں گھنٹے میں بغیر کسی علاج کے اتر جاتا ہے جو طریقے تم نے مجھے ہوش میں لانے کے لئے استعمال کئے ہیں ان سے زہر کا اثر کچھ پہلے ہی زائل ہو گیا ہے"

وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف دیکھا ساتھ ہی اس کی نظر اپنے ہتھیاروں پر پڑی اور وہ حیرت سے چلا اٹھا۔

"تم یہ بھی ساتھ لے آئے! تم دوستوں کے لئے یقیناً جانگ کی حیثیت رکھتے ہو"

اپنی تلوار کی پیٹی کمر میں باندھ لینے کے بعد اس نے برچھی اٹھالی اور ہم دونوں روانہ ہو گئے کالموٹ نے مجھے بتایا کہ خاص خاص درختوں کے تنوں پر خفیہ نشانات بنے ہوئے ہیں اور اگر ایسا کوئی درخت راستے میں آ گیا تو ہم یقیناً اپنے معلق شہر میں پہنچ جائیں گے۔

"ہم کبھی کبھی زمین پر اترتے ہیں" اس نے کہا۔

"کبھی کبھی کچھ لوگ تجارت کی غرض سے اترتے اور ساحل کی طرف جاتے ہیں تاکہ ان قوموں کے جہازوں سے خرید و فروخت کر سکیں جن سے ہمارے تھوڑے بہت تعلقات ہیں۔ تھورازم بہت دور دور تک پھیل گیا ہے اور بہت کم قومیں

دیکھا اور سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا ہوا" ایک لمحہ کے لئے رک کر جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہنے لگا۔

" اوہ یاد آیا۔ ٹارگو نے مجھ پر حملہ کیا تھا "

میرے بازو کا سہارا لیکر وہ اٹھکر بیٹھ گیا اور پھر چاروں طرف دیکھ کر مجھ سے پوچھا " ہم کہاں ہیں "

" ہم زمین پر ہیں لیکن کس جگہ یہ نہیں جانتا " میں نے جواب دیا

" تم نے ٹارگو سے میری جان بچائی " اس نے پھر کہا " کیا تم نے اسے مار ڈالا؟ لیکن تم نے ضرور مار ڈالا ہو گا۔ ورنہ تم خود زندہ نہ ہوتے "

" مجھے بتاؤ کہ میرے بیہوش ہو جانے کے بعد کیا ہوا ؟ "

میں نے اسے مختصراً سب بتایا اور کہا

" میں نے تمہیں واپس تمہارے شہر پہونچانے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا اب میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تمہارا شہر کہاں واقع ہے "

" یہ کیا ہے " اس نے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

" یہ تمہاری قبر ہے " میں نے جواب دیا " میرا خیال تھا کہ تم مر چکے ہو "

" اور تم ایک لاش کو ساتھ لئے آدھا دن اور آدھی رات سفر کرتے رہے لیکن کیوں ؟ "

" میں تمہارے ملک کے دستور سے واقف نہیں تھا " میں جواب دیا " لیکن تمہارا خاندان مجھ پر مہربان رہا تھا اور ان کی مہربانی کے عوض میں نے سوچا کہ تمہاری لاش ان تک پہونچا دوں اس کے علاوہ ایک دوست کے جسم کو درندوں کی خوراک

ایسی ہیں جو اس کی دست برد سے بچی ہوں۔ کبھی کبھی ہم باسٹو کا شکار کرنے کے لئے نیچے اترتے ہیں۔ اس کا گوشت اور کھال بہت کار آمد چیزیں ہیں"۔

"یہ باسٹو کیا چیز ہے" میں نے پوچھا۔

"باسٹو ایک بہت بڑا اور طاقت ور جانور ہے اس کے دانت بہت خطرناک ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ اس کے سر پہ چند سینگ بھی ہوتے ہیں جن سے وہ کسی بھی جاندار کو مار سکتا ہے۔ اونچائی میں وہ کسی طویل القامت آدمی کے برابر ہوتا ہے اور میں نے کئی ایسے باسٹو شکار کئے ہیں جن کا وزن ۳۶۰۰ ٹاب کے قریب تھا"

ٹاب امثار کا وزن کا پیمانہ ہے جو ایک انگریزی پونڈ کے ایک تہائی کے برابر ہوتا ہے اور امثار میں ہر جگہ رائج ہے تمام اوزان ٹاب میں لکھے جاتے ہیں اور اس سے کم کے لئے وہ اعشاریہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ مجھے اپنی دنیا کے طریقہ سے زیادہ آسان نظر آتا ہے۔ جہاں گرین۔ گرام۔ اونس۔ پونڈ۔ ٹن اور اسی قسم کے دوسرے پیمانے رائج ہیں۔

کاملوٹ کی بتائی ہوئی تفصیل سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ باسٹو (Basto) ایک بہت بڑے بیل کی طرح کا جانور ہوگا جو درندوں جیسے جبڑے رکھتا ہوگا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اپنے بارہ سو پونڈ کے وزن میں وہ یقیناً بہت طاقتور جانور ہوگا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسے شکار کرنے کے لئے کون سے ہتھیار استعمال کئے جاتے ہیں۔

کچھ لوگ تیروں سے اور کچھ برچھیوں سے اس کا شکار کرتے ہیں"۔ اس نے مجھے بتایا۔

"کیا وہ بہت خطرناک ہے" میں نے پوچھا۔

" ہاں - جب باسٹو نظر آتا ہے تو اکثر شکار کرنے والا خود بھی شکار ہو جاتا ہے لیکن ہم اس وقت باسٹو کا شکار نہیں کر رہے ہیں اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا نشان مل جائے جس سے میں یہ اندازہ لگا لوں کہ ہم کہاں ہیں "

ہم درختوں کے درمیان سے گذرتے رہے اور ان نشانات کی تلاش کرتے رہے جن کے بارے میں کاملوٹ نے مجھے تفصیل سے بتایا تھا کہ وہ کہاں پائے جا سکتے ہیں۔ ان نشانات کا پانا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ بہت پوشیدہ طریقہ پر بنائے جاتے ہیں لیکن اس سے یہ فائدہ بھی ہے کہ ان کا کوئی دشمن ان نشانات کو نہیں پا سکتا۔

ان نشانات کو لگانے میں ان لوگوں نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اور سوائے کسی دیاجن کے کوئی اور اس سے کوئی مطلب اخذ نہیں کر سکتا تھا۔ ہر ایک نشان ایک خاص اہمیت کا حامل تھا اور اس کو دیکھتے ہی یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ دیکھنے والا جزیرہ میں کس مقام پر ہے ہر ایک نشان ایک باقاعدہ محکمہ کی طرف سے ڈالا گیا تھا۔ اور تمام نشانات کو ایک خاص نقشہ پر واضح کیا گیا تھا اور ان کے نمبر بھی نقشہ پر لکھے گئے تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی شخص نیچے اترے۔ اسے اس نقشہ کو حفظ کرنا پڑتا تھا اور کاملوٹ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اگر ہم صرف ایک نشان پانے میں کامیاب ہو جائیں تو نہ صرف یہ کہ وہ سمت کا اندازہ لگا سکتا ہے بلکہ یہ بات کہ ہم جزیرہ پر کس جگہ پر ہیں اور شہر ہم سے کتنی دور ہے بہ آسانی

معلوم کی جا سکتی ہے۔

جنگل میں اکتا دینے والی یکسانیت پائی جاتی تھی وہاں کئی طرح کے درخت تھے کچھ ایسے تھے کہ ان کی شاخیں زمین سے ملی ہوئی تھیں اور کچھ ایسے تھے جن کے تنوں پر سینکڑوں فٹ تک کوئی شاخ اگی ہوئی نہ تھی۔ ان کے تنے اتنے چکنے تھے کہ شیشے کا گمان ہوتا تھا۔ اور اس طرح سیدھے کھڑے تھے جیسے کسی جہاز کا مستول اور جہاں تک آنکھ دیکھ سکتی تھی ان پر کوئی شاخ نظر نہیں آتی تھی۔ کاملوٹ نے مجھے بتایا کہ اس قسم کے درختوں پر جو کچھ تھوڑی بہت شاخیں اگتی ہیں وہ صرف بادلوں کے غلاف ہیں۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کبھی تم بادلوں تک گئے ہو اس کے جواب میں اس نے بتایا کہ وہ اپنے اندازے کے مطابق سب سے اونچے درخت کی چوٹی تک گیا ہے لیکن اس کوشش میں وہ قریب قریب ٹھٹھر گیا تھا۔

"ہم ان ہی درختوں سے اپنی ضرورت کے لئے پانی حاصل کرتے ہیں"۔ اس نے مجھے بتایا۔ درختوں کی چوٹیوں سے ایک خاص نالی کے ذریعہ پانی بہ کر ان کی جڑوں تک پہونچتا ہے اور پھر دوبارہ اسی نالی کے ذریعہ ان کی غذا نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے۔ اس نالی کو کہیں سے کاٹ کر ہم بہت صاف اور تازہ پانی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ قدرت کا ایک بہترین تحفہ ......"

"کوئی چیز اس طرف آرہی ہے کاملوٹ" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بھی اس کی آہٹ سن رہے ہو"

اس نے ایک لمحہ تک غور سے سنا اور کہا "ہاں"۔ ہمیں کسی درخت پر

چڑھ جانا چاہیے نمعلوم وہ کیا چیز ہو۔ یہ کہکر وہ ایک قریبی درخت پر چڑھ گیا اور میں نے
اس کی تقلید کی۔ اور پھر ہم آنے والی شے کا انتظار کرتے رہے اب میں اس کی آہٹ
کو بہ آسانی سن سکتا تھا وہ شے قریب آتی جا رہی تھی۔ پتوں کے نرم فرش پر گو اسکی
آہٹ بہت کم ہوتی تھی لیکن پھر بھی ہم اس آہٹ کو سن سکتے تھے۔ وہ قریب اور قریب
آتی گئی اور تب اچانک ایک بہت بڑا سر ہم سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت کے تنے کے
پیچھے سے نمودار ہوا۔

"باسٹو" کاملوٹ نے آہستگی سے کہا لیکن یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی میں پہلے
ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ باسٹو ہی ہو سکتا ہے۔ سر کے اوپر سے اس کے سینگ اسے کسی امریکن
بیل سے مشابہ کرتے تھے۔ اس کی گردن اور پیشانی گھومے ہوئے بالوں سے ڈھکی ہوئی
تھی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی اور سرخی مائل تھیں۔ انکی جلد کی رنگت ہلکی نیلی اور قریب قریب
ہاتھی کی طرح تھی اور اس کے سر اور گردن کے علاوہ باقی جسم پر کوئی بال نہیں تھا گردن
کے قریب اس کی اونچائی زیادہ تھی وہ بتدریج اس کے پچھلے حصہ کی طرف کم ہوتی چلی
گئی تھی۔ "یہ ہمارا کھانا ہے جو قدرت نے بھیجا ہے" کاملوٹ نے کہا باسٹو رک گیا اور
میرے ساتھی کی آواز سنکر ادہر ادہر دیکھنے لگا۔

"باسٹو کا گوشت بہت مزیدار ہوتا ہے" کاملوٹ نے مجھ سے کہا۔ "اور ہم نے
عرصہ سے کچھ نہیں کھایا۔ اس کے گوشت کا بھنا ہوا پارچہ اپنا جواب نہیں رکھتا۔"
میرے منھ میں پانی بھر آیا "آؤ" میں نے کہا۔ اور نیچے اترنے لگا۔ میری برچھی میرے
ہاتھ میں تھی۔

"ٹھہرو" کاملوٹ نے کہا "تم نہیں جانتے کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

باسٹو نے ہمیں دیکھ لیا تھا اور اب ہماری طرف بڑھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس بری طرح چنگھاڑ رہا تھا کہ اسکی آواز کے سامنے کسی شیر کی چنگھاڑ ماند تھی۔ اس کی آوازوں سے زمین ہل رہی تھی۔

"وہ غصّہ میں معلوم ہوتا ہے" میں نے کہا۔ "لیکن اگر ہم اسے کھانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے شکار کرنا ہوگا۔" لیکن اگر ہم درخت میں چھپے بیٹھے رہے تو ہم اسے کبھی شکار نہ کر سکیں گے۔"

"میں درخت میں نہیں چھپا رہوں گا۔"

کالوٹ نے جواب دیا۔ "لیکن تم یہیں رہو گے۔ کیونکہ تم اسے شکار کرنے کا طریقہ نہیں جانتے اور شائد اسے شکار کرنے کی کوشش میں نہ صرف تم اپنے آپ کو خطرے میں ڈالو گے بلکہ میرے لئے بھی دردسری کا باعث بنو گے۔ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرو اور میں باسٹو کو دیکھتا ہوں۔"

یہ پلان مجھے قطعی پسند نہ تھا۔ لیکن ساتھ ہی میں کالوٹ کی برتری کا اعتراف کرنے پر مجبور تھا۔ کہ یہاں کے بارے میں اسے میری بہ نسبت زیادہ معلومات حاصل ہے لیکن میں ضرورت پڑنے پر اس کی مدد کرنے کے لئے ہر وقت تیار تھا۔

اس نے اپنی برچھی نیچے گرادی اور اس کی بجائے ایک درخت کی ہری شاخ اپنے ہاتھ میں لے لی اس کے بعد وہ فوراً ہی نیچے نہیں اترا۔ بلکہ درختوں پر چلتا ہوا باسٹو کے پیچھے پہونچ کر نیچے اتر گیا۔ وہ مجھ سے کہہ گیا تھا کہ میں درندے کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھوں لہذا میں جس پیڑ پر بیٹھا ہوا تھا اس کی ایک شاخ کو زور زور سے ہلاتے ہوئے زور زور سے چیخ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ باسٹو کے پیچھے کوئی دس فٹ کے فاصلہ پر کھڑا ہے اس کے ایک ہاتھ میں اسکی تلوار اور دوسرے ہاتھ میں وہی ہری شاخ تھی اس کی برچھی اس سے کافی فاصلہ پر پڑی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر باسٹو نے اسے دیکھ لیا تو اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے میں نے اور زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ تاکہ باسٹو کی توجہ میری طرف رہے۔ یہاں تک کہ کالموٹ نے چلا کر مجھے خاموش ہو جانے کے لئے کہا میں نے سوچا شائد وہ پاگل ہو گیا ہے کہ اس طرح چلا کر باسٹو کو اپنی موجودگی سے باخبر کر رہا ہے جیسے ہی کالموٹ نے مجھے پکارا درندہ اسکی طرف مڑ گیا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے کھڑا کالموٹ کی طرف دیکھتا رہا۔ ——

—— اور پھر اس کی طرف جھپٹا۔ اب میرے لئے مزید انتظار مشکل تھا میں بھی زمین پر کود گیا۔ تاکہ اس پر پیچھے سے حملہ کر سکوں اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اتنی تیزی سے ہوا کہ میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ میں نے دیکھا کہ باسٹو نے اپنا سر نیچے جھکا کر کالموٹ پر حملہ کیا جو صرف دس فٹ کے فاصلہ پر بے حرکت کھڑا تھا۔ میں اس لمحہ جب میرا خیال تھا کہ وہ زبردست سینگ کالموٹ کے جسم کے آرپار ہو جائیں گے۔ میں نے دیکھا کہ کالموٹ نے وہ ہری شاخ درندے کے جبڑے کی طرف بڑھا دی۔ اور خود ایک طرف ہٹ گیا اور ساتھ ہی اسکی تلوار قبضہ تک باسٹو کے جسم میں اتر گئی۔ باسٹو رک گیا۔ ایک لمحہ تک وہ ساکت کھڑا رہا اور پھر کالموٹ کے قدموں میں مردہ ہو کر گر گیا۔

تحسین و آفرین کا ایک نعرہ میرے ہونٹوں پر تھا۔ کہ اچانک میری نگاہ اوپر اٹھ گئی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اوپر کیوں دیکھا تھا شائد میری چھٹی حس مجھے خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ کالموٹ کے کارنامے

اور باسٹو کے مردہ جسم کی طرف سے میری توجہ ہٹا دینے کے لئے کافی تھا۔

میرے خدا! پہلے میں انگریزی میں۔ اور پھر امسٹار کی زبان میں چلایا۔

"کاملوٹ دیکھو وہ کون ہیں"

عرشہ جہاز پر

اپنے سروں کے عین اوپر میں نے جنہیں دیکھا وہ پہلی نظر میں پانچ بہت بڑے پرندے معلوم ہوئے لیکن فوراً ہی میں جان گیا کہ وہ پردار انسان ہیں۔ وہ تلواروں اور خنجروں سے مسلح تھے اور ہر ایک کے پاس ایک رسی تھی جس کے سرے پر تار کا بنا ہوا پھندہ منسلک تھا۔

"وولمنگان (پردار انسان)" کالموٹ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور عین اسی وقت وہ پھندے ہمارے گرد کس گئے۔ ہم نے اپنے آپ کو آزاد کرنے اور اپنی تلواروں سے پھندوں کو کاٹنے کی کوشش کی لیکن تلواروں نے تاروں پر کچھ اثر نہ کیا اور چونکہ وہ رسیاں جن سے پھندے منسلک تھے ہماری پہنچ سے دور تھیں اسلئے ہماری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ اتنے میں وہ پانچوں زمین پر اتر آئے اور ہمیں گھیر لیا۔ ان میں سے دو دو نے ہم میں سے ہر ایک کو پکڑ لیا اور ہمارے ہتھیار چھین لئے۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ قبل اس کے کہ ہم اپنے حواس مجتمع کر سکیں وہ ہمیں گرفتار کر چکے تھے۔ مجھے اس موقع پر یاد آیا کہ میں نے دو ایک بار وانوس کو کلینگان یعنی پردار انسانوں کا ذکر کرتے سنا تھا۔

" میرا خیال ہے کہ اب رہائی کی امید بے سود ہے" کاملوٹ نے مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" یہ ان سے پوچھو" اس نے جواب دیا۔

" تم لوگ کون ہو" ان پانچوں میں سے ایک نے پوچھا۔

ان کو بولتے دیکھ کر میں حیران رہ گیا حالانکہ میری حیرانی بے معنی تھی جب میں نے آدمیوں کو اڑتے دیکھ لیا تو ان کو بولتے دیکھ کر حیران ہونا فضول تھا۔

" میں دوسری دنیا سے آیا ہوا ایک اجنبی ہوں" میں نے اسے بتایا" میں اور میرا دوست تم سے کوئی پرخاش نہیں رکھتے۔ ہمیں جانے دو"

تم ان سے یہ التجا کر کے وقت ضائع کر رہے ہو"

کاملوٹ نے مجھے بتایا۔

" ہاں وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے" پردار آدمی نے کہا۔" تم ویپاجن ہو اور ہمیں حکم ہے کہ ہم ہر ویپاجن کو جسے ہم پاسکیں گرفتار کر کے جہاز پر لیجائیں"

گو تم ویپاجن نہیں معلوم ہوتے اس نے مجھے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا

" لیکن یہ دوسرا یقیناً ویپاجن ہے بہرحال تم تھورسٹ یقیناً نہیں ہو اور اس لئے تم بھی دشمن ہو"

انھوں نے تاروں کے پھندے ہٹا کر ہم میں سے ہر ایک کو رسیوں کے پھندوں سے باندھ دیا ان میں سے ایک پھندہ ہماری گردنوں میں تھا اور ایک ہمارے سینوں پر بغلوں کے عین نیچے۔ پھر ان میں سے دو نے رسیاں پکڑ لیں جن سے کاملوٹ کو باندھا گیا تھا اور دو نے وہ جن سے میں بندھا ہوا تھا۔ اور پھر انھوں نے اپنے پر پھیلائے اور ہمیں لٹکائے ہوئے ہوا میں بلند ہو گئے ہمارا سارا وزن ان رسیوں پر تھا جو ہمارے سینوں کے گرد بندھی ہوئی تھیں لیکن گردن میں پڑا ہوا پھندہ ہمیں یہ احساس دلانے کے لئے کافی تھا کہ اگر ہم نے ان کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو ہمارا انجام کیا ہو سکتا ہے۔

اس طرح ہم جنگل میں ایک طرف کو اڑتے گئے ہمارے جسم زمین سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھے کیونکہ جنگل میں پیڑوں کی شاخیں اکثر کافی نیچے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے انھیں نیچے نیچے اڑنا پڑ رہا تھا۔

وہ اڑتے ہوئے آپس میں ہنسی مذاق کرتے جا رہے تھے اور اکثر کافی اونچی آواز میں گانے لگتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کافی مطمئن اور خوش ہوں ان کی آوازیں نرم اور سریلی تھیں اور وہ کافی حد تک اچھے گانے والے تھے

چونکہ کاملوٹ کو مجھ سے آگے لیجایا جا رہا تھا اس لئے ان لوگوں کو غور سے دیکھنے کا موقع مجھے حاصل تھا جن کے ہاتھوں میں تقدیر نے ہمیں لا ڈالا تھا۔

ان کے سینے چوڑے اور پرندوں کی طرح کے تھے اور ان کے ہاتھ بہت طویل تھے اور ان کی انگلیاں لمبی اور ناخن چوڑے اور نکیلے تھے ان کا نچلا جسم اوپر کے جسم کے مقابلہ میں چھوٹا اور اسی مناسبت سے ان کی ٹانگیں بھی بہت

چھوٹی تھیں اور ان کے پیر پنجوں سے مشابہ تھے۔
ان کے پر بہت پتلے اور نازک ڈھانچہ پر مشتمل تھے اور بادی النظر میں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کا وزن اٹھانے کے ناقابل ہیں لیکن بعدازاں معلوم ہوا کہ عام چڑیوں کی طرح ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہوتی ہیں اور ان کا وزن کم ہوتا ہے۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ہمیں کتنی دور لے گئے لیکن میرا اندازہ ہے کہ ہم پورے آٹھ گھنٹے اڑتے رہے اور جہاں کہیں جنگل گھنا نہیں تھا وہ کافی تیز اڑتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تھکنا جانتے ہی نہیں لیکن میری اور کالوٹ کی حالت بہت زار تھی ہمارے سینوں پر بندھی ہوئی رسیاں ہمارے گوشت میں گھسی جاتی تھیں
لیکن جس طرح ہر شے کو انجام کار ختم ہونا ہے یہ سفر بھی آخر کار ختم ہوا۔ اچانک ہم جنگل سے ایک کھلے میدان میں نکل آئے۔ میدان سے آگے حد نگاہ تک پھیلا ہوا سمندر تھا اور کنارے پر ایک قدرتی بندرگاہ بنی ہوئی تھی۔ میں اپنے دل میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ اس سمندر کے پار کون کونسی قومیں کون کونسے لوگ آباد ہوں گے کیا میں کبھی ان کے بارے میں جان سکوں گا۔
اچانک میری نگاہ بائیں طرف گئی ادھر میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جہاز بندرگاہ میں لنگرانداز ہے اور اس کے آگے ایک اور جہاز بھی مجھے نظر آیا۔ ان جہازوں میں سے ایک ہمارے گرفتار کرنیوالوں کی منزل مقصود تھا۔ جوں جوں ہم قریب پہونچتے گئے جہاز کی ہر چیز واضح ہوتی ہو گئی۔
"یہ جہاز ہماری دنیا کے جہازوں سے بہت کم مختلف تھا سوائے اس کے کہ اس کی لمبائی زیادہ اور چوڑائی بہت کم تھی اور یہ کہ اس پر نہ کوئی مستول تھا نہ بادبان

اور نہ کوئی اور چیز ایسی تھی جس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ آخر وہ کونسی قوت ہے جو اسے چلاتی ہے۔ اس کی چوڑائی چونکہ بہت کم تھی اس لئے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہت زیادہ تیز چلنے کے لئے بنایا گیا ہوگا۔ اس کے عین درمیان میں دو بڑے کیبن تھے جن میں سے چھوٹا بڑے کیبن کے اوپر بنا ہوا تھا۔ اور چھوٹے کیبن کے اوپر ایک ٹاور بنا ہوا تھا اور کئی کھڑکیاں اور دروازے ان کیبنوں اور اس ٹاور میں بنے ہوئے تھے جوں جوں ہم قریب پہونچتے گئے میں نے دیکھا کہ بہت سے آدمی عرشہ جہاز پر اور اکثر ریلنگ کے سہارے کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔

جیسے ان پانچوں نے ہم دونوں کو عرشہ پر اتارا ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا گیا۔ اس بھیڑ میں سے ایک آدمی جو افسر معلوم ہوتا تھا قریب آیا اور اپنے ساتھیوں کو ہمارے جسم سے رسیاں علیٰحدہ کرنے کا حکم دیکر ان پردار انسانوں سے بات کرنے لگا جو ہمیں لے کر آئے تھے۔ وہ سب آدمی جنھیں میں نے عرشہ پر دیکھا رنگ اور جسم کے لحاظ سے دیپاجہ کے رہنے والوں سے ملتے ہوئے تھے لیکن ان کے چہرے خوفناک تھے اور یہ ثابت کرتے تھے کہ وہ بے عقل ہیں۔ ان میں سے صرف چند ایک ہی ایسے تھے جنھیں خوبصورت کہا جا سکتا تھا۔ ان میں سے کئی ایک زیادہ عمر کے معلوم ہوتے تھے اور چند ایسے بھی تھے جن میں میں نے بیماری کی علامات پائیں یہ پہلا موقع تھا کہ میں امتار میں بیماری کا وجود دیکھا۔

جب رسیاں کھولی جا چکیں تو افسر نے ہمیں اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی چار خطرناک صورت آدمیوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہمیں گھیر کر ساتھ چلیں۔

ٹاور کے دروازہ کے سامنے پہونچ کر اس نے ہمیں رک جانے کا اشارہ

کو غلام بنانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن تم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور اب ہم مالک ہیں اور آزاد ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ڈاکٹر ہے؟

"میں ڈاکٹر نہیں ہوں" کالموٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ شخص جس کے بارے میں میں سمجھ چکا تھا کہ جہاز کا کپتان ہے اب میری طرف مڑا اور مجھے گھورتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دیاجن نہیں معلوم ہوتے۔ آخر تم کون ہو۔ کسی نے آج تک کوئی ایسا نہیں دیکھا جس کے بال سنہرے اور آنکھیں نیلی ہوں۔"

"جہاں تک تمہارا تعلق ہے میں دیاجن ہوں۔ اور میں آج تک دیاجہ کے سوا امتار کے کسی ملک میں نہیں گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کہنے سے کہ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تمہارا کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم میرے بارے میں کچھ بھی سوچو" میں نے جواب دیا "کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"کیا کہا" اس نے غصہ میں بھر کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا "کوئی فرق نہیں پڑتا"

"بیٹھ جاؤ" میں نے کہا "تمہیں دیاجہ کے رہنے والوں کو اپنے ساتھ لانے کا حکم دیا گیا ہے اس بات کی کسی کو پرواہ نہیں کہ تم ان کے بارے میں کیا سوچتے ہو۔ لیکن اگر تم نے احکام کی خلاف ورزی کی تو یقیناً تم کسی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔"

میرے اس جملہ میں سیاست تھی۔ حالانکہ میں اس طرح کی سیاست ناپسند کرتا ہوں اس کے علاوہ میں اس وقت غصہ میں تھا ان لوگوں کا برتاؤ ناقابل برداشت حد تک

کیا اور خود اندر داخل ہوگیا۔ وہ چاروں جو ہماری نگرانی کر رہے تھے اور نفرت بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھتے جاتے تھے ان ہی میں سے ایک بولا " دیا جن۔ ہونہہ تم سمجھتے ہو کہ تم دوسروں سے برتر ہو۔ لیکن جلد ہی تھوراکی آزاد سرزمین میں پہونچ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں ہے۔ وہاں سب برابر ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں کو ہمارے ملک میں کیوں لایا جاتا ہے اگر مجھ سے پوچھا جائے تو صرف ایک سلوک ہی تم لوگوں کے لئے مناسب ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی پیٹی میں لگے ہوئے ایک ہتھیار پر ہاتھ مارا۔

اس ہتھیار یا یوں کہیئے کہ اس کے دستہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پستول ہے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ یقیناً انہی خوفناک شعاع خارج کرنے والے ہتھیاروں میں سے ایک ہوگا جن کا ذکر کاملوٹ نے مجھ سے کیا تھا۔

میں اس آدمی سے وہ پستول دیکھنے کے لئے مانگنے والا تھا کہ وہی افسر باہر نکلا اور ہمیں اندر داخل ہونے کا حکم دیا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے اس شخص کو دیکھا جس کے سامنے ہمیں پیش کیا گیا تھا۔

اس کا چہرہ کچھ عجیب حماقت آمیز آثار لئے ہوئے تھا۔ اس کے بشرہ سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے احساس کمتری کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔ لیکن اس کوشش میں اس کا احساس کمتری اور نمایاں ہوگیا تھا۔ پہلی نظر میں ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔

" دو اور مجرم " اس نے چیختی ہوئی آواز میں کہا " دو اور جانور جنھوں نے ہمارا نگر دول

تلخ تھا۔ دانوس سے جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئی تھیں اور اس شخص کی گفتگو جس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ مجھے قتل کر ڈالتا ان سب باتوں سے پتہ چلتا تھا کہ جہاز کے کپتان کا ہم کو کسی طرح کا نقصان پہنچانا اس کا اپنے اختیارات کی حدود سے تجاوز کرنا ہوتا۔

میری تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ جس تیزی سے اسے غصہ آیا تھا اسی تیزی سے اتر گیا۔ کرسی پر دوبارہ بیٹھنے کے بعد اس نے ایک رجسٹر اٹھایا اور کاملوٹ کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"تمہارا نام"؟

"کاملوٹ آف زار" میرے ساتھی نے جواب دیا۔

"تمہارا پیشہ"؟

"شکار کھیلنا اور لکڑی پر نقاشی کرنا"

"کیا تم دیاجن ہو"؟

"ہاں"

"دیاجب کے کس شہر سے تعلق رکھتے ہو"؟

"کوعاد سے"

"اور تم ؟" کپتان نے میری طرف مڑتے ہوئے دریافت کیا۔

"میرا نام کارسن آف نیپر ہے" میں نے امثار کا طریقہ استعمال کرتے ہوئے اسے بتایا۔ "اور میں کوعاد کا ایک دیاجن ہوں"

"تمہارا پیشہ ؟"

"میں ایک ایوی ایٹر[1] (Aviator) ہوں"
میں نے انگریزی لفظ اور انگریزی تلفظ استعمال کرتے ہوئے اسے بتایا۔
"کیا؟" اس نے پوچھا۔ "میں نے یہ پیشہ پہلے کبھی نہیں سنا"
پھر اس نے اس لفظ کو رجسٹر میں لکھنے اور اس کا تلفظ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ امٹار کی زبان اس طرح کے حروف نہیں رکھتی کہ ہماری دنیا کی اکثر زبانوں کے الفاظ کا تلفظ کیا جا سکے۔ اگر میں یہ لفظ اسے خود لکھ کر دیتا تو وہ اس کا تلفظ ایہہ وی اہٹور Ah-vy-ah-toer کر سکتا۔
چنانچہ اس نے اپنی لاعلمی کو چھپانے کے لئے اپنی مرضی کے مطابق رجسٹر میں کچھ اندراج کر لیا میں نہیں جانتا کہ اس نے کیا لکھا تھا۔ وہ پھر میری طرف مڑا اور پوچھا
"کیا تم ڈاکٹر ہو؟"
"ہاں" میں نے جواب دیا۔
اس نے میرے جواب کا رجسٹر میں اندراج کیا اور پھر اس افسر کی طرف مڑ کر جو ہمیں لایا تھا کہنے لگا۔ "انہیں لے جاؤ اور اس کا خاص خیال رکھو یہ ڈاکٹر ہے"۔
جب ہم ٹاور سے نکلے تو ہم نے عرشہ پر جہاز کے تقریباً تمام ملاحوں کو مجتمع پایا وہ ہمیں دیکھ کر بڑبڑا رہے تھے۔ میں نے پر دار انسانوں کو بھی ان میں موجود پایا۔ جب ہم قریب پہونچے تو میں نے سنا کہ وہ ملاحوں سے کالوٹ کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ یہی وہ آدمی ہے جس نے زمین پر کھڑے ہو کر صرف تلوار کی مدد سے ایک یاسٹو

---

[1] ہوا باز

کو مار ڈالا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کاملوٹ کے اس کارنامے سے وہ بہت متاثر ہوئے ہیں
اور حقیقت یہ ہے کہ میں خود کاملوٹ کی بہادری کا دل سے معترف تھا۔
ہمیں عرشہ جہاز میں بنے ہوئے ایک کافی بڑے دروازہ کی طرف لے جایا گیا
اور پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اس میں اتر جائیں۔
نیچے اترنے کے بعد ہم نے اپنے آپ کو عرشہ جہاز کے نیچے بنے ہوئے ایک
بڑے اور تاریک کمرے میں پایا اور جلد ہی ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہم وہاں تنہا نہیں ہیں
وہاں اور بھی بہت سے قیدی موجود تھے جن کی اکثریت تھورسٹوں پر مشتمل تھی جو مختلف
چھوٹے بڑے جرائم کے سلسلے میں قید تھے۔ کچھ ہماری طرح وپاجن قیدی تھے اور انہی
وپاجن قیدیوں میں سے ایک نے کاملوٹ کو پہچان لیا اور ہم اترے ہی تھے کہ اس نے
کاملوٹ کو پکارا۔
" جوڈاڈلیس (تم پر سلامتی ہو) کاملوٹ" اس نے چلا کر اپنا رکا یہ ملاقاتی
کلمہ کہا۔
" راجوڈاڈلیس (تم پر بھی سلامتی ہو)" کاملوٹ نے جواب دیا۔" ہونان تمہیں
کونسی بد قسمتی یہاں کھینچ لائی؟"
" بد قسمتی کا لفظ ناموزوں ہے میرے دوست" ہونان نے جواب دیا۔" اسے خوفناک
حادثہ کہنا بہتر ہوگا۔
پردار انسان آدمیوں اور عورتوں کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے ڈوڈیر کو دیکھا
اور اس کا تعاقب کیا۔ میں نے اسے بچانے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں گرفتار
ہو گیا"

" تمہاری یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ ہونان" کاملوٹ نے کہا" اگر تم اس
فرض کی ادائیگی میں اپنی جان بھی دیدیتے تو کم تھا"
" لیکن میری قربانی بیکار ثابت ہوئی یہی تو خوفناک حادثہ ہے"
" اس سے تمہارا کیا مطلب ہے"؟ کاملوٹ نے پوچھا۔
" میرا مطلب ہے کہ انھوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا" ہونان نے افسوس کے ساتھ
سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
" انھوں نے ڈوڈیر کو گرفتار کر لیا" کاملوٹ نے چیختی ہوئی پر خوف آواز میں کہا
" جانگ کی زندگی کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا"
" کاش ایسا نہ ہوا ہوتا" ہونان بولا۔
" وہ کہاں ہے کیا اس جہاز پر؟" کاملوٹ نے پوچھا۔
" نہیں وہ اسے اس دوسرے بڑے جہاز پر لے گئے ہیں"
کاملوٹ کو اس نئی خبر نے بہت افسردہ اور غمگین کر دیا۔ اس کی حالت سے
ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اپنی محبوبہ کو کھو بیٹھا ہو۔ ہماری دوستی ابھی اتنی طویل نہیں تھی کہ ہم
ایک دوسرے کو اپنے رازوں میں حصہ دار بنا سکیں۔ لہٰذا یہ بات کہ اس نے اپنی اس محبوبہ
کا ذکر پیشتر مجھ سے نہ کیا تھا قطعی حیران کن نہیں تھی۔ بس میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ ڈوڈیر
اس کی محبوبہ کا نام ہے جو اب ہماری طرح تھورسٹوں کی قید میں ہے۔
لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ مختلف قسم کے سوالات کر کے اس کے رنج و غم
میں اضافہ کرنے کی بجائے اسے تنہا چھوڑ دوں
دوسری صبح دن نکلتے ہی جہاز بندرگاہ سے روانہ ہوگیا۔ میری خواہش تھی کہ

میں عرشہ جہاز پر ہوتا اور وینس کے سمندر کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھورسٹوں
کی قید میں ہونا میرے لئے اتنا رنجیدہ نہیں تھا جتنا یہ خیال کہ میں اپنی دنیا کا پہلا انسان
ہوں جو وینس کے سمندروں پر سفر کر رہا ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ مجھے ان سمندروں کو
ایک نظر دیکھنے کی اجازت نہیں اور میں اس تنگ و تاریک کیبن میں بند رہنے
پر مجبور ہوں۔

لیکن میری توقعات کے برخلاف میرا یہ خیال جلد ہی غلط ثابت ہو گیا کہ مجھے
اس سفر کے ختم ہونے تک کیبن میں رہنا پڑے گا۔ جہاز روانہ ہونے کے تھوڑی دیر
بعد سب قیدیوں کو عرشہ پر بلا لیا گیا اور انھیں حکم دیا گیا کہ جہاز کے فرش کو صاف
کریں اور پانی سے دھوئیں۔

جیسے ہی ہم سب اوپر پہنچے میں ارد گرد کا نظارہ دیکھنے میں محو ہو گیا۔ عین اس
وقت جہاز اس درہ سے گذر رہا تھا جو اس قدرتی طور سے محفوظ بندرگاہ تک پہنچنے کا
واحد راستہ تھا اس درہ کے سوا یہ بندرگاہ سمندر کے جس ٹکڑے پر واقع تھی وہ
چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔ درہ سے آگے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی پانی
کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بندرگاہ کے عقب میں ایک اور خوبصورت لیکن ہیبتناک
نظارہ تھا۔ یہ تھے دپاجہ کے دیو پیکر درخت جو پانچ ہزار فٹ تک سیدھے چلے
گئے تھے اور ان کی چوٹیاں بادلوں کے غلاف میں پوشیدہ ہو گئی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا
تھا جیسے دپاجہ کا یہ جنگل لکڑی کا ایک عظیم پہاڑ ہو۔

لیکن مجھے عرشہ جہاز پر اس لئے نہیں بلایا گیا تھا کہ میں قدرت کے ان شاہکاروں
کو دیکھ کر جی بہلاؤں۔ مجھے بھی کچھ کام کرنا تھا۔ جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ میں اور کاملوٹ

توپوں کی صفائی پر مامور کئے گئے ہیں۔ عرشہ پر بہت سی توپیں موجود تھیں اور میں حیران تھا کہ کل جب مجھے جہاز پر لایا گیا تھا تو ایک بھی نظر نہیں آئی تھی۔ جلد ہی مجھے اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ دراصل توپوں کو چھپانے کا ان لوگوں نے بہت اچھا انتظام کیا تھا اور محض ایک کھٹکا دبا دینے سے عرشہ جہاز میں خلا نمودار ہوتا اور وہ اس میں پوشیدہ ہو جاتی تھیں۔

ان توپوں کی نالیوں کا قطر تقریباً آٹھ انچ تھا لیکن میں یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ نالی کا سوراخ مشکل سے میری انگلی کی موٹائی کے برابر تھا۔ وہ بڑی عجیب و غریب توپیں تھیں نہ ان میں میگزین لگا ہوا تھا نہ ہی پیچھے کوئی سوراخ تھا جس سے یہ پتہ چلتا کہ کوئی چیز اس میں پیچھے سے داخل کی جاتی ہو گی۔ ان کی لمبائی تقریباً پندرہ فٹ رہی ہو گی جبکہ ان کی نالیوں کا قطر ایک سرے سے دوسرے سرے تک یکساں تھا۔ چلاتے وقت ان کی نالی کو دو تہائی کے قریب ریلنگ سے آگے بڑھایا جا سکتا تھا اور یہ بات دو باتوں کے پیش نظر مفید معلوم ہوتی تھی پہلی یہ کہ چلاتے وقت افقی نشانے بہت اچھی طرح لئے جا سکتے تھے اور دوسری یہ کہ اس طرح وہ عرشہ پر زیادہ جگہ نہ گھیرتیں اور یہ جہاز جس پر ہم سفر کر رہے تھے چوڑائی میں کم تھا۔

"ان توپوں سے کیا چیز فائر کی جاتی ہے؟"

میں نے کالموٹ سے پوچھا جو میرے قریب ہی کام کر رہا تھا۔

"شعاعیں" اس نے جواب دیا۔

"کیا یہ وہی شعاعیں ہوتی ہیں جو ان چھوٹے ہتھیاروں سے نکلتی ہیں جنھیں میں نے یہاں ملاحوں کے پاس دیکھا ہے؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"نہیں" اس نے جواب دیا" ان ہتھیاروں سے نکلنے والی شعاعیں صرف کسی جاندار کو ہی مار سکتی ہیں جبکہ اس توپ سے نکلنے والی شعاعیں ہر شے کو تباہ کر سکتی ہیں، حتیٰ کہ وہ دھات جس سے اس توپ کو بنایا گیا ہے ان خوفناک شعاعوں کو برداشت کرنے کے کسی حد تک ناقابل ہے اس لئے یہ توپیں زیادہ عرصہ تک نہیں چلتیں اور بہت جلد ناکارہ ہو جاتی ہیں۔"

"انھیں کس طرح چلایا جاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے توپ کے پچھلے حصہ میں بنے ہوئے ایک کھٹکے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر اس کو گھما دیا جائے تو اس میں سے وہ شعاع نکلے گی۔"

"کیوں نہ ہم اس توپ کو گھما کر اس کا منہ جہاز کی طرف کر دیں اور پھر اسے چلا کر اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیں" میں نے اپنی رائے ظاہر کی۔

"نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس اس کی چابی نہیں ہے" اس نے اسی کھٹکے میں بنے ہوئے ایک سوراخ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ چابی کس کے پاس ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہر افسر کے پاس اس توپ کی چابی ہے جو اس کی کمان میں ہے" اس نے جواب دیا "کیپٹن کے کیبن میں بھی ہر توپ کی چابی موجود ہے اور اس کے علاوہ اس کے پاس ایک ایسی چابی ہے جس سے کوئی توپ بھی چلائی جا سکتی ہے۔ کم از کم پرانے زمانے میں جب ہماری حکومت تھی تو بحری فوج میں یہی دستور تھا۔"

"کاش ہم کیپٹن کی چابی حاصل کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"کاش ایسا ہو سکے" اس نے کہا۔ "لیکن یہ ناممکن ہے۔"

"کوئی چیز ناممکن نہیں" میں نے گویا اپنے آپ سے کہا۔
پھر اس موضوع پر ہم دونوں میں گفتگو نہیں ہوئی لیکن میں بہت دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا۔
جب میں کام کر رہا تھا تو اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ جہاز نہایت تیزی اور سبک رفتاری سے چل رہا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کونسی طاقت ہے جو اسے چلا رہی ہے۔ میں نے کاملوٹ سے اس بارے میں سوال کیا اور اس نے مجھے بہت تفصیل سے اس بارے میں بتایا اس کی یہ تفصیل زیادہ تر تکنیکی اصطلاحات پر مشتمل تھی بہر حال اس کا مفہوم یہ تھا کہ وہ بہت کار آمد کیمیاوی اجزا جب ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں تو گو کہ ان کی مقدار بہت کم ہوتی ہے لیکن ان سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ لاکھوں ٹن کوئلہ کو ملا کر حاصل کی جانے والی قوت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے یا یوں سمجھئے کہ جہاز کی ساری زندگی کے لئے جتنا ایندھن درکار ہے وہ ایک چھوٹی سی بوتل میں سما سکتا ہے۔ یہ سائنسی تحقیق کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جس پر وینس کے رہنے والے جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔
جوں جوں دن گذرتا گیا میں نے محسوس کیا کہ ہمارا جہاز خشکی کے متوازی چل رہا تھا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ میں نے یہی دیکھا کہ زمین ہمیشہ نظر آتی تھی۔ میں نے سوچا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وینس میں سمندر کم اور خشکی زیادہ ہو لیکن اس بارے میں حقیقت معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ دانوس نے جو نقشے مجھے دکھائے تھے ان کے علاوہ بھی اگر کہیں سارے وینس میں نقشوں کا وجود تھا تو ان کی صحت مشتبہ تھی کیونکہ وینس کی ساخت کے بارے میں ان کی تصوری ہی قطعی

غلط اور ناقابل قبول تھی

کاملوٹ اور میں جدا ہو گئے تھے وہ جہاز کے کسی اور حصے میں کام کرتا تھا اور میں کسی اور حصہ میں۔ اس لئے میں نے ہونان سے تعلقات بڑھائے لیکن وہ بھی میرے ساتھ کام نہیں کرتا تھا اس لئے دن میں بات چیت نہیں ہو سکتی تھی اور کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم سب اس قدر تھکے ہوتے تھے کہ اس تاریک کیبن میں جسے جہاں جگہ ملتی فوراً پڑ کر سو جاتا۔

ایک رات جب مجھے باغیچہ والی حسینہ بہت شدت سے یاد آرہی تھی مجھے کاملوٹ کی افسردگی کا خیال آگیا اور ہونان سے پوچھ بیٹھا کہ ڈڈیر کون ہے۔

"ڈڈیر ہماری آخری امید ہے" اس نے جواب دیا" بلکہ سارے دیاجہ کی آخری امید"

آزادی کے سپاہی

اکثر دیکھا گیا ہے کہ عرصہ دراز تک ساتھ رہنے سے دشمنوں میں بھی دوستی پیدا ہوگئی ہے چنانچہ جوں جوں دن گذرتے گئے نفرت اور عداوت کے وہ جذبات جو ہم نے جہاز پر آنے کے پہلے روز ان لوگوں میں پائے تھے رفتہ رفتہ کم ہوتے گئے۔ اور اس کے بدلے ایک قسم کی یگانگت پیدا ہوتی ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سمجھ گئے ہوں کہ ہم اتنے برے نہیں ہیں جتنا وہ ہمیں سمجھتے تھے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے ان سادہ مزاج لوگوں کو ایک حد تک پسند کیا ان میں اگر کوئی خرابی تھی تو یہ کہ وہ اپنے لیڈروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے تھے ان میں سے کئی مہربانی اور رحم کے جذبات بھی رکھتے لیکن ان کی بیوقوفی اور سادگی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ بہت معمولی باتیں ان کے جذبات ابھارنے اور انھیں جوش میں لانے کے لئے کافی ہوتی تھیں۔ اتنی معمولی باتیں جنھیں تھوڑی بہت عقل رکھنے والا بھی قابل اعتنا نہیں سمجھتا۔

یہ قدرتی بات تھی کہ میں ملاحوں اور سپاہیوں کی بہ نسبت اپنے ساتھی قیدیوں
میں زیادہ گھل مل گیا تھا۔ بہت جلد قیدیوں کے ساتھ میرے دوستانہ مراسم ہو گئے
اپنے سوالات کے حقائق پر مبنی جوابات پانے کے بعد وہ میری داستان سے گہری دلچسپی
کا اظہار کرنے لگے ہر روز شام کو جب دن بھر کا کام ختم ہو جاتا وہ مجھے گھیر کر بیٹھ جاتے
اور پھر مجھے مجبور کیا جاتا کہ میں اس عجیب و غریب پراسرار اور دور افتادہ دنیا کی کہانیاں
سناؤں جہاں سے میں ان کے امتار پر وارد ہوا تھا۔

دپاچب کے عقلمند باشندوں کے برعکس وہ میری ہر بات مان لیتے نتیجہ یہ ہوا کہ میں
بہت جلد ان کی نظروں میں ہیرو بن گیا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان کی دنیا میں مذہب کا کوئی
تصور ہوتا تو وہ مجھے دیوتا تسلیم کر لیتے

میں نے بھی ان سے مختلف سوالات کئے اور یہ معلوم کر کے مجھے بالکل حیرانی
نہیں ہوئی کہ وہ اپنے موجودہ حالات سے غیر مطمئن تھے۔

وہ لوگ اب یہ اچھی طرح جان چکے تھے کہ اب وہ حکومت کے غلام ہیں اور یہ
کہ انھوں نے اپنے پچھلے بیدار مغز حکمرانوں کو معزول کر کے سخت غلطی کی ہے۔

قیدیوں میں سے تین آدمی ایسے تھے جن سے مجھے خاص دلچسپی تھی۔ ان تینوں
میں سے ایک گم فار تھا۔ ایک صحتمند اور طاقتور آدمی جو کسان تھا اور گو کہ اس نے
انقلاب میں پورے جوش سے حصہ لیا تھا لیکن اب تھورسٹوں کے اغراض و مقاصد
سے واقف ہونے کے بعد اسے ان سے کوئی ہمدردی نہیں رہی تھی۔ میں نے یہ بھی محسوس
کیا کہ دوسروں کی بہ نسبت وہ کچھ عقلمند بھی تھا۔

دوسرا آدمی کران نام کا ایک سپاہی تھا۔ چھریرے بدن کا ایک خوبصورت

آدمی جس کی صورت کہے دیتی تھی کہ وہ سپاہی ہے۔ اس نے بھی انقلاب کے زمانے میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بغاوت کی تھی اور اب اپنے ایک افسر کی حکم عدولی کرنے کے جرم میں قید تھا۔

تیسرا آدمی ایک مزدور تھا۔ زاگ جس کا نام تھا گو بہت کم عقل اس کے حصہ میں آئی تھی لیکن یہ کمی قدرت نے اسے ایک دیو ہیکل جسم عطا کرکے پوری کر دی تھی اس نے اپنے افسر کو قتل کر ڈالا تھا۔ مقتول افسر بہت تند مزاج تھا اس نے ایک روز زاگ کو تھپڑ مار دیا جس کے بدلے اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اب زاگ کو تھور لے جایا جا رہا تھا تاکہ اسے مناسب سزا دی جا سکے جو موت سے کسی طرح کم نہ ہو سکتی تھی۔ تھور ازم کے مقاصد اب اس کی سمجھ میں آ چکے تھے اور اسے معلوم ہو چکا تھا کہ موجودہ حکومت میں ہر ذلیل اور کمینہ فطرت آدمی افسر ہے اور ہر شریف آدمی اس کا حکم ماننے پر مجبور ہے۔

"کیا تم آزاد ہونا پسند کرو گے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ میرے دماغ میں ایک تدبیر ابھر رہی تھی۔

"نہیں؛" اس کا جواب تھا۔ جسے سنکر میں حیران رہ گیا۔

"لیکن تم اچھے حاکم چن لینا بھی پسند نہیں کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً میں ایسے حاکم پسند کروں گا جو مجھے تھورسٹوں سے بچا سکیں" اس نے جواب دیا۔

"اور اگر تم ان سے بچ کر بھاگ سکو تو یقیناً تم ایسا ہی کرو گے؛" میں نے کہا۔

بلاشبہ میں ایسا ہی کروں گا۔ لیکن میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا آخر میں یہاں سے بچ کر کیسے بھاگ سکتا ہوں؟

"ہاں تم بغیر کسی مدد کے ایسا نہیں کر سکتے" میں نے کہا۔

"لیکن اگر اور لوگ بھی ہمارے ساتھ مل جائیں تو کیا تم بھی ایک کوشش کر سکو گے"

"کیوں نہیں ؟ وہ مجھے مار ڈالنے کے لئے تھوڑا لے جا رہے ہیں۔ میں کچھ بھی کر دوں میری سزا وہی رہے گی۔ لیکن ان سب سوالات سے تمہارا کیا مطلب ہے"

"اگر کچھ اور قیدی بھی ہمارے ساتھ مل جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم آزاد نہ ہو جائیں" میں نے اسے بتایا۔

"تمہارا مطلب ہے ایک اور انقلاب ؟" اس نے پوچھا" یہ کوشش ناکام رہے گی۔ دوسروں نے کوشش کی اور ناکام رہے"

"میرا منشا کوئی انقلاب نہیں" میں نے اسے یقین دلایا" بلکہ آزاد ہونے کے لئے کوشش کرنا ہے"

"لیکن ہم کس طرح کوشش کر سکتے ہیں"

"صرف چند آدمی اس جہاز پر بہ آسانی قبضہ کر سکتے ہیں" میں نے اسے بتایا۔ ان کا انتظام بہت ناقص ہے رات کو پہرہ بھی بہت کم رہتا ہے انھیں اپنے اوپر جتنا زیادہ بھروسہ ہے اتنی ہی آسانی سے وہ مغلوب کئے جا سکتے ہیں"

زاگ کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی" اگر ہم کامیاب ہو گئے تو جہاز کے عملہ میں سے بیشتر ہمارا ساتھ دیں گے" اس نے کہا۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو خوش ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے افسروں سے نفرت کرتے ہیں میرا خیال ہے کہ قیدی سب کے سب ہمارا ساتھ دیں گے۔ لیکن تمہیں جاسوسوں سے خبردار رہنا چاہئیے وہ ہر جگہ موجود ہیں۔ یہ ہی سب سے بڑا خطرہ ہے جس کا تمہیں مقابلہ کرنا پڑیگا

اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ قیدیوں میں سے ایک ضرور جاسوس ہوگا۔"

"تمہارا گمفار کے بارے میں کیا خیال ہے" میں نے دریافت کیا۔

"تم گم فار پر بھروسہ کر سکتے ہو"

زاگ نے مجھے یقین دلایا" وہ بہت کم گو ہے لیکن اس کی آنکھوں میں میں ان کے لئے نفرت کی گہری جھلک پاتا ہوں۔"

"اور کرآن"؟

"بالکل ٹھیک"۔ زاگ نے کہا۔" وہ بھی ان سے نفرت کرتا ہے۔ اور اپنی اس نفرت کو چھپانے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہ قیدی ہے یہ اس کا پہلا جرم نہیں اور یہ افواہ ہے کہ اس کے خلاف غداری کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک افسر کو سخت جوابات دیئے اور اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔" میں نے کہا۔

یہ ہی غداری ہے۔ اگر وہ کسی آدمی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس پر یہ ہی الزام لگاتے ہیں۔ تم اس پر بھروسہ کر سکتے ہو۔" اگر تم چاہو۔ تو میں اس معاملہ کے متعلق اس سے گفتگو کر دوں"

"نہیں" میں نے کہا۔ میں اس سے اور گم فار سے خود بات کروں گا۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی اور اس سے پہلے کہ ہم اپنا پلان مکمل کریں کوئی جاسوس یہ خبر پا گیا تو تم پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔"

"میں اس کی پرواہ نہیں کرتا" اس نے سخت لہجہ میں کہا۔ وہ مجھے صرف ایک ہی الزام میں قتل کر سکتے ہیں اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ الزام کیا ہے۔"

"خیر میں ان دونوں سے بات کر دوں گا۔ اور اگر وہ ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو گئے تو ہم یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ دوسروں کو کس طرح اپنا ہم خیال بنائیں۔"

زاگ اور میں یہ بات چیت کرتے وقت عرشۂ جہاز کو صاف کرنے میں مشغول تھے رات تک مجھے گم فار اور کران سے بات چیت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن آخرکار جب میں نے اپنے خیالات انھیں بتائے تو انھوں نے گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ لیکن ان دونوں کا خیال یہ تھا کہ اس طرح کی کوشش بے سود ہوگی۔ بہر حال ان دونوں نے مجھے پوری پوری امداد کا یقین دلایا۔ اور پھر زاگ سے مل کر ہم چاروں آدھی رات تک اپنے پلان کی تفصیلات طے کرتے رہے۔ اس دوران میں ہم اپنے کیبن کے ایک کونہ میں چلے گئے تھے اور سرگوشیوں میں گفتگو کر رہے تھے۔

اگلے چند روز ہم اپنے حامی تلاش کرتے رہے یہ ایک بہت مشکل کام تھا کیونکہ یہ ایک یقینی امر تھا کہ قیدیوں میں ایک جاسوس ضرور موجود ہے۔ ہر ایک آدمی کو اپنا مقصد بتانے سے پہلے اسے اچھی طرح ٹٹولا جاتا۔ یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ کہ لوگوں کو حامی بنانے کا کام گم فار اور کران کے سپرد کر دیا جائے۔ میں نے یہ کام اس لئے اپنے ذمہ نہ لیا تھا چونکہ ان لوگوں کے بارے میں میری معلومات بہت کم تھیں انکی امیدیں انکی خواہشیں انکی تکالیف اور انکی نفسیات سے میں بالکل ناواقف تھا۔ زاگ کے سپرد یہ کام اس لئے نہ کیا گیا تھا کہ عقل کے معاملہ میں وہ بالکل کورا تھا اور یہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔

گمفار نے کران کو خبردار کر دیا تھا کہ کسی ایسے قیدی کو اپنا پلان نہ بتائے جو کہ کھلم کھلا تھورسٹوں کی مخالفت کرتا ہو۔

"یہ ایک بہت پرانی ترکیب ہے" اس نے کہا۔ "جو تھورسٹ جاسوس استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ اس طرح وہ دوسروں کے خیالات معلوم کر سکیں اور پھر جو شخص انکی ہاں میں ہاں ملائے اسے سپاہیوں کے حوالہ کر سکیں۔"

"تم ان آدمیوں کا انتخاب کرو جو حقیقتاً اس نظام سے متنفر ہیں اور جو بہت خاموش رہتے ہیں۔"

میں نے گمفارا اور کراآن سے پوچھا۔ کہ اگر ہم جہاز پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے تو آیا ہم اسے چلا سکیں گے یا نہیں اس کے جواب میں جو کچھ انھوں نے مجھے بتایا وہ بہرحال امید افزا تھا۔

ونیس کے باشندوں نے ایک ایسا ہی قطب نما ایجاد کیا ہے جیسا کہ ہماری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ کراآن نے مجھے بتایا کہ یہ قطب نما ہمیشہ امتار کے مرکز کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی دوسرے لفظوں میں گرم خطہ اسٹرابول کے مرکز کی طرف۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ امتار کے جنوبی نصف کرہ میں سفر کر رہے تھے کیونکہ قطب نما کی سوئی شمال کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ کیونکہ ونیس میں چاند سورج اور ستارے نظر نہیں آتے اس لئے ان کے جہاز محض قیافہ سے کام لیتے ہیں۔

لیکن انھوں نے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں جس سے بہت فاصلہ سے بھی خشکی کا پتہ چلایا جا سکتا ہے

لیکن ان نایاب اور غیر معمولی اہمیت رکھنے والے آلات کے باوجود انکی جہازرانی بہت عمدہ پیمانے پر نہیں تھی۔ اور اس کی ذمہ داری سراسر ان غلط نقشوں پر تھی جو انھوں نے اور ان کے آباؤ اجداد نے بنائے ہوئے تھے۔

لہٰذا شمال کی سمت کے علاوہ وہ جس سمت میں بھی سفر کرتے ہمیشہ جنوبی قطب کے منجمد علاقوں میں پہونچتے۔ انھیں یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ آگے خشکی ہے اور انھیں یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کتنے فاصلے پر ہے لیکن وہ یہ نہیں معلوم کر سکتے تھے کہ وہ خطہ زمین کونسا ہے اور یہ کہ آیا وہ ان کا کوئی دوست ملک ہے یا دشمن۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے اس جنوبی نصف کرہ میں کتنے علاقے ایسے تھے جن کے بارے میں نہ تھورسٹ کچھ جانتے تھے اور نہ دیاجن جب کہ شمالی نصف کرہ کی موجودگی سے قطعی ناواقف تھے وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اسٹرالیول کا وہ گرم خطہ جو انکے نزدیک لمبا امتار کا مرکزی حصہ تھا دراصل خطہ استوائی تھا اور یہ کہ اس کے پار ایک دنیا بستی تھی اور اس دنیا میں ٹامڈاہی جیسے انسان بستے تھے۔

دانوس نے مجھے جو نقشے دکھائے تھے ان میں بڑے بڑے خطوں پر صرف ایک لفظ جورام (سمندر) لکھا ہوا تھا۔

بہر حال ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یقین تھا کہ ہم جہاز کو اسی طرح چلا سکیں گے جس طرح اس کے موجودہ افسر اور اس کے بارے میں کر ان مجھ سے متفق تھا

"کم از کم ہمیں یہ تو معلوم ہے" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا "کہ تھورا کس طرف واقع ہے۔ اب صرف کرنا یہ ہے کہ تھورا کی مخالف سمت میں سفر کریں"

جوں جوں وقت گذرتا گیا ہمارا پلان پختہ ہوتا گیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں ہم نے بیس رضا کار تیار کر لئے اس چھوٹے سے دستہ کو ہم نے "آزادی کے سپاہی" کا نام دیا اور ان کے لئے خفیہ نشانات اور خفیہ الفاظ جو روز تبدیل کئے جاتے تھے

مقرر کئے

مجھے اس دستہ کا کپتان منتخب کیا گیا اور گم فار کر آن، ز اگ اور ہونان کو میں نے اپنا نائب مقرر کیا۔ میں نے انھیں یہ بھی سمجھا دیا کہ اگر ہم جہاز پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کاملوٹ میرا نائب خاص ہو گا۔

ہمارا پلان آزادی کے سپاہیوں میں سے ہر ایک کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا اور ہر شخص جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

چند آدمیوں کو پہرے داروں کو مغلوب کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ اور کچھ لوگ ہتھیاروں کی چابیاں اپنے قبضہ میں کرنے پر مقرر کئے گئے تھے۔ اس کے بعد ہمیں جہاز کے عملہ کا مقابلہ کرنا تھا۔

اس سلسلے میں میری تجویز یہ تھی کہ مقابلہ سے پہلے جہاز کے عملے کے افراد کو یہ پیشکش کی جائے کہ وہ ہم سے تعاون کریں اور ہم میں شامل ہو جائیں۔ لیکن دوسری صورت میں اس بات کا کوئی حل سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اگر جہاز کا عملہ مغلوب کر لیا گیا اور ان لوگوں نے ہم میں شامل ہونے سے انکار کیا تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

آزادی کے سپاہیوں میں سے ہر ایک کا اصرار تھا کہ جو بھی ہم میں شامل ہونے سے انکار کرے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

میں نے گو وقتی طور پر ان کے اصرار سے مجبور ہو کر اس تجویز کو قبول کر لیا لیکن کوئی ایسی تدبیر سوچ رہا تھا جس سے یہ مسئلہ زیادہ بہتر طریقہ پر اور انسانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حل کیا جا سکے۔

قیدیوں میں سے ایک کے بارے میں ہم سب مشکوک تھے۔ وہ ایک بہت بدصورت آدمی تھا لیکن ہمارے شبہات کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کریہہ النظر تھا بلکہ اصل وجہ اس کا طرزِ عمل تھا۔ وہ تھوور ازم اور اس کے ماننے والوں کو باآوازِ بلند گالیاں دیتا اور کھلم کھلا اپنی نفرت کا اظہار کرتا تھا۔

ہم سب اس کے بارے میں مشکوک اور ساتھ ساتھ بہت محتاط تھے اور آزادی کے سپاہیوں میں سے ہر ایک کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ اس سے بات چیت کرتے وقت احتیاط کو ملحوظ رکھے۔

اس کا طرزِ عمل ہمارے شکوک کو اور بڑھانے والا تھا۔ وہ ہم سے کسی ایک کو گھیر کر بیٹھ جاتا اور ایک طویل گفتگو کا آغاز کر دیتا جو تھوور ازم کے بارے میں اس کی نفرت پر ختم ہوتی پھر وہ سرگوشی میں ہمیں یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ قیدیوں میں کئی جاسوس موجود ہیں۔

لیکن وہ اگر بہت زیادہ چالاک تھا تو ہم بھی کچھ کم محتاط نہ تھے۔ اور میرا خیال تھا کہ وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

ایک دن کراؔن بہت پریشانی کے عالم میں میرے پاس آیا اس کی صورت سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بہت بدحواس ہے۔

اس وقت ہم سب دن بھر کام کرنے کے بعد کھانا کھا رہے تھے جو خشک مچھلی اور بدمزہ روٹی پر مشتمل تھا۔

"میں ایک اہم خبر لایا ہوں کارسن" اس نے سرگوشی کی۔

"آؤ کسی کونے میں چل کر کھانا کھائیں" میں نے کہا۔

اور ہم ایک کونے میں جہاں دوسرے قیدی ہم سے کچھ فاصلے پر تھے چلے گئے کونے میں بیٹھ کر ہم نے زور زور سے ہنسنا اور دن بھر کے واقعات پر تبصرہ کرنا شروع کیا تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ اس عرصہ میں زاگ بھی ہمارے پاس آکر بیٹھ چکا تھا

"قریب آجاؤ زاگ" کراآن نے کہا "جو کچھ میں کہنے والا ہوں وہ آزادی کے سپاہیوں کے سوا کسی اور کے کان تک نہیں پہنچنا چاہیئے۔

میری بات کے دوران اکثر زوردار قہقہہ لگاتے رہنا تاکہ دوسرے یہ سمجھیں کہ میں کوئی مزیدار لطیفہ سنا رہا ہوں"۔

یہ ہدایات دینے کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"آج میں جہاز کے اسلحہ خانے میں پستول صاف کر رہا تھا۔ جو سپاہی میری نگرانی کر رہا تھا وہ میرا ایک بہت پرانا دوست ہے ہم دونوں عرصہ دراز تک جانگ کی فوج میں ایک ساتھ رہے ہیں۔ اور وہ میرے لئے ایک بھائی سے بڑھ کر ہے۔ ہم دونوں اسلحہ خانے میں بہت دیر تک بات چیت کرتے رہے۔ گفتگو کا موضوع وہ گذرے ہوئے دن تھے جب ہم نے جانگ کی فوج میں شانہ بشانہ متعدد معرکوں میں حصّہ لیا تھا پھر ہم اس زمانہ کے افسروں سے آجکل کے افسروں کا موازنہ کرتے رہے ہر پرانے سپاہی کی طرح وہ بھی موجودہ افسروں سے نفرت کرتا ہے۔ اچانک وہ مجھ سے کہنے لگا۔

"کراآن میں نے سنا ہے کہ قیدیوں میں کسی طرح کی سازش ہو رہی ہے"۔

یہ سنکر میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ لیکن میں نے اپنے چہرے سے کوئی بات ظاہر نہ ہونے دی تاکہ اسے شبہ نہ ہو۔

"ذرا تفصیل سے بتاؤ تم نے کیا سنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایک افسر کو دوسرے سے بات کرتے سنا تھا" اس نے بتایا" وہ کہہ رہا تھا کہ آنوس نامی (آنوس وہی تھا جس کے بارے میں ہم سب مشکوک تھے) ایک قیدی نے کپتان کو اس سازش کی خبر دی ہے۔ اور کپتان نے اسے متعلقہ آدمیوں کے نام معلوم کرنے کا حکم دیا ہے"

"پھر آنوس نے کیا کہا؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے کپتان سے کہا کہ اگر اسے شراب کی ایک بوتل دیدی جائے تو وہ زسیوں میں سے کسی ایک کو شراب پلا کر اس سے سب حال معلوم کر لے گا" یہ کہنے کے بعد میرے دوست نے مجھے بہت غور سے دیکھا اور کہا" گرآن ہم دونوں کی دوستی بھائیوں کی محبت سے بڑھ کر ہے مجھے بتاؤ کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں"

"یہ سنکر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے اپنے پلان کے متعلق بتا دیا جائے اور میں نے ایسا ہی کیا۔ میرا خیال ہے کارسن کہ تم مجھے قابل ملامت نہ سمجھو گے"

"نہیں میرے دوست" میں نے اسے یقین دلایا۔

"ہم نے ایسے لوگوں کو اپنا پلان بتایا ہے جن پر ہمیں اس سے بہت کم بھروسہ تھا جتنا تمہیں اپنے دوست پر ہے۔ ہاں تو پھر اس نے کیا کہا؟"

"اس نے مجھسے وعدہ کیا کہ وہ حتی الامکان ہماری مدد کرے گا۔ اور جب ہم بغاوت کا آغاز کریں گے تو وہ ہم سے مل جائیگا۔ اس نے یہ بھی یقین دلایا کہ اور بہت سے سپاہی بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔ اور کارسن میرے دوست۔ اس نے اپنی وفاداری کے ثبوت میں اسلحہ خانے کی ایک کنجی بھی مجھے دی ہے"

"اچھا" میں نے اپنے جوش کو دباتے ہوئے کہا۔ اب کیوں نہ ہم فوراً اپنے پلان کا

آغاز کر دیں۔"

"تو پھر آج رات" ناگ نے پر جوش لہجے میں کہا۔

"ہاں آج رات" میں نے جواب دیا "گم قار اور ہونان کو بھی بتا دو تاکہ وہ آزادی کے سپاہیوں میں سے ہر ایک کو مطلع کر دیں۔"

یہ گفتگو ختم کرنے کے بعد ہم سب نے پر زور آواز میں قہقہے لگائے جیسے کوئی مزیدار لطیفہ ختم ہوا ہو۔ اور پھر ناگ اور کران مجھے چھوڑ کر گم قار اور ہونان کو مطلع کرنے چل دیئے۔

یہ ایک تجربہ شدہ بات ہے کہ کوئی پلان کتنی ہی احتیاط سے کیوں نہ بنایا جائے جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو اس کا عمل میں آنا اور کامیاب ہونا ناممکن ہے بعینہ یہی بات ہمارے ساتھ ہوئی۔ رات کو جب سب سونے کے لئے لیٹے تو یہ دیکھکر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ہمارے کیبن کا دروازہ جو ہمیشہ رات بھر کھلا رہتا تھا بند کر دیا گیا تھا۔

"یہ" کران غرّایا "آنوس کی جاسوسی کا نتیجہ ہے۔"

"اب پلان کا آغاز دن کی روشنی میں کیا جائے گا" میں نے کہا "لیکن ہم آزادی کے سپاہیوں کو مطلع نہیں کر سکتے کیونکہ بہت تاریکی ہے اور ہم نہیں جان سکتے کہ کون کس طرف لیٹا ہوا ہے۔"

"اچھا تو پھر کل" کران نے کہا۔

اس رات میں بہت دیر تک جاگتا رہا۔ میرا دماغ بہت سے خیالات کی آماجگاہ تھا۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں ہمارا سارا پلان عمل میں آنے سے پہلے

ہی ختم نہ ہو جائے۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ کپتان کو شبہ ہو گیا ہے گو وہ یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ ہمارے پلان کی تفصیلی صورت کیا ہے اور یہ کہ ہم کیا طریق کار اختیار کریں گے لیکن بہر حال وہ یہ جان گیا تھا کہ فضا مکدر ہے۔ اور ضرور کچھ نہ کچھ ہونیوالا ہے لہذا وہ ہر طرح تیار ہو گیا ہوگا۔

رات کی تاریکی میں جب میں اچھی طرح جاگ رہا تھا اور یہ سب خیالات میرے دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ میں کسی کو آہستگی کے ساتھ کمرے میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے محسوس کیا۔

کبھی کبھی مجھے سرگوشی کی آواز بھی سنائی دی۔ میں نہیں جان سکتا تھا کہ ان آوازوں کا کیا مطلب ہے پھر مجھے یاد آیا کہ آنوس شراب کی ایک بوتل لایا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ کسی کو اس میں شریک کر رہا ہو۔ لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ آوازیں بہت آہستہ تھیں۔

اچانک میں نے ایک دبی ہوئی چیخ سنی۔ پھر تھوڑی سی کھڑکھڑاہٹ اور پھر کیبن میں بالکل خاموشی چھا گئی میں نے سوچا کہ شائد کسی نے کوئی ہیبتناک خواب دیکھا ہوگا۔ لہذا میری توجہ اس طرف سے ہٹ گئی اور پھر جلد ہی میں سو گیا

آخر کار صبح ہوئی۔ اور ہمارے کیبن کا دروازہ کھول کر ایک ملاح نے ہم لوگوں کا ناشتہ ایک ٹوکری میں نیچے لٹکا دیا۔ ہم سب اس ٹوکری کے گرد جمع ہو گئے اور اپنا اپنا حصہ لینے کے بعد اسے کھانے کے لئے پلٹے۔ اچانک کیبن کے ایک دور افتادہ کونے میں سے ایک چیخ بلند ہوئی۔

"ادھر دیکھو" ایک آدمی چلایا "آنوس کو قتل کر دیا گیا ہے"

بغاوت

ہاں آنوس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اور اس کے قتل سے جہاز کا عملہ خاصہ پریشان نظر آتا تھا۔ سپاہی اور افسر ہمارے کیبن میں گھس آئے اور انھوں نے دیکھا کہ آنوس چت پڑا ہے شراب کی بوتل اس کے پہلو میں پڑی ہے اور اس کی آنکھیں چھت کی طرف لگی ہوئی اور اپنے حلقوں سے کچھ باہر کو نکلی ہوئی ہیں۔

اس کی گردن پر کسی طاقتور انگلیوں کے نشانات تھے جن سے صاف ظاہر تھا کہ اسے گلا گھوٹ کر مارا گیا ہے۔

فوراً ہم سب کو عرشہ پر جمع ہونے کا حکم دیا گیا جہاں ہماری اچھی طرح تلاشی لی گئی۔ کپتان بذات خود وہاں موجود تھا اور بہت غصہ میں تھا اور میرا خیال ہے کہ کچھ پریشان اور خوفزدہ بھی نظر آتا تھا۔

ایک ایک کر کے اس نے ہم سب سے سوالات کیئے اور جب میرا نمبر آیا تو میں رات کو سنی ہوئی آہٹوں اور سرگوشیوں کو اپنے بیان سے حذف کر گیا۔

میں نے اسے بتایا کہ میں اس مقام سے کافی فاصلہ پر سورہا تھا جہاں آنوس کی لاش پائی گئی تھی۔

"کیا تمہارے آنوس کے ساتھ کسی طرح کے تعلقات تھے؟" کپتان نے مجھ سے پوچھا۔

"بس اتنے ہی جتنے دوسرے قیدیوں سے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن قیدیوں میں سے کئی ایک سے تمہارے بہت گہرے تعلقات ہیں" اس نے کہا۔

کیا تمہاری آنوس سے کبھی بات چیت ہوئی؟"

"ہاں متعدد مرتبہ" میں نے جواب دیا۔

"اس سے تمہاری بات چیت عموماً کس موضوع پر ہوئی؟" کپتان نے پوچھا

"عموماً" وہ ان تکالیف کا ذکر کرتا تھا جو تھورازم سے اسے پہونچی تھیں" میں نے جواب دیا۔

" لیکن وہ تھورسٹ تھا" کپتان چلایا۔

کپتان کی کوشش یہ تھی کہ اگر مجھے آنوس کے جاسوس ہونے کا علم ہو تو میں اپنے کسی فقرے سے ظاہر کردوں لیکن وہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

"اس کی گفتگو سے تو یہ بالکل پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ تھورسٹ تھا۔ لیکن اگر وہ حقیقتاً تھورسٹ تھا تو وہ یقیناً اپنے ملک کا بہت بڑا غدار تھا۔ کیونکہ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ میں اس کی ایک سازش میں شریک ہو جاؤں جو وہ جہاز کے عملے کو قتل کرنے اور جہاز کو اپنے قبضہ میں لانے کے لئے کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے قیدیوں کو

بھی اپنا شریک کار بنانے کی کوشش کی ہو گی ۔"

میں نے یہ بیان دیتے ہوئے اپنا لہجہ اتنا بلند رکھا تھا کہ سب سن سکیں ۔

مجھے یقین تھا کہ اگر قیدیوں میں سے اکثر نے میرے بیان کی تائید کی تو کپتان ضرور دھوکے میں آ جائے گا ۔

" کیا کچھ قیدی اس سازش میں شریک ہو گئے تھے ؟" اس نے پوچھا ۔

" نہیں ۔ تقریباً سب ہی اس کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے "

" کیا تم بتا سکتے ہو کہ اسے کس نے قتل کیا ہو گا ؟"

" میرا خیال ہے کہ کسی قوم پرست محب وطن نے اسے قتل کیا ہے ۔" میں نے ایک سفید جھوٹ بولا ۔

جب اس نے دوسرے قیدیوں کے بیانات لئے تو آزادی کے سپاہیوں میں سے ہر ایک نے میرے بیان کی تائید کی ۔ زاگ نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس نے کبھی آنوس سے بات نہیں کی اور میرا خیال ہے کہ یہ صحیح تھا ۔

جب کپتان نے اپنی تفتیش ختم کی تو وہ حقیقت سے بہت دور ہو چکا تھا اور میرا خیال ہے کہ یہ بات اس کے دل میں جم گئی تھی کہ آنوس بذات خود غدار اور سازشی تھا

بعد ازاں جب ہم لوگوں کی تلاشی لی گئی تو میں اس خیال سے بہت پریشان تھا کہ اسلحہ خانہ کی چابی کبراں کے پاس سے برآمد ہو جائے گی ۔ لیکن ایسا نہیں ہوا ۔ اور بعد میں اس نے مجھے بتایا کہ وہ اس نے اپنے بالوں میں اس طرح پوشیدہ کر لی تھی کہ کسی کا اسے پا جانا بہت مشکل تھا ۔

امتار کا دن [۲۶] گھنٹے ۵۶ منٹ چار سکینڈ کا ہوتا ہے ۔ جسے وہ لوگ بیس [۲] حصوں

میں تقسیم کرتے ہیں جنھیں ٹی کہا جاتا ہے۔
ہماری دنیا کے حساب سے ان ۲۰ میں سے ہر ایک حصہ ۹۵ء ۸۰ اشاریہ منٹ کے برابر طویل ہوتا ہے۔
" عرشہ جہاز پر وقت کی رفتار کا اندازہ صرف اس بگل سے لگایا جاتا تھا جو ہر گھنٹہ یا " ٹی " ختم ہونے کے بعد بجتا تھا۔
پہلا گھنٹہ ایک اس وقت بجتا تھا جب دن کی روشنی رات کے گذرنے کے بعد نظر آتی تھی۔ اس وقت ہم لوگوں کو جگانے کے بعد ناشتہ دیا جاتا تھا۔ پہلا گھنٹہ بجنے کے ٹھیک ۔۳ منٹ بعد ہم لوگوں کو اپنے اپنے کام پر لگا دیا جاتا تھا۔
قیدیوں کے یہ مختلف کام دس کا گھنٹہ یعنی دس" ٹی " کا اعلان کرنے والے بگل تک جاری رہتے تھے۔ اور ان دس" ٹی " کے طویل اور تھکا دینے والے کام کے دوران تقریباً آدھے گھنٹہ کا وقفہ کھانا کھانے کے لئے دیا جاتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہم لوگوں کو نویں" ٹی " اور کبھی آٹھویں" ٹی " پر ہی چھٹی دے دی جاتی تھی۔
اس روز جب سب قیدی کھانے کی چھٹی میں جمع ہوئے تو میں سوچ رہا تھا کہ ہمیں فوراً ہی اپنے پلان کو عملی جامہ پہنانا چاہیئے
چنانچہ میں نے نہایت آہستگی کے ساتھ آزادی کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جیسے ہی بگل بجانے والا ساتویں ٹی کا بگل بجائے گا ہم حملہ شروع کر دیں گے۔ چونکہ ہم میں سے کئی اسلحہ خانے کے پاس ہی کام کر رہے تھے لہٰذا ان میں بتا دیا گیا کہ انھیں کس کی سرکردگی میں اس پر حملہ کرنا اور تمام اسلحہ کو اپنے قبضہ میں لانا ہے۔
باقیوں کو میں نے حکم دیا کہ انھیں اپنے قریب ترین سپاہیوں پر کسی ایسی چیز سے

جسے وہ ہتھیار کے طور پر کام میں لاسکیں حملہ کرنا ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو خالی ہاتھوں ہی ان پر حملہ کر کے ان کے ہتھیار اپنے قبضہ میں لانا ہیں۔

ہم میں تقریباً نصف کو پوری قوت سے بار بار اپنا نعرہ بلند کرنا تھا۔ یہ نعرہ تھا "آزادی کے لئے" اور باقی نصف کو حملہ کے دوران ہی دوسرے قیدیوں اور سپاہیوں کو اپنے ساتھ مل جانے کی ترغیب دینا تھا

یہ اسکیم سراسر پاگل پن پر مبنی تھی لیکن موجودہ حوصلہ شکن حالات میں صرف اسی پلان میں ہمیں امید کی ہلکی سی جھلک نظر آتی تھی۔

ساتواں گھنٹہ اس لئے منتخب کیا گیا تھا کہ اہمیں تقریباً تمام افسر وارڈ روم میں جمع ہوتے تھے جہاں وہ شراب کے جام پر جام لنڈھاتے یہ ان کا روز کا معمول تھا میں نے حملہ کے لئے رات کا وقت اسی لئے مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ وہ پچھلی رات کی طرح کیبن کا دروازہ باہر سے بند کر دیں گے۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ہمارا پلان کسی دوسرے جاسوس کو معلوم ہو جائے کیونکہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جہاز میں اور کتنے جاسوس موجود تھیں لہٰذا ہم انتظار میں ایک لمحہ بھی کھونا نہیں چاہتے تھے جوں جوں ساتواں گھنٹہ نزدیک آتا جا رہا تھا میں ایک نامعلوم بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ کبھی کبھی میں اپنے آس پاس کام کرنے والے اپنے چھوٹے سے دستہ کے افراد کی طرف دیکھتا تو ان میں سے کئی ایک کے چہروں سے بدحواسی صاف نظر آتی لیکن یہ صرف چند تھے۔

آزادی کے سپاہیوں کی اکثریت اس لاپرواہی سے اپنے کام میں مشغول نظر آتی تھی جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ انھیں میں ایک زاگ بھی تھا۔ وہ میرے قریب

ہی کام کر رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی عرشہ جہاز کے اس حصہ کی طرف نہیں دیکھا جہاں عنقریب لبگل بجانے والے کو ساتواں گھنٹہ کا اعلان کرنا تھا۔ جبکہ میں بمشکل اپنی نظر کو صحن جہاز کے اس حصہ سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن کوشش کے باوجود میری نظر پھر اسی طرف اٹھ جاتی تھی۔

کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ زاگ اپنے قریب کھڑے ہوئے سپاہی پر حملہ کرنے والا ہے۔ اور نہ ہی کوئی یہ جان سکتا تھا کہ پچھلی رات اس شخص نے ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ کیونکہ بعدازاں معلوم ہوا آنوس کی جاسوسی کا اختتام زاگ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

وہ بڑے مزے سے کوئی دھن گنگنا رہا تھا اور بڑے انہماک سے اس توپ کو صاف کر رہا تھا جس کی صفائی پر اسے مقرر کیا گیا تھا۔

کرآن اور گم فار ایک دوسرے کے قریب ہی فرش کو رگڑنے اور صاف کرنے میں مشغول تھے۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ فرش صاف کرتے ہوئے کران اسلحہ خانے کے قریب تر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔

چاروں طرف دیکھتے ہوئے میری نگاہیں زاگ سے چار ہوئیں بڑی ہی خوبصورتی سے اس نے اپنی بائیں آنکھ بند کی جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ ہر طرح تیار ہے زاگ کے اس معمولی سے اشارے نے میری بے چینی دور کر دی اور میں پھر اطمینان محسوس کرنے لگا۔ میرے حوصلے بلند ہو گئے اور میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔

جوں جوں وقت مقررہ قریب آتا جا رہا تھا میں اپنے قریب کھڑے ہوئے

______ سیاہی کی طرف کھسکتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں میں بالکل اس کے سامنے کھڑا تھا لیکن میری پشت اس کی طرف تھی۔ اور میں سوچ کر یہ حیران تھا کہ میرے پیچھے کھڑا ہوا یہ سپاہی یہ اندازہ بھی نہیں کر سکتا کہ ایک لمحہ بعد یا شاید چند لمحوں بعد جیسے ہی ساتویں گھنٹے کا اعلان کرنے والے بگل کی آواز اس کے اس پرسکون سمندر پر گونجے گی وہ عرشۂ جہاز پر بے ہوش پڑا ہوگا اور اس کی تلوار خنجر اور پستول اس قیدی کے پاس ہونگے جس کی وہ اس لمحہ نگرانی کر رہا ہے

چونکہ ڈک ہاؤس کی طرف میری پشت تھی اس لئے میں بگل بجانیوالے کو باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد وہ وہاں آجائے گا۔

اور آخر کار وہ لمحہ آن پہونچا جب بگل کی آواز پہلی بار فضا کو مرتعش کرتی ہوئی بلند ہوئی۔ اور اسے سن کر میں یکبارگی چونک پڑا۔ میرا خیال ہے کہ یہ طویل انتظار اور اعصابی کشیدگی کا نتیجہ تھا کہ میں اس طرح چونک پڑا۔ لیکن میری یہ اعصابی کشیدگی اور بے چینی سراسر دماغی تھی۔ اس سے اس عمل پر کوئی اثر نہ پڑا جو مجھے اس لمحہ کرنا تھا۔ جوں ہی بگل کی آواز بلند ہوئی میں اپنی ایڑیوں پر گھوم گیا۔ اور اس سپاہی کی تھوڑی پر جو میری نگرانی کر رہا تھا ایک زوردار مکّہ مارا وہ اس طرح عرشۂ جہاز پر گر پڑا جیسے کوئی بے جان شے ہو۔ فوراً ہی میں اس کے اوپر جھکا تاکہ اس کے ہتھیار اپنے قبضہ میں کرلوں۔ اور ٹھیک اسی وقت میرے مکّہ کے ساتھ عرشہ جہاز پر ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ہر طرف چیخ و پکار ہونے لگی تھی۔ اور ان سب چیخوں کے اوپر آزادی کے سپاہیوں کا جنگی نعرہ "آزادی کے لئے" صاف سنائی دے رہا تھا۔ میرے اس چھوٹے سے دستہ نے حملہ کر دیا تھا اور

یہ حملہ بہت سخت تھا اس وقت پہلی بار میرے کانوں نے وینس کے آتشیں اسلحہ کی جھنکار سنی۔ یہ بالکل ویسی ہی آواز تھی جیسی ایکس رے مشین سے نکلتی ہے۔ میں نے گرے ہوئے سپاہی کی تلوار اسکی میان سے کھینچ لی تھی اور اس کا پستول بھی اس کے ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ اور اب کھڑا وہ نظارہ دیکھ رہا تھا جس کا مجھے انتظار عرصہ سے تھا۔ میں قوی ہیکل زاگ کو ایک سپاہی پر جھپٹے دیکھا اس نے اس کے ہتھیار چھین لئے اور پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اسے سر سے اونچا اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اسلحہ خانہ کے دروازہ پر گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ آزادی کے سپاہی اندر گھسنے کی کوشش کر رہے تھے اور سپاہی پستولوں اور بندوقوں سے انھیں روکنے کی۔ یہ دیکھکر میں بھی اسی طرف دوڑا ایک سپاہی مجھے دیکھ کر میری طرف جھپٹا میں نے شعاعوں کی پھنکار اپنے قریب سے گذرتے ہوئے سنی یا تو وہ بہت گھبرایا ہوا تھا اور یا پھر اس کا نشانہ بہت کمزور تھا کیونکہ وہ اتنے کم فاصلہ سے صحیح نشانہ نہ لے سکا۔ میں نے اپنا پستول اس کی طرف گھما کر ٹریگر دبا دیا اور وہ اپنے سینہ میں ایک بڑا سوراخ لئے مردہ ہو کر عرشہ جہاز پر گر پڑا۔ اور میں آگے بڑھ گیا

اسلحہ خانہ کے دروازہ پر اب دست بدست لڑائی ہو رہی تھی کیونکہ دونوں ٹولیاں اب اس طرح مل گئی تھیں کہ پستول یا بندوق استعمال کرنا اس وجہ سے بیکار ہو گیا تھا کہ مبادا وار اپنے ہی کسی ساتھی پر ہو جائے۔

پستول کو اپنے لباس سے آویزاں کرتے ہوئے میں نے تلوار سنبھال لی ایک سپاہی خنجر سے ہوتان پر حملہ کر رہا تھا اور قریب تھا کہ وہ اسے قتل کر ڈالے کہ میں نے اپنی تلوار قبضہ تک اس کے جسم میں اتار دی۔ پھر میں نے ایک دوسرے کو بالوں سے پکڑ کر دروازہ سے باہر کھینچ لیا اور چلا کر ہوتان سے کہا کہ اسے ختم کر دے

میری خواہش یہ تھی کہ میں جلد از جلد اسلحہ خانہ میں داخل ہو کر کران کی مدد کے لئے پہونچ جاؤں۔ اس سارے ہنگامہ کے دوران میں کرآدمی "آزادی کے لئے" کا نعرہ لگاتے رہے تھے۔ اور سپاہیوں سے یہ کہتے رہے تھے کہ وہ ہم میں شامل ہو جائیں قیدی سب کے سب جہاں تک میرا اندازہ ہے ہم میں شامل ہو چکے تھے۔ اب ایک دوسرے سپاہی نے میرا راستہ روکا اس کی پشت میری طرف تھی اور قریب تھا کہ میں اسے گھسیٹ کر ہونان کی طرف لڑھکا دوں تاکہ وہ اسے ختم کر ڈالے کہ میں نے دیکھا کہ اس سپاہی نے اپنے قریب کے سپاہی کے سینے میں اپنا خنجر اتار دیا اور ساتھ چلایا۔ "آزادی کے لئے"۔ اس وقت تک گو مجھے معلوم نہ تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ بہت سے سپاہی ہم سے مل چکے تھے۔

جب آخر کار میں اسلحہ خانہ میں داخل ہوا تو میں نے کران کو اسلحہ تقسیم کرتے ہوئے پایا اور یہ کام وہ اتنی جلدی کر رہا تھا کہ دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ بہت سے باغی اسلحہ خانہ کی کھڑکیوں کے پاس کھڑے تھے اور کران ان کو پستول خنجر اور تلواریں دے رہا تھا تاکہ وہ انھیں عرشہ پر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں یہاں تک سب کام مرضی کے مطابق ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ دیکھتے ہوئے میں نے کچھ آدمی جمع کئے اور انھیں ساتھ لیکر ان سیڑھیوں کی طرف بڑھا جو کپتان کے کیبن کی طرف جاتی تھیں اور جہاں کھڑے ہوئے افسر پریشانی کے عالم میں اور انتہائی بدحواسی کے ساتھ اپنی بندوقیں اور پستول استعمال کر رہے تھے۔

اس بدحواسی کی وجہ سے ان کے بھی بہت سے آدمی ان ہی کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اور اسی احمقانہ حملہ کی وجہ سے بہت سے سپاہی ہم سے مل گئے تھے۔ اس

عرشہ جہاز پر آتے ہی سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ کاملوٹ تھا۔ وہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں پستول لئے ہوئے تھا اور بہت تیزی سے افسروں کی ایک ٹولی پر فائر کر رہا تھا جو اس کوشش میں مصروف تھے کہ عرشہ جہاز پر پہونچ کر اپنے وفادار سپاہیوں کی کمان سنبھال لیں۔

کاملوٹ کو دیکھکر میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اور جب میں اس کے پہلو میں پہونچکر اس کے ساتھ افسروں پر فائر کرنے لگا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہونٹوں پر ایک دل خوش کن مسکراہٹ تھی۔ ہمارے مد مقابل پانچ افسروں میں سے تین گر چکے تھے اور باقی دو کپتان کے کیبن کا رخ کر رہے تھے۔ ہمارے پیچھے بیس پچیس انقلابی تھے جن کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح سب سے اونچے عرشہ پر پہونچ جائیں جہاں باقی ماندہ افسر پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور ان کے پیچھے میں اپنے اور ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا جو ہم میں شامل ہونے کے لئے ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔

میں اور کاملوٹ کچھ دور ان کے آگے آگے چلتے رہے لیکن جلد ہی غصہ میں بھرے ہوئے اور گالیاں دیتے ہوئے انقلابی ہم سے آگے بڑھ گئے تاکہ اپنے افسروں پر حملہ کریں انقلابی اب ہمارے قبضہ سے بالکل باہر ہو چکے تھے اور چونکہ ہمارا اپنا چھوٹا سا دستہ بہت محدود تعداد میں تھا لہٰذا انقلابیوں کی اکثریت کسی لیڈر کو نہیں پہچانتی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص من مانی کر رہا تھا میری خواہش تھی کہ میں افسروں کی جان بچالوں لیکن میں ایسا نہ کر سکا اور اس خونی انتقام کو نہ روک سکا جس نے ہر انقلابی کو پاگل بنا دیا تھا اور جس کے نتیجہ کے طور پر کئی جانیں بیکار ضائع ہوئیں۔

افسر سب کے سب ایک دیوار سے اپنی پشت لگائے کھڑے تھے اور اپنی

زندگی کی آخری لڑائی لڑ رہے تھے اس وقت جان بچانیکے جذبے کے تحت انھوں نے جس بہادری کا مظاہرہ کیا وہ باغیوں کو بہت مہنگی پڑی. لیکن وہ تھوڑے تھے اور مدمقابل بہت زیادہ اور پھر مدمقابل بھی وہ جن کے دلوں میں ان کے لئے کوئی رحم نہ تھا. اور جو عرصہ دراز کی نفرت اور انتقامی جذبہ کے اظہار کے لئے تل چکے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر سپاہی اور ہر ملاّح کسی خاص افسر سے یا سب افسروں سے پرانا عناد رکھتا ہے .اس وقت وہ سب کے سب انتقام کے جوش میں بپھرے ہوئے درندے بن گئے تھے۔

ہر بار کپتان کے کیبن پر ان کا حملہ اور زیادہ سخت ہو جاتا اور ہر بار کوئی افسر مر کر یا زخموں سے چور ہو کر گر جاتا۔ جوں ہی وہ گرتا اسے نچلے عرشہ پر پھینک دیا جاتا اور پھر وہاں سے عرشۂ جہاز پر جہاں باغی اس کے منتظر ہوتے اور پھر عرشہ جہاز سے اسے سمندر میں پھینک دیا جاتا۔

آخر کار کپتان کے کیبن پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا اور انھوں نے باقی ماندہ افسروں کو کھینچ کر باہر نکال لیا۔ اور یا تو وہیں ذبح کر دیا۔ اور یا پھر اپنے چیختے چلاتے ساتھیوں کی طرف نچلے عرشے پر پھینک دیا۔

سب سے آخر میں کپتان کو کھینچ کر باہر نکالا گیا جو اپنے کیبن کی ایک الماری میں چھپا ہوا پایا گیا تھا. اسے دیکھتے ہی نفرت و حقارت کا ایک نعرہ بلند ہوا جو میرا خیال ہے کہ میں اپنی ساری زندگی میں دوبارہ نہ سن سکوں گا۔ میں اور کاملوٹ اس ہولناک نظارہ کے خاموش تماشائی تھے۔ ہم نے دیکھا کہ کپتان کو دیکھتے ہی وہ اس پر جھپٹے اور آناً فاناً اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سمندر میں پھینک دیا۔

کیپٹن کی موت کے ساتھ لڑائی ختم ہوگئی اور جہاز پر ہمارا قبضہ ہوگیا لیکن فوراً ہی میں یہ سوچکر کچھ خوفزدہ ہوگیا۔ کہ میں نے ایک ایسی طاقت تیار کی ہے جسے شائد میں کنٹرول نہ کرسکوں۔ میں نے کالموٹ کا بازو پکڑ کر اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

"میرے ساتھ آؤ" میں نے اس سے کہا۔ اور عرشہ جہاز کی طرف چلا۔

"یہ سب کیا ہوا" کالموٹ نے مجھسے پوچھا۔

یہاں میں یہ کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کالموٹ ہمارے پلان سے قطعی بے خبر تھا۔

"بغاوت کا پلان میں نے تیار کیا تھا لیکن قتل عام کا نہیں" میں نے جواب دیا۔

"اب ہمیں جس طرح بھی ہو امن اور قانون بحال کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے"

"ہاں اگر ہم ایسا کرسکیں" کالموٹ نے آہستگی سے کہا

عرشہ جہاز کی طرف بڑھتے ہوئے آزادی کے سپاہیوں میں سے جتنے بھی مجھے ملے میں انھیں جمع کرلیا۔ اور جب میں عرشہ جہاز پر پہونچا تو اس چھوٹے سے دستہ کے تقریباً سب افراد میرے گرد جمع ہوچکے تھے۔ باغیوں میں میں نے اس بگل بجانیوالے کو بھی دیکھا جو نادانستگی میں حملہ کے آغاز کا محرک بنا تھا۔ اسے میں نے حکم دیا کہ وہ بگل بجائے تاکہ سب جمع ہوسکیں۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ لوگ بگل کی آواز پر جمع نہ ہوں گے۔ لیکن تنظیم کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ہی بگل بجا وہ جہاز کے ہر حصہ سے لوگ خاص عرشے جہاز پر جمع ہونے شروع ہوگئے۔

میں ایک توپ پر چڑھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور اعلان کیا کہ آزادی کے سپاہیوں نے جہاز پر قبضہ کیا ہے جو ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں انھیں دو کر دکپتان، کا حکم ماننا

پڑے گا اور جو ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتے انھیں خشکی پر اتار دیا جائے گا۔

" دوکر کون ہے" ایک سپاہی نے پوچھا۔ اس سپاہی کو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا جب وہ بہت خوفناک طریقہ پر افسروں پر حملہ کرنے میں پیش پیش تھا۔

" میں دوکر ہوں" میں نے جواب دیا۔

" دوکر ہم میں سے ایک ہونا چاہیئے" وہ غرایا۔

" کارسن نے بغاوت کا پلان بنایا اور پھر اسے کامیابی کی راہ دکھائی" کراؤن چلایا۔" اس لئے کارسن دوکر ہے"

آزادی کے سپاہیوں اور تقریباً ایک سو نئے ساتھیوں نے خوشی کا نعرہ لگا کر کراؤن کی تائید کی۔ لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جو خاموش رہے یا آہستگی سے ایک دوسرے سے کچھ کہتے رہے ان ہی میں کاج بھی تھا یہ وہی سپاہی تھا جس نے میرے دوکر ہونے پر اعتراض کیا تھا اور میں نے دیکھا کہ اس کے اردگرد کافی آدمی جمع ہو گئے تھے۔

" یہ ضروری ہے" میں نے کہا" کہ سب آدمی اپنے اپنے کام سنبھال لیں کیونکہ جہاز کو چلانا ضروری ہے۔ اگر لیڈر شپ کا مسئلہ باعث نزاع ہے تو ہم اسے بعد میں طے کر سکتے ہیں اس وقت تک میں لیڈر ہوں اور کا ملوٹ گمفار کراؤن زاگ اور ہوتان میرے نائب ہیں۔ میرے ساتھ یہ لوگ جہاز کے افسروں کی جگہ سنبھالیں گے۔ تمام ہتھیار فوراً اسلحہ خانہ میں جمع کرا دیئے جائیں سوائے ان کے جنھیں کراؤن پہرے پر مقرر کرے"

" میرے ہتھیار کوئی نہیں لے سکتا" کاج نے غرا کر کہا مجھے بھی ہتھیار رکھنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی اور کو اب ہم سب آزاد ہیں۔ اور میں کسی کا حکم ماننے پر مجبور

نہیں ہوں۔ جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو زاگ اس کے قریب پہونچ چکا تھا جیسے ہی اس نے
اپنی بات ختم کی زاگ نے اپنے طاقتور ہاتھ سے اس کا گلا پکڑ کر اور دوسرے ہاتھ سے
اس کی پیٹی کھول لی۔

"تمہیں نئے ووکر کا حکم ماننا پڑے گا" یہ کہتے ہوئے اس نے کاج کو چھوڑ دیا اور
اس کے ہتھیار کران کے حوالہ کر دیئے۔

ایک لمحہ کے لئے عرشہ جہاز پر گہری خاموشی چھا گئی۔ ایک ایسی خاموشی جس کا
مطلب خطرناک بھی ہو سکتا تھا لیکن فوراً ہی کسی نے قہقہہ لگایا اور چلایا۔ "میرے ہتھیار
کوئی نہیں لے سکتا" یہ کاج پر ایک طنز تھا۔ اور اس جملہ کے ساتھ ہی عرشہ جہاز قہقہوں
کی آواز سے گونج گیا۔ میں سمجھ گیا کہ فی الحال خطرہ ٹل چکا ہے۔ کران نے بھی کچھ ایسی ہی
بات محسوس کی اور لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے ہتھیار جمع کرا دیں

تھوڑی دیر بعد وہ سب اپنے ہتھیار اسلحہ خانہ میں جمع کرا رہے تھے۔ دوبارہ
سب لوگوں کو مختلف کاموں پر متعین کرنے میں ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ لیکن آخر کار یہ مرحلہ
بھی طے ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں گم فار اور کاملوٹ کپتان کے کیبن میں جمع ہوئے۔

ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد یہ طے کرنا تھا کہ وہ جہاز جو دور افق پر ایک چھوٹے
نقطہ کی طرح حرکت کرتا ہوا نظر آرہا تھا اور جو دپاجہ سے روانگی سے لیکر اب تک ہم
سے کچھ فاصلہ پر چلتا رہا تھا اس پر کس طرح بغیر ایک قطرہ خون بہائے قبضہ کیا جائے
اور اس پر قید دپاجہ کے باشندوں اور ڈوسیر کو چھوڑا یا جائے۔

یہ خیال اپنے جہاز پر قبضہ کرنے کا پلان بناتے وقت بھی میرے دماغ میں موجود تھا
اور یہ ہی وہ پہلا موضوع تھا جس پر جہاز پر امن بحال ہونے کے بعد کاملوٹ نے مجھ سے

گفتگو کی۔ لیکن گمغار کو شک تھا کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

"ہمارے آدمی دیاچہ اور اس کے باشندوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے" اس نے ہمیں یاد دلایا۔" اور وہ شائد اس خیال سے متفق نہ ہوں گے کہ وہ اس دوسرے جہاز پر حملہ کریں اور اپنی نئی نئی آزادی کو بلا وجہ خطرے میں ڈالیں"

"تمہارا ذاتی طور پر اس بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا اور وہی کروں گا جس کا تم حکم دو گے لیکن میں صرف ایک ہوں اور یہاں دو سو ایسے آدمی ہیں جن کی خواہشات کا تمہیں احترام کرنا پڑے گا"

"میں صرف اپنے نائبوں سے اس بارے میں مشورہ کروں گا" میں نے جواب دیا

"اور دوسروں کو صرف حکم دوں گا تاکہ وہ اس کی تعمیل کریں"

"صرف یہی ایک طریقہ ہے" کاملوٹ نے مطمئن انداز میں کہا۔

دوسرے افسروں کو مطلع کر دو کہ ہم دن نکلتے ہی "سوانگ" (دوسرے جہاز کا نام) پر حملہ کریں گے۔ میں نے انھیں ہدایت کی۔

"لیکن ہم ان پر توپوں سے حملہ نہیں کر سکتے"

کاملوٹ نے اعتراض کیا "کیونکہ اس طرح ڈوئیر کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی"

"میرا ارادہ ہے کہ ہم اچانک ان کے سروں پر پہونچ جائیں۔ جس وقت ہم حملہ کریں گے اس وقت سوائے چند پہرداروں کے عرشہ جہاز پر کوئی موجود نہ ہوگا" میں نے جواب دیا۔

"اس سے پہلے بھی دو بار دونوں جہاز ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئے

تھے لہٰذا جب ہم ان کے قریب پہونچیں گے تو انھیں ہم پر کوئی شبہ نہ ہوگا۔ اچانک
حملہ کرنے کے لئے سنو آدمیوں کا ایک دستہ عرشہ جہاز پر پہلے سے چھپا دیا جائے گا
اور جس وقت دونوں جہاز بالکل قریب آجائیں گے تو ایک اشارہ سے اس دستہ
کو سوانگ کے عرشہ پر کودنے کا حکم دیا جائے گا

اس وقت جب ہم حملہ کریں گے سمندر عام طور پر پرسکون رہتا ہے۔ لیکن اگر ایسا
نہ ہوا تو ہم حملہ کا پروگرام دوسری صبح تک کے لئے ملتوی کردیں گے۔ سب آدمیوں
کو سختی سے حکم دے دو کہ بلا وجہ ایک جان بھی نہیں لی جائے گی۔ اور سوائے مقابلہ کرنے
والوں کے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور ہم سوانگ کا اسلحہ اور کھانے پینے کی
اشیاء کا ذخیرہ اور وہ پانچ قیدی سوفال (ہمارے جہاز کا نام) پر منتقل کردیں گے۔"

"اس کے بعد ہم کیا کریں گے" گمفار نے پوچھا۔

"میں اسی طرف آرہا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن سب سے پہلے "سوفال"
پر جتنے بھی آدمی ہیں ان کے متعلق مفصل معلومات کرنا چاہتا ہوں۔ تم اور کاملوٹ
دوسرے افسروں کو میرے بتائے ہوئے پلان سے مطلع کردو اور آزادی کے سپاہیوں کے
اصل دستے کو مجتمع کرکے انھیں میرا پلان اچھی طرح سمجھا دو تاکہ وہ جہاز پر موجود باقی
سب آدمیوں کو مطلع کردیں۔ جب یہ سب ہو جائے تو آزادی کے سپاہیوں کو یہ
حکم دو کہ وہ ان تمام لوگوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں جو اس پلان سے
متفق نہ ہوں۔ ایسے سب لوگوں کو جن کے نام آزادی کے سپاہی تمہیں بتائیں گے ہم
سوانگ پر قبضہ کرنے کے بعد اس پر چھوڑ دیں گے اور ان کے علاوہ اگر اور کوئی بھی
ہمارا ساتھ نہ دینا چاہے گا اسے بھی سوانگ پر منتقل کر دیا جائے گا۔ گیارھویں گھنٹہ

پر تمام آدمیوں کو عرشہ پر جمع کر دا اور اس وقت میں اپنے پلان کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کردوں گا۔"

جب گم فار اور کر آن مجھ سے یہ ہدایات لینے کے بعد رخصت ہو گئے تو پھر میں کپتان کے کیبن میں آگیا۔ ہمارا جہاز سوفال دوسرے جہاز سوانگ سے کافی پیچھے تھا اب نسبتاً تیز رفتار سے چل رہا تھا۔ لیکن اس رفتار پر تعاقب کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا مجھے یقین تھا کہ سوانگ کا عملہ ان واقعات سے واقف نہیں ہوا جو "سوفال" پر گذر چکے تھے۔ کیونکہ امشار پر وائرلیس کا وجود نہیں اور سوفال کے افسروں کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ وہ کسی طرح کا سگنل دوسرے جہاز کو دے سکتے

بغاوت اتنی اچانک ہوئی اور اتنی جلدی سب کچھ ہو گیا تھا کہ میں خود حیران تھا۔ جوں جوں گیارھواں گھنٹہ قریب آتا گیا میں نے دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں جہاز کے مختلف حصوں میں اس پلان کے بارے میں گفتگو کر رہی تھیں۔ جو آزادی کے سپاہیوں کے ذریعہ ان تک پہونچا دیا گیا تھا۔ ایک ٹولی جو دوسری ٹولیوں سے بڑی تھی کاج کے ساتھ تھی اور وہ بہ آواز بلند اس پلان کی مخالفت کر رہا تھا۔ شروع سے ہی میں یہ سمجھ چکا تھا کہ یہ شخص ہمارے لئے ایک دردِ سر ثابت ہوگا۔ میں نہیں جانتا تھا اس کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور جانتا تھا کہ اس کے پاس جتنی طاقت ہوگی وہ اسے میرے خلاف استعمال کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔ ساتھ میں یہ بھی سوچے ہوئے تھا کہ سوانگ پر ہمارے حسب منشا حملہ کے بعد میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو سوانگ پر منتقل کر دوں گا۔

جوں ہی بگل بجانے والے نے گیارھویں گھنٹہ کا اعلان کیا سب لوگ تیزی

کے ساتھ عرشہ جہاز پر منتقل ہونا شروع ہو گئے اور میں ان سے خطاب کرنے کے لئے اپنے کیبن سے نیچے اتر آیا۔ اس زینہ کی سیڑھیوں پر جو کپتان کے کیبن کی طرف جاتا تھا میں رک گیا۔ یہاں سے وہ سب مجھے نظر آتے تھے چونکہ یہ جگہ عرشہ سے اونچی تھی۔ ان کی اکثریت خاموش اور متوجہ نظر آتی تھی لیکن ایک ٹولی ایسی بھی تھی جس میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ اور کاج اس ٹولی کے درمیان میں تھا۔

"کل دن نکلتے ہی ہم سوانگ پر حملہ کریں گے اور اس پر قبضہ کر لیں گے۔" میں نے کہنا شروع کیا۔ "آپ لوگوں کو تمام احکامات متعلقہ افسر سے مل جائیں گے۔ لیکن ایک حکم ایسا بھی ہے جو میں خاص طور سے آپ سب لوگوں کو دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بلا وجہ ایک قطرہ خون بھی نہیں بہایا جائے گا۔

جب ہم سوانگ پر قبضہ کر لیں گے۔ تو کھانے پینے کی اشیاء کا ذخیرہ اسلحہ اور ایسے قیدی جنھیں میں ضروری سمجھوں گا ہمارے جہاز پر منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اور اس میں ان تمام لوگوں کو جو میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتے اور جنھیں میں اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہتا اس جہاز پر سے سوانگ پر منتقل کر دیا جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے میں نے کاج اور اس کی ٹولی کی طرف دیکھا۔

"میں آپ لوگوں کو مستقبل کے بارے میں بھی اپنے ارادوں سے مطلع کر دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ میں سے ہر ایک صبح ہونے تک اس بات کا فیصلہ کر سکے کہ آیا وہ میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا نہیں۔ جو میرے ساتھ رہنا چاہے گا اسے ہر حکم کی تعمیل کرنا ہوگی۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ ہر طرح کے فائدوں میں ہمارا حصہ دار ہوگا۔ اگر ہمیں کسی طرح کا فائدہ ہوا۔

میرے سامنے اس وقت دو مقاصد ہیں۔

پہلا یہ کہ ہم تھورسٹ جہازوں کو لوٹیں گے اور دوسرا یہ کہ ہم اسٹار کے ان انجانے علاقوں کو دریافت کریں گے جو ابھی تک دریافت نہیں کیے گئے۔ لیکن اس سے پہلے میں دیاجہ کے قیدیوں کو ان کے ملک کو واپس کردوں گا۔ ہمارا مستقبل مہمات اور نئے نئے واقعات سے لبریز ہوگا اس طرح ہمارا مستقبل خطرناک بھی ہے اور میں اپنے ساتھ بزدلوں اور دردسر بننے والوں کو رکھنا نہیں چاہتا۔

ہمیں یقیناً منافع بھی ہوگا اور ہمارا مستقبل بہت سی آسائیشوں سے بھرپور ہوگا کیوں کہ مجھے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ تھورسٹوں کے تجارتی جہاز اسٹار کے دریافت شدہ سمندروں میں ہرطرف سفر کرتے ہیں اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو کچھ ہم تھورسٹ جہازوں کو لوٹ کر حاصل کریں گے۔ اس کے لئے ہمیں بہت سی منڈیاں آسانی سے مل جائیں گی۔ یہ ایک مسلسل جنگ ہوگی۔

تھورازم اور اس کے ہم نواؤں اور آزادی کے سپاہیوں کے درمیان ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ

اب آپ لوگ اپنے اپنے کیبنوں کو واپس چلے جائیں اور صبح تک یہ فیصلہ کر لیجیے کہ آپ کو کیا کرنا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ کی اکثریت مجھ سے متفق ہوگی۔

"ڈوپٹیر"

اس رات میں بہت کم سویا۔ میسکر نائب وقتاً فوقتاً آکر مجھے جگاتے رہے اور اپنی اپنی رپورٹیں پیش کرتے رہے۔ انکی رپورٹوں سے جو بات معلوم ہوئی وہ بہت اہم تھی۔ اور وہ بات تھی جہاز کے عملے کے خیالات۔

ان رپورٹوں سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ سوانگ پر قبضہ کرنے کی مخالفت کسی نے نہیں کی لیکن انقلابیوں کے ذہن میں جو خیالات تھے۔ ان میں تضاد پایا جاتا تھا انکی اکثریت یہ سوچ رہی تھی کہ سوانگ کو لوٹ لینے کے بعد وہ کیا کرینگے۔ ان میں سے چند ایسے تھے جو تھورا کے ساحل پر اترنا چاہتے تھے تاکہ اپنے گھروں کو واپس جاسکیں لیکن ان کی اکثریت تجارتی جہازوں کو لوٹنے کی حامی تھی۔ اور دوسری طرف امتار کے انجانے سمندروں اور علاقوں میں سفر کرنے کا خیال ہی ان میں سے اکثر پر لرزہ طاری کر دینے کے لئے کافی تھا۔ ان میں سے چند ایسے بھی تھے جو وپاجن قیدیوں کو ان کے ملک واپس پہنچانے کے خلاف تھے۔ اور ایک ٹولی ابھی تک اس بات

پر مصر تھی کہ جہاز کی کمان تھورسٹوں کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو کماچ کے ساتھ ہیں۔

"لیکن پورے ایک سو آدمی ایسے ہیں" گمفار نے کہا "جن پر تم پورا بھروسہ کر سکتے ہو۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے تمہیں اپنا لیڈر تسلیم کر لیا ہے۔ اور جو ہر حالت میں تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے۔"

"ان سب کو مسلح کر دو" میں نے حکم دیا۔

"اور ان کے علاوہ باقی سب کو اس وقت تک کے لئے عرشہ جہاز کے نیچے قید کر دو جب تک کہ ہم سوانگ پر قبضہ نہ کر لیں۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ پردار انسانوں کا کیا ہوا؟ میرا خیال ہے کہ انھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ کیا وہ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے خلاف؟"

کراآن نے قہقہہ لگایا۔ "ان کی نہ پوچھو۔ وہ سراسر بے عقل ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے ان کی عادت ہے کہ وہ صرف حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔"

"اور انھیں اس کی پروا نہیں کہ ان کا مالک کون ہے" زاگ بولا "وہ اس وقت تک وفاداری سے اپنے مالک کی خدمت کرتے ہیں جب تک کہ وہ مر نہیں جاتے یا انھیں فروخت نہیں کر دیا جاتا۔ اور جب ایسا ہوتا ہے تو انکی وفاداری نئے مالک کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔"

"انھیں بتا دیا گیا ہے کہ تم ان کے نئے مالک ہو" کاملوٹ نے بتایا۔ "اور اب وہ تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے۔"

پردار انسانوں کی تعداد جہاز پر صرف پانچ تھی اور یہ وہی تھے جو مجھے اور

کاملوٹ کو سوفال پر لانے کا موجب بنے تھے مجھے ان کی قلیل تعداد کی بنا پر چنداں پرواہ بھی تھی لیکن پھر بھی مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ مخالفین میں سے نہیں ہیں۔

بیسویں گھنٹے پر میں نے ان سو آدمیوں کو جن کی وفاداری کا مجھے یقین دلایا گیا تھا۔ حکم دیا کہ وہ ٹاور ڈک ہاؤس میں جمع ہو جائیں۔ دوسرے تمام آدمیوں کو رات ہی میں عرشہ کے نیچے قید کر دیا گیا تھا۔

تمام رات سوفال کی رفتار بہت آہستگی سے بڑھائی جاتی رہی تھی۔ اور اب سوفال سوانگ سے کوئی سو گز کے فاصلے پر چل رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں سوانگ ایک مہیب سایہ نظر آتا تھا اس کے عرشہ پر پہرہ دینے والے دو چار سپاہی دھندلے سایوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ اور اس کے کیبنوں میں جلتی ہوئی روشنیاں دور چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔

سوفال اپنے شکار کی طرف آہستگی سے بڑھتا گیا۔ آزادی کے سپاہیوں میں سے ایک جو کسی زمانے میں تھورسٹ نیوی میں افسر تھا جہاز کے وہیل پر تھا عرشہ جہاز پر پہرے کے سپاہیوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا اور نچلے عرشہ پر ایک سو آدمی حملے کے اشارے کے منتظر تھے۔

میں اور ہونان چارٹ روم میں کھڑے تھے۔ میری عدم موجودگی میں ہونان کو میری جگہ سوفال کو کمان کرنا تھا۔ اسٹار کا عجیب و غریب کرونومیٹر میرے سامنے تھا میں نے ہونان کو اشارہ کیا اور اس نے ایک آلے کو حرکت دی۔ سوفال اپنے شکار کے کچھ اور قریب پہنچ گیا پھر ہونان نے جہاز کے پائلٹ کے کان میں کچھ کہا اور بتدریج سوفال اور سوانگ کا درمیانی فاصلہ کم ہونا شروع ہو گیا۔

میں تیزی سے عرشہ کی طرف بڑھا اور کالموٹ کو جو پہلے سے وہاں موجود تھا

اشارہ دیا۔

سمندر بالکل پرسکون تھا اور اب دونوں جہاز اتنے قریب ہو گئے تھے کہ ایک

آدمی بآسانی ادھر سے ادھر جا سکتا تھا۔

سوانگ کے ایک افسر نے جو پہرے پر تھا ہمیں چلا کر آواز دی۔

"تم لوگ اتنے قریب کیوں آ گئے ہو؟" اس نے چلا کر پوچھا" اپنے جہاز کو

پیچھے ہٹا لو۔"

اس کے جواب میں میں سوفال سے سوانگ پر کود گیا۔ ایک سو آدمی خاموشی

کے ساتھ میرے پیچھے چل رہے تھے۔

پیروں کی آہٹ اور ہتھیاروں کے ٹکرانے کی آواز کے سوا کسی طرح کا شور

نہیں ہوا۔ میرے ساتھی بالکل خاموش تھے۔

جوں ہی ہم سوانگ کے عرشہ پر کودے ہمارے پیچھے سے کالموٹ نے دونوں

جہازوں کو آنکڑے ڈال کر جکڑ دیا۔

ہر آدمی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ کالموٹ کو عرشہ جہاز پر

چھوڑتے ہوئے میں ایک درجن آدمیوں کے ساتھ ٹاور ڈیک کی طرف دوڑا اور

کرآن اتنے ہی آدمی لیکر دوسرے ڈیک کی طرف جہاں افسروں کے کوارٹر تھے۔

قبل اس کے کہ پہرہ کا افسر اپنے پراگندہ حواس مجتمع کر سکے میں نے اپنا

پستول اس کے سینے سے لگا دیا۔" خاموش رہو" میں نے سرگوشی کی۔" اور تمہیں

کوئی نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔"

میرا پلان یہ تھا کہ اس سے پہلے کہ جہاز کا عام عملہ ہمارے حملہ سے واقف ہو ان میں سے زیادہ سے زیادہ کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ ہمارا مقصد بغیر ایک قطرہ خون بہائے پورا ہو سکے۔ اس کے علاوہ زیادہ سے زیادہ خاموشی بھی مقصود تھی۔

میں نے اسے اپنے آدمیوں میں سے ایک کے حوالے کر دیا۔ جس نے اس کے ہتھیار اپنے قبضہ میں کر لئے۔ اور پھر میں کیپٹن کے کیبن کی طرف چلا۔ میں روانہ ہوا ہی تھا کہ میرے ساتھیوں میں سے دو نے جہاز کی کنٹرولنگ مشین پر کام کرنے والے کو گرفتار کر کے کنٹرول پر قبضہ کر لیا۔

جس وقت میں کپتان کے کیبن میں داخل ہوا وہ اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شائد وہ شور جو ہماری آمد سے پیدا ہوا تھا اسے میٹھی نیند سے جگا دینے کا موجب بنا تھا۔ جیسے ہی میں داخل ہوا اس نے اپنے ہتھیار اٹھا لئے اور اپنے کیبن کی لائٹ جلا دی مجھے دیکھتے ہی اس نے اپنا پستول سنبھالا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ فائر کر سکے میری تلوار کی نوک اس کے پستول کو اس کے ہاتھ سے نکال چکی تھی۔ پستول کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اس نے اپنی تلوار سنبھالی۔ اور ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے خاموش کھڑے رہے۔

"ہتھیار ڈال دو۔" میں نے اس سے کہا۔ "اور تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔"

"تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔ "اور کہاں سے آئے ہو؟"

"میں سوفال پر ایک قیدی تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اب سوفال میری کمان میں ہے اگر تم بلاوجہ خون بہانے سے پرہیز کرتے ہو تو میرے ساتھ عرشہ پر چلے آؤ۔ اور اپنے آدمیوں کو ہتھیار ڈال دینے کا حکم دے دو۔"

"اور پھر؟" اس نے پوچھا۔ "اگر تم ہمیں قتل کرنا نہیں چاہتے تو یہاں آنے کا مقصد کیا ہے"

"میں یہاں کھانے پینے کی اشیاء، اسلحہ اور پانچ قیدیوں کو لینے آیا ہوں" میں نے جواب میں اسے بتایا۔

اچانک عرشہ جہاز کی طرف سے شعاعی رائفلوں کے چلنے کی آواز سنائی دی

"اور تم کہہ رہے تھے کہ تم ہمیں قتل کرنے نہیں آئے۔" اس نے یہ آواز سنکر طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"اگر تم جو کچھ ہو رہا ہے اسے روکنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلے آؤ اور اپنے آدمیوں کو ہتھیار ڈال دینے کا حکم دے دو۔" میں نے کہا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو" وہ چلایا۔ "یہ سراسر دھوکہ ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی تلوار سے مجھ پر حملہ کر دیا۔

میں اسے بے رحمی سے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے پستول سے شوٹ کرنے کی بجائے اپنی تلوار نکال لی۔ اور اس کا حملہ روکنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس طرح وہ سراسر فائدے میں تھا کیونکہ ابھی تک میں امتار کی تلوار چلانا اچھی طرح نہیں سیکھ سکا تھا۔ لیکن پھر بھی مجھے اس پر قوت اور پھرتی کے لحاظ سے فوقیت حاصل تھی۔ اور جرمنی کے قیام کے دوران میں میں نے تلوار بازی کی

جو چند داؤں سیکھے تھے وہ بھی میرے مد مقابل کے لئے بالکل نئے تھے۔

امٹار کی تلوار در حقیقت ایک تیز اور دھار دار آلہ ہے جو بھونکنے کی بجائے کاٹنے کے لئے زیادہ موزوں ہے کیونکہ نوک پر اس کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ گو اس کا نوک پر سے بھاری ہونا پھرتی سے وار کرنے میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے لہٰذا موجودہ صورت حالات میں میں نے اپنے آپ کو ایک وحشی حملہ اور کے مقابلہ میں پایا۔ جس کا حملہ روکنا میرے لئے بہت مشکل تھا۔

میرا مد مقابل ایک چست و چالاک اور تجربہ کار شمشیر زن تھا اور اسکے تجربہ نے اسے جلد ہی بتا دیا کہ اس کا مقابلہ ایک نوآموز سے ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بہت تیزی اور پھرتی کے ساتھ مجھے دبانا شروع کر دیا۔ اور جلد مجھے یہ احساس ہو گیا کہ میں نے اسے پستول سے شوٹ نہ کر کے سخت غلطی کی ہے۔ اور اب اسکے حملے اتنی شدت اختیار کر چکے تھے کہ مجھے اپنا پستول نکالنے کا وقت نہیں تھا۔

اس نے مجھے پیچھے ہٹانا اور کمرے میں گھمانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اب وہ میرے اور دروازے کے درمیان میں کھڑا تھا یہ دیکھکر کہ میرا بچاؤ ناممکن ہو چکا ہے اس نے اپنے حملوں میں اور تیزی اختیار کر لی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ جلد سے جلد مجھے ختم کر دینے پر تلا ہوا ہے۔ میں ابھی تک صرف دماغی لڑائی لڑ رہا تھا اس کے حملے اتنے شدید اور تیز تھے کہ میں صرف اپنا بچاؤ ہی کر سکتا تھا پہلے دو منٹ تو میں اس پر ایک بھی وار نہ کر سکا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ جو میرے ساتھ تھے کہاں گئے۔ میری خودداری مجھے یہ اجازت نہ دیتی تھی کہ میں ان میں کسی کو مدد

کے لئے بلاؤں لیکن بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ اگر میں ان کو آواز بھی دیتا تو وہ میری مدد کو نہ آسکتے تھے۔ کیونکہ انھیں جہاز کے عملہ نے گھیر رکھا تھا۔ میرے مدمقابل کے چہرے پر ایک خوفناک مسکراہٹ تھی۔ ایک ایسی مسکراہٹ جو صرف فتح کا یقین ہو جانے پر ہی ہو سکتی ہے۔

فولاد کے فولاد سے ٹکرانے سے جو جھنکار پیدا ہو رہی تھی باہر کی تمام آوازیں اس سے دب چکی تھیں میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ آیا جہاز کے دوسرے حصوں میں جو لڑائی ہے آیا وہ ہمارے حق میں ہے یا ہمارے خلاف۔ میں نے سوچا کہ مجھے جلد از جلد جہاز کی صورت حالات سے واقف ہونا چاہئے کیونکہ جو کچھ ہو رہا تھا اس کی ذمہ داری سراسر مجھ پر تھی۔ میں نے سوچا کہ جس طرح بھی ہو مجھے اس کیبن سے نکل کر اپنے آدمیوں کی کمان سنبھالنا چاہئے۔ فتح و شکست دونوں صورتوں میں ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی تھی۔

اسی طرح کے خیالات سے میری حالت اور بھی نازک ہو گئی۔ اگر صرف میری جان کا سوال ہوتا۔ تو معاملہ کی اہمیت اتنی نہ ہوتی جتنی کہ ایک سو آدمیوں کی زندگی کے سوال نے اہمیت دے دی تھی۔ میں نے محسوس کیا کچھ بھی ہو مجھے فوراً اپنے مدمقابل کو ختم کر دینا چاہئے۔

میں اب کیبن کی دیوار سے لگا کھڑا تھا اسکی تلوار کی نوک ایک مرتبہ میرے رخسار اور دو مرتبہ میرے سینہ کو زخمی کر چکی تھی۔ حالانکہ یہ زخم بہت معمولی تھے لیکن ان سے نکلنے والے خون نے میرے تمام جسم کو رنگ دیا تھا اچانک اس نے ایک بھرپور وار کیا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک

ہی وار سے مجھے ہٹانا چاہتا ہو لیکن اس مرتبہ میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ لہٰذا میں ایک طرف جھک گیا۔ اس کی تلوار میری داہنی جانب سے گذر گئی۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے آپ کو سبنھال سکے میں نے اپنی تلوار اندھا دھند اس کے سینے میں بھونک دی اور میری خوش قسمتی تھی کہ میری تلوار کی نوک اس کے دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔

جیسے ہی وہ فرش پر گرا میں اپنی تلوار سینے سے نکال کر باہر کی طرف بھاگا۔ یہ سب کچھ چند منٹوں میں ہو گیا تھا حالانکہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کئی گھنٹہ گزر چکے ہوں لیکن اس مختصر وقفے میں بھی سوانگ کے عرشہ اور کیبنوں میں بہت کچھ ظہور پذیر ہو چکا تھا عرشہ جہاز اب زندہ دشمنوں سے خالی تھا۔ میرے اپنے آدمیوں میں سے ایک جہاز کے وہیل پر تھا اور دوسرا کنٹرولنگ مشین پر۔

جہاز کے ایک حصہ میں اب بھی لڑائی ہو رہی تھی۔ سوانگ کے افسر اپنے عملہ میں سے کچھ آدمیوں کو جمع کر کے ایک آخری مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن جس وقت تک میں وہاں پہونچا یہ لڑائی بھی ختم ہو چکی تھی۔ کالوٹ نے جب انکو یہ یقین دلایا کہ ان کی زندگی بخش دی جائے گی تو انھوں نے ہتھیار ڈال دئیے۔ اب سوانگ ہمارا تھا اور سوفال نے اپنا پہلا مقابلہ جیت لیا تھا۔

جیسے ہی میں اپنے ساتھیوں کے درمیان پہونچا۔ انھوں نے پر جوش نعروں سے میرا استقبال کیا میرا خیال ہے کہ میرے زخموں سے بہتے ہوئے خون نے میرا حلیہ کچھ مضحکہ خیز بنا دیا ہو گا لیکن جیسا کہ بعد ازاں مجھے معلوم ہوا جہاز پر ہونے والی لڑائی میں میری غیر موجودگی۔ بری طرح محسوس کی گئی تھی۔ لیکن جب میرے آدمیوں نے

دیکھا کہ میں مقابلہ کے نشانات اپنے سینہ پر اپنے خون میں ڈوبی ہوئی تلوار پکڑے ہوئے انکی طرف آرہا ہوں تو انکی نظروں میں میری وقعت دس گنا زیادہ ہوگئی۔ گو کہ وہ تین خراشیں بہت معمولی تھیں لیکن ان سے نکلا ہوا خون جو میرے سارے بدن پر پھیل گیا تھا میرے ساتھیوں پر میری بہادری کا سکہ بٹھا دینے کا موجب بنا۔

ہم نے بہت تیزی سے سب قیدیوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ان کے ہتھیار چھین لئے کاملوٹ نے چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر وہاں قیدی کو چھڑانے کا کام سنبھالا۔ اور جیسا کہ مجھے بعد ازاں معلوم ہوا اس نے بہت عجلت کے ساتھ ان سب کو سوفال پر پہونچا دیا۔ وہ سب عورتیں تھیں۔ گو کہ میں انھیں نہ دیکھ سکا کیونکہ میں دوسرے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ میں اپنے دل میں تصور کر رہا تھا کہ کاملوٹ کو اپنی بچھڑی ہوئی ڈوئیر سے ملکر کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔ جب کہ اسے خواب میں بھی یہ گمان نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ پھر کبھی ڈوئیر سے مل سکتا ہے۔

بہت تیزی کے ساتھ ہم نے سوانگ کا ہلکا اسلحہ سوفال پر منتقل کیا۔ یہ کام کرآنک کے سپرد تھا جو اسے اپنے آدمیوں کے ذریعہ بخوبی انجام دے رہا تھا۔ دوسری طرف گم فار نے سوانگ پر پکڑے ہوئے قیدیوں کو ساتھ لیکر لوٹ کا مال سوفال پر منتقل کرنا شروع کر دیا۔ جب یہ ہوچکا تو میں نے حکم دیا کہ سوانگ کی تمام توپیں سمندر میں پھینک دی جائیں اس ڈرامہ کا آخری سین وہ تھا جب ان ایک سو آدمیوں کو جو سوفال پر ہمارے لئے دردسر بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت سوں نے گڑگڑا کر مجھ سے درخواست کی کہ میں سوفال پر انھیں ساتھ رہنے دوں لیکن میرے پاس پہلے ہی ضرورت سے زیادہ آدمی تھے۔ اور ان میں ہر ایک کسی نہ کسی طرح ہمارا

مخالفت رہا تھا۔ چنانچہ ان سب کو میں نے سوانگ پر منتقل کرا دیا

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جب کاج کو سوانگ پر لیجایا جانے لگا تو اس نے گھٹنوں کے بل جھک کر مجھ سے درخواست کی کہ میں اسے اپنے ساتھ رہنے دوں۔ اس نے مجھے اپنی غیر متزلزل وفاداری کا یقین دلایا لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی التجائیں بے سود ہیں تو اس نے مجھے زور دار قسمیں کھاتے ہوئے دھمکی دی کہ وہ مجھ سے انتقام لے گا۔

سوفال پر واپس پہونچ کر میں نے حکم دیا کہ وہ آنکڑے جن سے دونوں جہاز ملے ہوئے تھے نکال لئے جائیں۔ اور تھوڑی دیر بعد دونوں جہاز مختلف راستوں پر سفر کر رہے تھے

سوانگ تھورا کی اس بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا جو اس کی منزل مقصود تھی اور سوفال واپس دپاچہ کی طرف۔

اب پہلی مرتبہ میں نے معلوم کیا کہ ہمارے نقصانات کیا ہیں تو معلوم ہوا کہ ہمارے چار آدمی مارے گئے اور اکیس زخمی ہوئے۔ اور دوسری طرف سوانگ کے نقصانات ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

اس دن کے زیادہ حصہ میں میں بہت مشغول رہا۔ اپنے نائبوں کے ساتھ مل کر یہ طے کرنا تھا کہ کونسا آدمی کس کام پر مقرر کیا جائے۔ اور اسی طرح کے بہت سے معاملات طے کرنے میں میں مشغول رہا۔ سہ پہر تک میں اپنی مصروفیات سے فارغ ہوا تو میں نے سوچا کہ دپاچن قیدیوں کے بارے میں معلوم کر لوں کہ آیا وہ ہر طرح خیریت سے ہیں کہ نہیں۔ جب میں نے کاملوٹ سے پوچھا تو اس نے مجھے بتایا کہ ان کو جہاز

پر ہر قسم کا آرام مہیا تھا۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان چھاپہ ماردستوں کو خاص طریقہ پر یہ احکامات دئیے جاتے ہیں کہ وہ قیدی عورتوں کو بحفاظت تھورا لائیں۔" اس نے مجھے بتایا۔

کیونکہ وہ عورتیں جہاز کے افیسروں سے زیادہ اہم شخصیتوں کے لئے لائی جاتی ہیں۔ یہ ہی ان کی حفاظت کی ضمانت ہوتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود ڈوئیر نے مجھے بتایا ہے کہ جہاز کے کپتان نے اس کے ساتھ دست درازی کی۔ کاش جس وقت میں سوانگسپر تھا مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی تو میں اسے مزہ چکھا دیتا۔" کاملوٹ کا لہجہ بہت تلخ تھا۔

"مطمئن رہو میرے دوست" میں نے اسے یقین دلایا "کیونکہ میں نے ڈوئیر کا انتقام لے لیا ہے"

"کیا مطلب؟" اس نے پوچھا۔

"کپتان خود میرے ہاتھ سے مارا گیا ہے" میں نے اسے بتایا۔

اس کی آنکھیں مسرت سے دمک اٹھیں اور اس نے ایک ہاتھ کندھے پر رکھکر کہا "دیاجبہ ایک بار پھر تمہارے احسان سے دب گیا ہے میری خواہش تھی کہ میں اس درندے سے دیاجبہ کی توہین کا بدلہ لیتا لیکن مجھے خوشی ہے کارسن کہ جو کام میں سرانجام نہ دے سکا وہ تم نے تکمیل تک پہنچایا۔"

میں نے سوچا کہ وہ اس بات کو بہت اہمیت دے رہا ہے حالانکہ کپتان کی حرکات سے ڈوئیر کو کوئی نقصان نہ پہونچا تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ یہ محبت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک آدمی اپنی محبوبہ کی توہین کو پوری قوم کی توہین محسوس کر رہا ہے

"خیر جو ہونا تھا ہو چکا" میں نے کہا "اور تمہاری محبوبہ تمہیں صحیح سلامت مل گئی"

یہ سنکر وہ ایک دم خوف زدہ ہو گیا۔ "میری محبوبہ" وہ چیخ اٹھا "جانگ کے آباد اجداد کی قسم کیا تم نہیں جانتے کہ ڈوئیر کون ہے"

"میرا خیال تھا کہ ڈوئیر وہی لڑکی ہے جس سے تم محبت کرتے ہو" میں نے اعتراف کیا "لیکن اگر وہ تمہاری محبوبہ نہیں تو پھر کون ہے"

"یقیناً میں اس سے محبت کرتا ہوں" اس نے بتایا "سارا وپا جہ اس سے محبت کرتا ہے۔ وہ ہمارے جانگ کی کنواری بیٹی ہے۔

اگر وہ عرشہ جہاز پر کسی دیوی کی موجودگی کے بارے میں مجھے بتاتا تو اس صورت میں بھی اس کا لہجہ تقدس سے اتنا پر نہ ہوتا جتنا کہ اس وقت تھا۔ میں نے کوشش کی کہ میں بھی بہت زیادہ تاثر کا اظہار کردں۔ ورنہ اس کے جذبات مجروح ہوں گے۔

"اگر وہ تمہاری محبوبہ ہوتی تو میں بہت زیادہ خوشی محسوس کرتا۔ اس سے بہت زیادہ خوشی جتنی مجھے اس کو بچاتے ہوئے اس صورت میں محسوس ہوتی کہ وہ ایک بادشاہ کی لڑکی ہے"

"یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سوچتے ہو۔ لیکن اس قسم کی باتیں کسی اور دیا جن کے سامنے نہ کرنا۔ تم نے مجھے اپنی دنیا کی مقدس ہستیوں کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے سمجھ لو کہ جانگ اور اس کے اہل وعیال ہمارے لئے اتنے ہی مقدس ہیں"

"میں بھی انھیں اتنا ہی مقدس سمجھتا ہوں" میں نے اسے یقین دلایا۔

"ہاں خوب یاد آیا تم یہ سنکر خوش ہو گے کہ ایک دیا جن اسے ایک بہت بڑا اعزاز

سمجھتا ہے کہ اسے جانگ یا اسکے خاندان کا کوئی آدمی ملاقات کا شرف بخشے۔ ڈوئیر تم سے مل کر تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے لیکن حالات ایسے ہیں کہ ہمارے ملک کے اصول ناقابل عمل ہو گئے ہیں۔ سینکڑوں آدمی اسے دیکھ چکے ہیں۔ بہت سوں نے اس سے بات کی ہے اور وہ سب کے سب دشمن تھے۔ لہٰذا اگر وہ اپنے دوستوں اور محافظوں میں سے ایک کو شرف ملاقات بخشے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

میں اس کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھ سکا لیکن میں یہ ضرور سمجھ گیا کہ مجھے آج شہزادی سے ضرور ملاقات کرنی ہوگی۔

میں بہت بری طرح مصروف تھا اور سچ تو یہ ہے کہ شہزادی سے ملاقات میرے لئے خوشی کی بجائے پریشانی کا باعث تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہی آداب اور درباری مراحل میرے لئے ہمیشہ پریشانی کا باعث رہے ہیں۔ لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ کاملوٹ کے جذبات کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے مجھے جلد از جلد شہزادی سے ملاقات کر لینی چاہئے لہٰذا کاملوٹ کے رخصت ہونے کے فوراً بعد میں جہاز کے اس حصہ کی طرف گیا جہاں ڈوئیر مقیم تھی۔

امتار کے رہنے والے دروازہ پر دستک نہیں دیتے بلکہ سیٹی بجاتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ دستور ہماری دنیا سے زیادہ ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک آدمی کی سیٹی دوسرے سے جداگانہ ہوتی ہے اور دوستوں کی سیٹیاں ہر شخص بہت جلد پہچاننے لگتا ہے۔ ایک دستک ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ کوئی شخص اندر آنا چاہتا ہے لیکن ایک سیٹی نہ صرف ہمیں یہ بات بتاتی ہے بلکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ آنے والا کون ہے۔

چنانچہ میں نے اس کیبن کے دروازہ پر کھڑے ہو کر جس میں ڈوئیر کا قیام تھا

سیٹی بجائی۔ میرے دماغ میں شہزادی کے بارے میں کوئی خیال نہیں تھا بلکہ میرے خیالات اس دور افتادہ شہر کے باغیچہ پر مرکوز تھے جس میں میں نے وہ کبھی نہ بھولنے والا چہرہ دیکھا تھا وہ ہر وقت میرے ہوش و حواس پر چھائی رہتی تھی۔ گو وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھی جسے میں نے دو بار دیکھا اور صرف ایک دفعہ اس سے بات کی۔ اور یہ بات بھی اس وقت کی تھی جب میں نے اس سے اظہار عشق کیا تھا۔

میری سیٹی کے جواب میں ایک ملائم زنانہ آواز نے مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ میں کمرے میں داخل ہوا۔ اور ڈریئر کو اپنے سامنے پایا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور اس کے کانوں کی لو تک سرخ ہو گئے۔

"تم" اس نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا۔

اور میں خود بھی کچھ کہنے سے قاصر تھا۔ میری زبان میرا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ ڈریئر جسے میں اجنبی سمجھتا تھا وہی تھی جسے میں نے جانگ کے باغیچہ میں دیکھا۔

"ایک جہاز"

یہ کتنا عجیب و غریب اتفاق تھا جس نے وقتی طور پر میری قوت گویائی سلب کر دی
ڈوئیر وہاں موجود تھی یہ صاف ظاہر تھا ایک حسین اتفاق نے اسے مجھ سے ملا دیا تھا
میں اس کی طرف بڑھا۔ میری آنکھیں یقیناً میرے دلی جوش کا اظہار کر رہی ہونگی
کیونکہ جیسے ہی میں اس کی طرف بڑھا وہ سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔

"خبردار! مجھے نہ چھونا" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"کیا میری ذات سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف پہونچی ہے" میں نے پوچھا۔

"نہیں" اس نے اعتراف کیا۔ "میں نے تمہیں تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لئے بلایا
تھا لیکن میں یہ نہ جانتی تھی کہ یہ تم ہو" "میں نہیں جانتی تھی کہ جس کا رسن کا وہ ذکر کرتے
ہیں وہ وہی آدمی ہے جس نے ......"

وہ کہتے کہتے رک گئی اور بغور میری طرف دیکھا۔ "جس نے جانگ کے باغیچہ
میں تم سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا" میں نے اس کا جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔

" ایسا مت کہو" وہ چلائی "کیا تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ بات کہتے ہوئے تم کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہو"

" کیا تم سے محبت کرنا جرم ہے" میں نے پوچھا۔

" مجھسے محبت کا اظہار بھی کرنا جرم ہے" اس نے مجھ سے کہا۔

" تب یقیناً میں ایک پکا مجرم ہوں" میں نے جواب دیا" کیونکہ تمہیں دیکھتے ہی میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ اور تم سے محبت کا اظہار کرنے سے باز نہیں رہ سکتا"

" اگر ایسا ہے تو تم مجھے آئندہ نہیں دیکھو گے۔ کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ میں آئندہ سننا نہیں چاہتی" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا" تم نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے اس کے بدلے میں تمہارے تمام پچھلے جرائم کو معاف کرتی ہوں لیکن آئندہ تم ان کا اعادہ نہیں کر سکتے"

" لیکن اگر میں اپنے دل پر قابو نہ پا سکوں" میں نے پوچھا

" نہیں اپنے دل پر قابو رکھنا ہوگا" اس نے سنجیدگی سے کہا" کیونکہ یہ تمہاری زندگی اور موت کا معاملہ ہے"

اس کے ان الفاظ سے میں کچھ الجھن میں پڑ گیا۔

" میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا" میں نے کہا۔

" کاملوٹ۔ ہونان یا اور کوئی ویاجن یہ بات معلوم ہوتے ہی تمہیں مار ڈالے گا" اس نے جواب دیا۔

" جانگ میرا باپ ہمارے دیاجہ واپس پہونچتے ہی تمہیں قتل کرا دے گا بس دیر اس بات کی ہے کہ میں ان میں سے کسی ایک کو بتا دوں"

میں اس کے کچھ اور قریب آ گیا۔ اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا
"تم کبھی انھیں نہیں بتاؤ گی" میں نے سرگوشی کی۔
"کیوں نہیں؟" تم کیسے یہ سمجھتے ہو کہ میں کسی سے نہ کہوں گی؟" اس نے پوچھا
اس کی آواز میں ہلکی سی تھرتھراہٹ تھی۔
"کیونکہ تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں تم سے محبت کروں" میں نے اسے چیلنج کیا۔
اس نے اپنا پاؤں غصہ میں زمین پر مارا۔
"تم بکواس کر رہے ہو" وہ چیخی۔ "فوراً میرے کیبن سے نکل جاؤ۔ میں پھر تمہیں دیکھنا نہیں چاہتی۔"
اس کا منہ فرط جوش سے متلاطم تھا۔ اس کی آنکھیں غصہ اور جوش سے چمک رہی تھیں۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی۔ ایک بار میرے سینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اسے اپنے بازوؤں میں لے لوں میں اسے اپنے سینے سے لگا دینا چاہتا تھا۔ میں ان یاقوتی ہونٹوں کا ایک بوسہ لینے کے لئے بے قرار تھا۔ لیکن سب سے زیادہ اس کی محبت حاصل کرنا میری خواہش تھی۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو روکا۔ میں ڈرتا تھا کہ کہیں میرا یہ اقدام اسے مجھ سے ہمیشہ کے لئے بدظن نہ کر دے۔ میرا اندازہ تھا کہ اس کے دل میں میرے لئے محبت کی ہلکی سی کرن موجود ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے یہ اندازہ کس بنا پر لگایا تھا۔ اس لمحہ سے لیکر جب میں نے پہلی بار اسے باغیچہ میں اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دل بار بار مجھ سے یہ کہتا تھا کہ اس کے دل میں یقیناً میرے لئے جگہ ہے اسے یقیناً مجھ سے دلچسپی ہے۔
"مجھے افسوس ہے کہ تم مجھے اس طرح اپنے کمرے سے نکال رہی ہو۔" میں

نے کہا۔" میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس سلوک کا حقدار رہوں لیکن تمہاری دنیا اور میری دنیا کی رسومات میں بہت فرق ہے۔ میری دنیا میں کسی مرد کا کسی عورت سے محبت کرنا بے عزتی نہیں سمجھا جاتا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ عورت شادی شدہ ہو۔"

یہ کہتے ہوئے اچانک مجھے یہ خیال آیا جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔" کیا تم کسی اور کی ہو چکی ہو۔" میں نے پوچھا۔

نہیں اس نے جواب دیا۔" میری عمر ابھی انیس سال سے بھی کم ہے۔"

میں حیران تھا کہ مجھے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا۔ کہ وہ لڑکی جسے میں نے جانگ کے باغیچہ میں دیکھا تھا شادی شدہ بھی ہو سکتی ہے بہرحال میں یہ جان کر خوش تھا کہ اس کی عمر سات سو برس نہیں ہے میں نے اکثر اس کی عمر کے بارے میں سوچا تھا حالانکہ اسکی عمر کتنی بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ وینس پر لوگ بس اتنے ہی معمر ہو سکتے ہیں جتنا کہ وہ اپنی صورت سے نظر آتے ہیں۔

کیا تم جالے رہو۔" اس نے پوچھا" یا میں کسی دیاچن کو بلاؤں اور اسے وہ سب کچھ بتا دوں جو تم نے مجھ سے کہا ہے۔"

"اور پھر مجھے قتل کرا دو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں میں کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ تم ایسا کر سکتی ہو"

"تو پھر میں جا رہی ہوں" اس نے کہا۔

"اور یاد رکھو کہ تم پھر نہ مجھے دیکھو گے اور نہ مجھ سے بات کرو گے" ان الوداعی کلمات کے ساتھ اگر انھیں الوداعی کلمات کہا جا سکتا ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں چلی

گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ملاقات ختم ہوئی۔ میں نے اس کا پیچھا کرنا مناسب سمجھا اس لئے میں مڑا اور کبیدہ خاطر کپتان کے کیبن کی طرف چلدیا۔

جوں جوں میں اس معاملہ پر غور کرتا رہا ویسے ویسے مجھے یہ یقین آتا گیا کہ میری محبت نے کوئی ترقی نہیں کی ہے اور نہ آئندہ اس کی امید ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہمارے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار حائل ہو۔ مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے شائد اس کے دل میں میرے لئے کچھ جگہ تھی لیکن دوسری طرف مجھے اس کا بھی اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ اس نے اپنے الفاظ اور اپنے عمل سے جو کچھ ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مجھسے کسی قسم کا تعلق رکھنا نہیں چاہتی ان تمام باتوں کے باوجود میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ ملاقات میرے جذبۂ عشق کو اور زیادہ شدت سے ابھارنے کا باعث بنی ہے اس ملاقات کے بعد میری حالت اور بھی ابتر ہوگئی تھی۔ سوفال کے عرشہ پر اس کی میرے بالکل قریب موجودگی اس سلگتی ہوئی آگ کو ہوا دینے کو کافی تھی۔ اور پھر بار بار اس کا مجھسے دور رہنے پر اسرار میرے جذبات کو اور زیادہ مشتعل کر رہا تھا۔ میں بہت اداس تھا۔ دیاجہ کی طرف واپس جاتے ہوئے اکتا دینے والا طویل سفر مجھے اور بھی اداس کر رہا تھا میری خواہش تھی کہ کوئی جہاز نظر آئے جو جہاز بھی اب نظر آئے گا وہ یقیناً دشمنوں کا ہوگا کیونکہ ہم سوفال کے جہازراں اب بحری قزاق تھے۔ ایک ایسی فوج کے سپاہی جو کسی ملک کی فوج نہ تھی حقیقت یہ ہے کہ چونکہ دیاجہ کے بادشاہ فیڈیپ کی طرف سے باقاعدہ تھورسٹو کے جہاز کو لوٹنے کی اجازت نہ ملی تھی لیکن پھر بھی ہم دیاجہ کے دشمنوں کے مقابل صف آرا تھے۔ لہٰذا ہم فیڈیپ کی فوج میں ہوتے ہوئے بھی ایک باقاعدہ فوج کی حثیت نہ رکھتے تھے۔

میں ڈوئیر کو بھول جانے کے لئے دوسرے معاملات میں دماغ کھپا رہا تھا کا ملو ٹ

آ گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے امتیاز پر مرد اور عورت کے تعلقات کے متعلق رسومات کے بارے میں کچھ سوالات کروں۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ گفتگو کس طرح شروع کروں کہ اس نے مجھ سے خود ہی یہ سوال کیا کہ میں ڈوئیر سے مل چکا ہوں کہ نہیں۔

"میں اس سے مل چکا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس کا برتاؤ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس پر نظر ڈالنا ایک جرم ہے"

"ہاں عام حالات میں یہ ایک جرم ہے،" کاملوٹ نے مجھے بتایا۔ لیکن حقیقتاً جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں جن حالات سے میں تم اور وہ گذر چکے ہیں ان کی بنا پر ان رسومات اور قوانین پر عمل کرنا فی الحال مضحکہ خیز معلوم ہو گا۔

دیا جن لڑکیاں بیس سال کی عمر میں بالغ سمجھی جاتی ہیں اور اس سے پہلے وہ مردوں سے نہیں مل سکتیں۔ لیکن جانگ کی لڑکیوں کے لئے اس سے بھی زیادہ پابندیاں عائد ہیں وہ اپنے رشتہ داروں اور چند خاص درباریوں کے سوا نہ کسی سے بات کر سکتی ہیں اور نہ کسی کو دیکھ سکتی ہیں۔ ان کے لئے یہ پابندیاں سن بلوغیت کے بعد بھی برقرار رہتی ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو یہ ان کے لئے بے عزتی اور اس آدمی کے لئے فوری موت کا موجب ہو گا۔

"کتنا احمقانہ قانون ہے"۔ میں نے طنز کیا۔ ساتھ ہی میں نے یہ اندازہ لگایا کہ واقعی اس صورت میں ڈوئیر کا طرزِ عمل بے جا نہ تھا۔

کاملوٹ نے اپنے شانوں کو جھٹکا دیا۔

"ہو سکتا ہے یہ احمقانہ قانون ہو" اس نے کہا۔ لیکن بہر حال یہ ایک قانون ہے اور ڈوئیر کے معاملہ میں اس کی اہمیت بہت

زیادہ ہے کیونکہ ڈوئیر دپاجہ کی آخری امید ہے۔
میں اس سے پہلے بھی ڈوئیر کے بارے میں یہ بات سن چکا تھا لیکن اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔
"اس سے تمہارا کیا مطلب ہے کہ ڈوئیر دپاجہ کی آخری امید ہے" میں نے پوچھا
"وہ فنیٹپ کی اکلوتی اولاد ہے فیڈپ نے بہت چاہا کہ اس کے لڑکا ہو اور باوجودیکہ سینکڑوں عورتوں نے اس کے لئے ایک لڑکا جننے کی کوشش کی لیکن بے سود ہماری قوم کی زندگی صرف اس صورت میں ہے کہ ڈوئیر کے ایک لڑکا ہو اور اس کا باپ بھی ایسا ہونا چاہئے جو ایک جانگ کا باپ بننے کے قابل ہو"
"کیا انھوں نے اس کے بچوں کا باپ منتخب کر لیا ہے"۔ میں نے پوچھا۔
"نہیں" کالموٹ نے جواب دیا۔
"اس معاملہ پر اس وقت تک غور نہیں کیا جائے گا۔ جب تک کہ ڈوئیر کی بیسویں سالگرہ نہ ہو جائے" اور وہ ابھی انیس[19] سال سے بھی کم ہے"
میں نے ایک آہ کے ساتھ کہا۔
"ہاں" کالموٹ نے مجھے غور سے دیکھا۔
"یہ سب تم اس طرح کہہ رہے ہو جیسے یہ معاملہ تمہارے لئے بہت اہمیت رکھتا ہو"
"ہاں یہی بات ہے" میں نے اعتراف کیا۔
"کیا مطلب" اس نے پوچھا۔
"میں ڈوئیر سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔
کالموٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار میان سے کھینچ لی۔ یہ پہلا موقع

تھا کہ میں نے اسے اس قدر جوش میں دیکھا۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ مجھے فوراً قتل کر دیگا
" اپنا بچاؤ کرو " وہ چیخا۔" میں تمہیں اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ تم تلوار
ہاتھ میں نہ لے لو۔"

" لیکن تم مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہو" میں نے پوچھا۔" کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔"
کاملوٹ کی تلوار فرش کی طرف جھک گئی" میں تمہیں قتل کرنے کی خواہش نہیں رکھتا"
اس کا لہجہ اداس تھا۔ اس کا جوش ختم ہو چکا تھا۔" تم میرے دوست ہو اور تم نے میری
جان بچائی ہے۔ نہیں میں تمہیں قتل کرنے کی بجائے خود مر جانا پسند کروں گا۔ لیکن جو بات
تم نے کہی اس کی سزا یہ ہے کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔"

میں نے اپنے کندھوں کو جھٹکا دیا۔" میں نے ایسی کیا بات کہی جسکی سزا موت ہو" میں
نے پوچھا۔

" یہ کہ تم ڈڈ دیر سے شادی کرنا چاہتے ہو۔"

" میری دنیا میں" اس نے مجھے بتایا۔" آدمیوں کو اس لئے قتل کر دیا جاتا ہے کہ وہ کسی
لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں

میں اپنے کیبن میں اپنے ڈسک کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

اور جب کاملوٹ نے تلوار کھینچ کر مجھے مقابلہ کے لئے للکارا تھا تو میں کھڑا بھی
نہیں ہوا تھا اب میں اٹھا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

" بہتر ہے کہ تم مجھے قتل کر دو۔ کاملوٹ" میں نے کہا۔" کیونکہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے"
وہ ایک لمحہ کے لئے ہچکچایا اور کھڑا مجھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے اپنی تلوار میان
میں کر لی۔

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا" اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "میرے آبا و اجداد مجھے معاف کریں میں تمہیں قتل نہیں کر سکتا"

"شائد" اس نے بچاؤ کا پہلو ڈھونڈتے ہوئے پھر کہا "جن رسومات کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں انکی بے حرمتی کرنے پر تمہیں قابل معافی سمجھا جائے گا۔ کبھی کبھی میں بھول جاتا ہوں کہ تم ہمارے امشار کے نہیں بلکہ ایک اور دنیا کے باشندے ہو۔ اب میں تمہارے جرم میں شریک ہو چکا ہوں اس لئے مجھے بتاؤ کہ تم کس طرح ڈونیر سے شادی کرنا چاہتے ہو"

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ مجھے اس سے محبت ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ وہ بھی قریب قریب مجھسے محبت کرتی ہے"

یہ سنکر کاملوٹ ایک بار پھر بدحواس اور خوفزدہ نظر آنے لگا "یہ ناممکن ہے" وہ چیخا "اس نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ خواب میں بھی یہ نہیں جان سکتی کہ تمہارے پاگل دماغ اور دل میں کیا ہے"

"ویسے وہ مجھے پہلے دیکھ چکی ہے۔ اور اچھی طرح جانتی ہے کہ میرے پاگل دماغ میں کیا ہے" میں نے اسے یقین دلایا "میں نے اسے کو عادمیں بھی یہ بات بتائی تھی اور آج پھر اسے بتائی ہے"

"اور وہ سنتی رہی ؟" کاملوٹ نے پوچھا۔

"وہ بدحواس نظر آتی تھی" میں نے اعتراف کیا "لیکن وہ سنتی رہی۔

"پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کے کمرے سے باہر نکل جاؤں"

کاملوٹ نے یہ سنکر اطمینان کا سانس لیا "کم از کم وہ تمہاری طرح پاگل نہیں ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس بنا پر تمہیں یہ یقین ہے کہ وہ تمہاری محبت کا جواب محبت سے دیگی"

" اس کی آنکھیں اس بات کی گواہی دے رہی تھیں کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور اس سے زیادہ کسی ثبوت کی کیا حاجت ہے کہ اس نے اوروں کو بتا کر مجھے قتل نہیں کرایا"

اس نے کچھ سوچا اور اپنا سر ہلایا۔

" یہ سب پاگل پن ہے " اس نے کہا " میں اسے پاگل پن کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتا تم کہتے ہو تم نے کوعادبیں اس سے گفتگو کی ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ اور اگر تم نے اسے پہلے دیکھا تھا تو تم نے کیوں اس وقت بہت کم دلچسپی کا اظہار کیا جب ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ وہ سوانگ پر قید ہے۔ تم نے یہ کیوں کہا کہ تم اسے میری محبوبہ سمجھتے تھے "

" میں چند منٹ پہلے خود نہیں جانتا تھا " میں نے اسے بتایا کہ وہ لڑکی جسے میں نے کوعاد میں جانگ کے باغیچہ میں دیکھا تھا اور گفتگو کی تھی۔ وہ جانگ کی بیٹی ڈوتیر ہے"

چند دن بعد ایک روز جب میں اپنے کیبن میں ملٹھیا کا ملوٹ سے باتیں کر رہا تھا کہ دروازہ پر کسی نے سیٹی بجائی۔ جب میں نے سیٹی بجانے والے کو اندر آنے کی اجازت دی تو دروازہ کھلا اور ایک و پاجن اندر داخل ہوا۔ یہ ان و پاجن قیدیوں میں سے ایک تھا جو ہمیں سوانگ میں ملے تھے۔ اس کا تعلق کوعاد سے نہیں تھا بلکہ و پاجہ کے کسی اور شہر کا رہنے والا تھا۔ اور شائد یہی وجہ تھی کہ و پاجہ کے دوسرے قیدی جو ہمیں سوانگ میں ملے تھے اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

اس کا نام وکور تھا۔ اور جہاں تک میرا اندازہ تھا وہ بہت اچھا آدمی تھا سوائے اس کے کہ وہ ضرورت سے زیادہ چالاک معلوم ہوتا تھا۔

اسے پردار انسانوں سے بہت دلچسپی تھی جس کا سبب وہ یہ بتاتا تھا کہ وہ ایک طالب علم ہے اور پردار انسانوں کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنا چاہتا ہے جنھیں اس نے

پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

"میں اس لئے حاضر ہوا ہوں" اندر داخل ہونے کے بعد اس نے کہنا شروع کیا "تاکہ آپ سے درخواست کروں کہ آپ مجھے اپنا نائب مقرر کر دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا شریک کار بنکر آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔"

"میرے جتنے نائب اس وقت ہیں کافی ہیں" میں نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ میں تمہارے بارے میں اچھی طرح نہیں جانتا کہ آیا تم کیا کام کر سکتے ہو۔ دیا جہ پہنچنے تک میں تمہیں اچھی طرح جان لوں گا اور اس وقت اگر مجھے تمہاری ضرورت ہوگی تو تمہیں بتا دوں گا"

اچھا تو کیا میں دیا جہ پہنچنے تک جنجانگ کے ایک محافظ کی حیثیت سے کام کروں جنجانگ سے اس کی مراد ڈوئیر سے تھی۔ یہ لفظ بادشا اور بیٹی کا مرکب ہے اور جس کا مطلب شہزادی ہوتا ہے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس کی آواز قدرے جذبات سے مغلوب معلوم ہوتی تھی۔

"ڈوئیر ہر طرح محفوظ ہے۔" میں نے بتایا۔

"لیکن پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ اس کی حفاظت کروں۔" اس نے زور دیا۔ "تاکہ اس طرح اپنے بادشاہ اور اپنے ملک کی کچھ خدمت کر سکوں۔"

"یہ ضروری نہیں ہے" میں نے بات مختصر کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہر طرح محفوظ ہے"

"وہ دوسرے ڈیک ہاؤس کے پچھلے والے کیبنوں ہے نا" اس نے پوچھا

میں نے اسے اثبات میں جواب دیا۔

"اور اس کے لئے ایک خاص محافظ ہے۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں ایک آدمی تمام رات اس کے کیبن کے دروازہ پر موجود رہتا ہے۔"

میں نے اسے یقین دلایا۔

"صرف ایک" اس نے پوچھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک آدمی کو کافی نہیں سمجھتا "عام پہرے کے علاوہ ہم صرف ایک آدمی ہی کافی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ سوفال پر ڈوئیر کا کوئی دشمن نہیں ہے"

یہ لوگ اپنے شاہی خاندان کے بہت زیادہ وفادار معلوم ہوتے تھے۔ اور اپنے بادشاہ اور اس کی بیٹی کی حفاظت اور خوشنودی کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے

مجھے اپنی درخواست کی منظوری کے لئے آمادہ نہ پاکر وتور رخصت ہو گیا۔ اور چلتے چلتے مجھ سے یہ التجا کرتا گیا کہ میں اس کی درخواست پر مزید غور کروں۔

" وہ ڈوئیر کی حفاظت کے لئے تم سے بھی زیادہ مستعد نظر آتا ہے۔ کاملوٹ" میں نے کاملوٹ سے کہا۔

"ہاں میں نے بھی ایسا ہی محسوس کیا ہے" کاملوٹ نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

" مجھ سے زیادہ ڈوئیر کی حفاظت کا کسی کو خیال نہیں ہو سکتا" میں نے کہا "لیکن میرے خیال میں اس کی حفاظت کے لئے موجودہ انتظام ہر طرح کافی ہے"

" میں تم سے متفق ہوں" کاملوٹ نے جواب دیا۔

اس کے بعد گفتگو کا موضوع بدل کر ہم دوسرے معاملات کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ اچانک ہمیں اس شخص کی آواز جو واچ ٹاور میں مقرر تھا " وونوٹار (ایک جہاز)" کہتی سنائی دی۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ہم عرشۂ جہاز کی طرف دوڑے اور اس جہاز کو دیکھا جو ٹھیک ہم سے آگے آگے اسی سمت میں سفر کر رہا تھا جس سمت میں ہم سفر

کر رہے تھے۔

وینس پر ہر شے بہت دور سے صاف نظر آجاتی ہے میں نہیں جانتا کہ اس کی وجہ کیا ہے بہرحال ہمارے جہاز سے کافی دور وہ جہاز بہت اچھی طرح نظر آرہا تھا۔ اور اس کے نظر آتے ہی سوفال پر اچھا خاصا ہیجان بپا ہو گیا تھا۔

یہ سوفال کے لئے دوسرا شکار تھا۔ ایک اور انعام۔ اور آزادی کے سپاہی اس سے حاصل کرنے کے لئے بیقرار تھے۔

جیسے ہی ہمارا جہاز رفتار تیز کرکے اپنے شکار کی طرف بڑھا سب نے ایک زبان ہو کر ایک پرجوش نعرہ لگایا۔ فوراً ہی سب کو ہتھیار تقسیم کئے جانے لگے۔

وہ توپ جو جہاز کے سب سے اگلے حصے میں تھی اور وہ توپیں جو اوپر والے عرشہ پر تھیں درست کی گئیں تاکہ ضرورت پڑنے پر انھیں فوراً استعمال کیا جا سکے اور سوفال پوری رفتار سے اپنے مدمقابل کی طرف بڑھا۔

جب ہم کچھ قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ اس جہاز پر تھورا کا جھنڈا لہرا رہا تھا اور وہ جسامت کے لحاظ سے سوفال کے برابر ہی تھا۔ اور زیادہ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ مسلح تجارتی جہاز ہے۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ ان کے بالکل قریب پہنچ جائیں وہ ہمارے جہاز کے عرشہ کو مسلح آدمیوں سے بھرا ہوا دیکھیں اس لئے میں نے سب کو چھپ جانے کا حکم دیا۔

سوائے توپچیوں کے جنھیں میں نے توپوں کے پاس موجود رہنے کا حکم دیا میری خواہش تھی میں اس جہاز پر بھی اسی طرح قبضہ کروں جس طرح میں نے سوانگ پر

کیا تھا۔ چنانچہ سب کو احکامات دے دیئے گئے۔ اور ہر شخص کو یہ سمجھا دیا گیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ انھیں سختی سے حکم دے دیا گیا کہ بلا وجہ کسی کو قتل نہیں کیا جائیگا اگر میں ایک بحری قزاق تھا تو بھی میں اپنے آپ کو حتی الامکان ایک رحمدل بحری قزاق ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں نے گم فارا اور کران کے علاوہ دوسرے لوگوں سے جو تھورا کے رہنے والے تھے بہت سی معلومات ان کے جنگی اصولوں اور فوجی قوانین کے بارے میں حاصل کر لی تھیں مثال کے طور پر مجھے معلوم تھا کہ ایک جنگی جہاز ایک تجارتی جہاز کی ہر وقت تلاشی لے سکتا ہے یا اسے روک کر اس سے پوچھ گچھ کر سکتا ہے لہٰذا میں نے سوچا کہ تلاشی لینے کے بہانے اگر ہم اس پر پہونچ جائیں تو بآسانی اس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

جب وہ جہاز ہم سے اتنا قریب ہو گیا کہ اگر بآواز بلند ہم ان سے کچھ کہتے تو وہ بآسانی سن لیتے تھے۔ اس وقت میں نے کران سے کہا کہ وہ اس جہاز کو رک جانے کا حکم دے اور انھیں بتائے کہ ہم اس کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔

میں جس وقت کرآن سے یہ کہہ رہا تھا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس جہاز کے اگلے حصہ میں خاص نشان بنا ہوا تھا۔ میں اس نشان کا مطلب نہ سمجھ سکا لیکن کرآن اور وہ سب جو تھورا کے رہنے والے تھے اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔

"ہم انھیں آسانی سے نہ روک سکیں گے۔" کرآن نے کہا "کیونکہ ایک آنجین اس پر سفر کر رہا ہے لہٰذا فوجی قانون کے تحت تلاشی لینے کے بہانے نہیں روکا جا سکتا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس پر کافی سپاہی بھی ہوں گے جتنے عام حالات میں کسی تجارتی جہاز کے ساتھ نہیں ہوتے۔"

"کس کا دوست؟" میں نے پوچھا۔ "تم کیا کہہ رہے ہو؟" کیونکہ آنجین کے معنی ہیں بہت بڑا دوست۔

"یہ ایک خطاب ہے میرے دوست"! گراآن مسکرایا۔ "تھورا کی حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ آنجین کہلاتے ہیں۔ ان کی کل تعداد ایک سو ہے اور یہی ہیں جو در اصل تھورا کے مطلق العنان حکمران ہیں۔ وہ یقیناً بہت بڑے دوست ہیں لیکن صرف اپنے دوست یہ نشان جو اس جہاز پر لگا ہوا ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ ایک آنجین اس جہاز پر سفر کر رہا ہے اور یہ بھی کہ یہ جہاز تمام قوانین سے مستثنیٰ ہے"۔

"ہمارے سپاہی کسی ایسے جہاز پر حملہ کرتے ہوئے جس پر ایک اتنی بڑی شخصیت سفر کر رہی ہو کیا محسوس کرینگے؟" میں نے پوچھا ان میں سے ہر ایک سب سے پہلے آنجین کے سینے میں اپنی تلوار اتار دینا چاہے گا"! گراآن کا جواب تھا۔

"نہیں اسے قتل نہیں ہونا چاہیئے" میں نے کہا کیونکہ میں نے ایک بہت اچھا پلان سوچا ہے"۔

"جب ایک بار لڑائی شروع ہو جائے گی اور وہ جوش جنگ سے مغلوب ہو جائیں گے تو ان پر کنٹرول کرنا بہت مشکل ہو گا"! گراآن نے جواب دیا۔ "میرے خیال میں کوئی افسر بھی اس وقت نظم و ضبط قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ تنظیم سے قطعی بے بہرہ ہیں"

"آزادی کے سپاہیوں کو ہر حالت میں تنظیم قائم رکھنا ہو گی"! میں نے سخت لہجے میں کہا۔ آؤ میں ان سب سے کچھ گفتگو کروں گا"!

ساتھ ساتھ ہم دونوں نچلے عرشہ پر آئے جہاں سب جمع تھے۔ اور حملے کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ تقریباً ایک سو سخت اور بے باک لڑاکے سادگی اور درشت

مزاجی جن کے خاص اوصاف تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے لئے ان کے دلوں میں کیا خیالات ہیں میں جہاز کا کپتان تھا اور وہ جہاز کے ملاح لیکن ہمارا یہ تعلق قایم ہوئے اتنا کم عرصہ گذرا تھا کہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ میرے حکم کی تعمیل کریں گے یا نہیں لیکن خیر اپنے بارے میں مجھے ان کے جذبات کی پروانہ تھی۔

نچلے عرشہ پر پہنچتے ہی کیران نے چلا کر سب کو خاموش کیا اور جب میں نے بولنا شروع کیا تو ان سب کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

" ہم ابھی ایک جہاز پر اور قبضہ کرنے والے ہیں " میں نے کہنا شروع کیا۔" کیران نے مجھے بتایا ہے کہ اس جہاز پر ایک ایسی شخصیت سفر کر رہی ہے جسے تم لوگ مار ڈالنا چاہو گے وہ ایک آنجین ہے۔ میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ اسے...... قتل نہیں کیا جائے گا" ہر طرف سے غراہٹوں کی آواز آئی جس سے صاف ظاہر تھا کہ میرے اس فیصلہ کو سخت ناپسند کیا گیا ہے لیکن میں ان کی ناپسندیدگی کے اظہار کو نظر انداز کر کے کہتا گیا " میں اس کے علاوہ بھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ جب لڑائی شروع ہو جائے تو کوئی افسر تم لوگوں پر کنٹرول نہیں کر سکتا۔

کچھ اسباب ایسے ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آنجین کو قتل کرنے سے اسے زندہ گرفتار کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن میں وہ اسباب تم لوگوں کے سامنے نہیں دہراؤنگا مجھے تم سے صرف یہ کہنا ہے کہ میرے اور تمام دوسرے افسروں کے احکامات کی ہر حالت میں تعمیل کی جائے گی۔ ہمارے سامنے ایک معرکہ ہے جسے ہر حالت میں جیتنا ہے لیکن اسے صرف اس طرح جیتا جا سکتا ہے کہ تنظیم کو برقرار رکھا جائے۔ میں اس معرکہ کو ہر قیمت پر جیتنا چاہتا ہوں اس لئے تمہیں نظم وضبط کو برقرار رکھنا ہوگا۔

یاد رکھو کہ جو کوئی بھی حکم عدولی یا خود سری کا مرتکب ہوگا اس کی سزا موت ہوگی۔
بس مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔"

جب میں چلا تو وہ سب خاموش تھے۔ یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ میری باتوں کا ان پر کیا اثر ہوا ہے میں چلتے ہوئے کران کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ کوئی افسر وہاں موجود نہ رہے اور وہ سب آزادی کے ساتھ میری تقریر پر آپس میں بحث کر سکیں۔

میں جانتا تھا کہ حقیقت میں مجھے ان پر کسی طرح کے اختیارات حاصل نہیں اور وہ خود ہی یہ فیصلہ کریں گے کہ آیا انھیں میرے احکامات کی تعمیل کرنا ہے یا نہیں لہٰذا جتنی جلدی وہ یہ فیصلہ کر لیتے اتنا ہی ہم سب کے لئے بہتر تھا۔

امٹار کے جہازوں پر ایک دوسرے تک پیغامات پہنچانے کے لئے جو طریقے استعمال کئے جاتے ہیں وہ بالکل بھدّے ہیں۔

ایک بہت تکلیف دہ طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کو جھنڈیوں سے اشارے دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بگل بجا کر بھی ایک جہاز دوسرے جہاز کو حسب مرضی پیغام پہونچاتا ہے لیکن تیسرا طریقہ جو سب سے زیادہ رائج ہے باآواز بلند ایک دوسرے سے بات کرنے کا ہے۔

چونکہ اس جہاز پر انجین کا نشان آویزاں تھا اس لئے اب ہم اس کے بالکل متوازی چل رہے تھے لیکن درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس جہاز کے عرشہ پر مسلح سپاہیوں کی ایک ٹولی جمع تھی اور جہاز کے اطراف میں چار توپیں بھی ہر حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھیں۔ لیکن انھیں ہمارے بارے میں کسی طرح کا شبہ

نہیں تھا۔

اب میں نے سوفال کو اور قریب لے جانے کا حکم دیا اور جونہی ہمارا درمیانی فاصلہ کم ہوا میں نے دیکھا کہ دوسرے جہاز کے عرشہ پر پریشانی کے آثار نظر آنے لگے "تم لوگ اتنے قریب کیوں آرہے رہو" اس جہاز کے بالائی عرشہ سے ایک افسر چلایا

" دور ہٹ جاؤ کیونکہ ہمارے جہاز پر ایک آنجہین سفر کر رہے ہیں"

چونکہ اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا اور چونکہ سوفال اس جہاز کے کچھ اور بھی قریب آگیا اس لئے ان کی بدحواسی اور بڑھ گئی۔ وہ افسر جو دراصل کپتان تھا کچھ دیر ایک دوسرے موٹے آدمی سے جو اس کے برابر ہی کھڑا تھا باتیں کرتا رہا اور پھر پوری قوت سے چلایا " دور ہٹ جاؤ ورنہ کسی نہ کسی کو اس کی سزا بھگتنی پڑے گی "۔ لیکن سوفال اور قریب آتا گیا۔

" دور ہٹ جاؤ"، وہ پھر چلایا " ورنہ میں فائر کرنے کا حکم دیتا ہوں"۔

اس کے جواب میں میں نے وہ توپیں جو جہاز کے اگلے حصہ میں تھیں فائرنگ پوزیشن میں آگے بڑھائیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ فائر کرنے کی جرأت نہیں کریگا کیونکہ ہمارے جہاز کی ایک ٹکر اس کے جہاز کے ٹکڑے اڑا سکتی تھی لیکن میں خود اس ٹکر سے بچنا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح ہمارا مقصد بھی اس جہاز کے ساتھ ڈوب جاتا۔

" تم کیا چاہتے ہو؟" کپتان نے چلا کر پوچھا۔

" میں چاہتا ہوں کہ تمہارے جہاز پر اتر آؤں" میں نے جواب دیا " اگر ایسا

بغیر خون بہائے ممکن ہو سکے "
" یہ بغاوت ہے! غداری ہے!" وہ موٹا آدمی جو کپتان کی برابر کھڑا تھا
چلایا۔" میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ دور ہٹ جاؤ۔ اور ہمیں جانے دو۔ میں آنجین
ہوں اور میرا نام موسکو ہے" اور پھر وہ عرشہ جہاز پر کھڑے ہوئے سپاہیوں کی
طرف مڑ کر چیخا۔
" سپاہیو! جو بھی عرشہ پر قدم رکھے اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔"

خوفناک حادثہ

عین اسی وقت جب آنجین موسکو نے اپنے سپاہیوں کو میری ان کے جہاز پر قبضہ کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کا حکم دیا اس کے کپتان نے بھی پوری رفتار سے جہاز کو چلانے کا حکم دیدیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ ان کا جہاز بچنے کی کوشش کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

درحقیقت میں اس کو غرق کر سکتا تھا لیکن وہ قیمتی سامان تجارت جو اس پر لدا تھا سمندر کی تہہ میں پہونچ کر میرے لئے بیکار ہو جاتا۔ لہٰذا میں نے بگل بجانے والے کو جو میرے برابر ہی کھڑا تھا بگل بجانے کا حکم دیا بگل بجتے ہی جہاز کے پائیلٹ نے جہاز کو پوری رفتار پر چھوڑ دیا اور تعاقب شروع ہو گیا۔

جس جہاز کا ہم تعاقب کر رہے تھے اس کا نام یان تھا۔ اور گو وہ ایک بہت سبک رفتار جہاز تھا۔ لیکن سوفالک کے مقابلہ میں اس کی سبک رفتاری کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا بہت جلد یہ بات عیاں ہو گئی کہ وہ ہم سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

یان کی رفتار اچانک بڑھا دینے سے دونوں جہازوں کے درمیان جو فاصلہ ہو گیا تھا وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ اور آہستہ آہستہ ہم ان کے قریب پہونچتے گئے۔ اور تب آخر کار یان کے کپتان نے وہی کیا جو اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کرتا۔

وہ سوفال کے بالکل آگے آگے چلتا گیا اور اپنی پچھلی توپ سے سوفال پر گولہ باری شروع کر دی۔ اسی طرح کی ایک توپ اسکے بالائی عرشہ پر رکھی ہوئی تھی اس سے بھی فائرنگ شروع کر دی گئی۔ یہ طریقہ عمل جو انھوں نے اختیار کر لیا تھا قطعی مناسب تھا کیونکہ اس حالت میں کہ ان کا جہاز ہمارے جہاز کے ٹھیک آگے تھا۔ ہماری صرف ایک یا دو توپیں کام میں لائی جا سکتی تھیں۔ اور وہ سارا توپ خانہ جو جہاز کے اطراف میں نصب تھا قطعی بیکار تھا۔

اس وقت میں نے پہلی مرتبہ ونیس کی توپ کی آواز سنی یہ آواز مشین گن کی آواز سے بہت مشابہ تھی۔

پہلے تو مجھے اس آواز کا کوئی اثر نظر نہ آیا لیکن چند لمحے بعد ہمارے جہاز کی ریلنگ کا ایک حصہ سمندر میں جا پڑا اور دو آدمی عرشہ پر بے جان ہو کر گر گئے۔ لیکن اس وقت ہماری اگلی توپ بھی حرکت میں آچکی تھی۔

چونکہ سوفال یان کے عین پیچھے تھا اس لئے سمندر کی وہ تند لہریں جو یان اپنے عقب میں چھوڑتا جا رہا تھا ہماری توپ کے نشانے کو بے اثر بنا رہی تھیں اس وقت دونوں جہاز پوری رفتار سے ایک ہی سمت اڑے چلے جا رہے تھے۔ اور دونوں جہازوں کی یہ انتہائی تیز رفتار سمندر کے پرسکون سینے پر گہرا ہیجان بپا کر رہی تھی میں جہاز کے اگلے حصہ کی طرف دوڑا تاکہ وہاں کی کمان سنبھالوں اور چند

لمحوں بعد دشمن کی توپوں میں سے ایک کو چلانے والا عملہ ایک ایک کر کے ختم ہو گیا اور اس طرح ہمیں تھوڑا سا اطمینان حاصل ہو گیا

سوفال اب یان کے قریب ہو گیا تھا اور ہماری توپیں دشمن کی اس توپ پر جو بالائی عرشہ پر نصب تھی گولہ باری کر رہی تھیں. آنجین اب عرشہ جہاز پر نظر نہیں آتا تھا شائد وہ اپنی جان بچانے کے لئے جہاز کے کسی دور افتادہ حصے میں چلا گیا تھا۔

بالائی عرشہ پر جہاں حملہ شروع ہونے سے پہلے کپتان اور آنجین کھڑے تھے اب صرف دو آدمی باقی تھے اور یہ دونوں اس توپ کو چلا رہے تھے جو ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہی تھی۔

میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ آخر دونوں جہازوں کی توپیں کیوں کوئی خاص اثر نہیں دکھاتیں مجھے معلوم تھا کہ وہ شعاع جو ان توپوں سے خارج ہوتی ہے۔ غیر معمولی طور پر تباہ کن ہے۔ لیکن اس قدر گولہ باری کے باوجود نہ تو کوئی جہاز غرق ہوا تھا اور نہ کسی جہاز کو کوئی خاص نقصان پہونچا تھا۔ لیکن جیسا کہ بعد ازاں مجھے معلوم ہوا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہی دھات جس پر اس شعاع کا اثر نہیں ہوتا اور جس سے یہ توپیں بنائی جاتی ہیں جہاز کے تمام بیرونی حصوں پر ایک تہ کی صورت میں چڑھا دی گئی تھی لہٰذا توپوں کا اثر برائے نام ہو رہا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم اب تک یان کو کبھی کے تباہ کر چکے ہوتے

لیکن آخر کار ہم اس توپ کو خاموش کرنے میں کامیاب ہو گئے جو بالائی عرشہ سے ہمیں سخت تکلیف دے رہی تھی۔ لیکن اگر ہمارا جہاز انکے جہاز کے برابر پہونچ جاتا۔ تو صاف ظاہر تھا کہ ہم ان دوسری توپوں کی زد میں آجاتے جو یان کی دونوں طرف نصب تھیں۔ لیکن مجبوری تھی میں اس جہاز کا بچکر نکل جانا کسی حالت میں منظور نہیں کر سکتا

تھا۔ لہٰذا میں نے جہاز کو آگے بڑھائے جانے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ساتھ اپنی باقی ماندہ توپوں کو چلانے والے عملے کو ہدایت کی کہ جونہی ہمارا جہاز یاآن کے برابر پہونچے اور جونہی اسکا کوئی حصہ ان کی زد میں آئے وہ فائرنگ شروع کر دیں۔ اس طرح انکے قریب پہونچ کر ہم ان پر مستقل فائرنگ کرتے گئے۔

ہمارے نقصانات اب تک کافی ہو چکے تھے۔ لیکن یاآن کے نقصانات ہم سے کہیں زیادہ تھے اس کے عرشہ پر لاشوں کے انبار تھے۔

یاآن کے کپتان نے بھی شائد یہ محسوس کر لیا تھا کہ مقابلہ بے سود ہے اس لئے اس نے ہمیں ایک سگنل دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہتھیار ڈالدینے کو تیار ہے اور چند لمحوں کے بعد یاآن کے انجن بند کر دیئے گئے۔

سوفال اب اس کے قریب بالکل قریب پہونچ چکا تھا۔ لہٰذا کرآن نے آنکڑے ڈالکر دونوں جہازوں کو جکڑ دیا اور ہماری فتحیاب جماعت یاآن کے عرشہ پر کود گئی میں اور کالملوٹ ریلنگ کے ساتھ کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ میری ہدایات کو پیش نظر رکھیں گے یا نہیں۔ درصل ان کی آزادی ابھی نئی نئی تھی اور اپنے ظالم حکمرانوں کے خلاف انکے دلوں میں جو جوش تھا اس کے پیش نظر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ موقع ملتے ہی بے دریغ ان کا خون بہانے سے باز رہیں گے یا نہیں لیکن میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر کسی نے حکم عدولی کی تو اسے وہی سزا دوں گا جسکا میں اعلان کر چکا تھا مجھے ان کا لیڈر بننے کی خواہش نہیں تھی لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ ان کا لیڈر کوئی بھی ہو وہ ہر حال میں اس کے احکامات کی تعمیل کریں۔

میں نے دیکھا کہ وہ ایک سو جنگجو اور خونخوار لڑاکے یاآن کے عرشہ پر پھیل گئے

دیو قامت زاگ۔ ان کی کمان کر رہا تھا۔

کراآن نے چند آدمی اپنے ساتھ لئے اور کپتان کے کیبن میں داخل ہو گیا۔

پورے پانچ منٹ بعد کران باہر نکلا تو کپتان آنجین موسکو اس کے ساتھ تھے

میرے بحری قزاقوں کی دو رویہ قطار کپتان کے کیبن سے سوفال کی ریلنگ تک کھڑی تھی۔ کران اپنے قیدیوں کو لئے ان کے درمیان سے گذرا لیکن وہ ساکت و خاموش کھڑے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ کران انھیں بحفاظت تمام مجھ تک لے آیا۔

جب وہ دونوں میرے سامنے لائے گئے تو آنجین بہت جھلایا ہوا تھا لیکن کپتان کچھ خوفزدہ معلوم ہوتا تھا۔ اور خصوصًا اس وقت تو اس کی حیرت قابل دید تھی جب اس نے میرے بالوں اور میری آنکھوں کو اچھی طرح دیکھ لیا۔

" یہ ایک ناقابل تلافی جرم ہے جس کے تم مرتکب ہوئے ہو" آنجین موسکو چلایا

" تم میں سے ہر ایک کو اس کی سزا بھگتنا ہوگی "

" کراآن اس سے کہہ دو کہ جب تک اس سے گفتگو نہ کی جائے اسے بولنے کی حاجت نہیں" میں نے کران کو حکم دیا۔ پھر میں کپتان کی طرف مڑا۔ اور اس سے کہا " ہم تمہارے جہاز سے جو کچھ لینا چاہیں گے جب لے لیں گے تو تم آزاد ہو گے اور تم جہاں جانا چاہو گے جا سکو گے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ اگر تم میرے حکم کی تعمیل کرتے اور ہتھیار ڈال دیتے تو بہت سی جانیں بے وجہ ضائع ہونے سے بچ جاتیں۔ آئندہ اگر کبھی تمہیں سوفال کی طرف سے کوئی حکم دیا جائے تو فورًا اس کی تعمیل کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا تمہارے اپنے حق میں بہتر ہوگا۔ علاوہ بریں جب تم تھورا پہنچو تو ہر اس جہازراں سے جو تمہیں ملے کہہ دینا کہ اب امتار کے سمندروں پر سوفال کی حکمرانی ہے

اور انھیں چاہئے کہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔"

"کیا تم ایک بات مجھے بتا سکو گے" کپتان نے پوچھا" کہ تم کون ہو اور کس حکومت سے تمہارا تعلق ہے؟"

"فی الحال تم مجھے ایک ویاجن سمجھ سکتے ہو" میں نے جواب دیا" لیکن ہمارا تعلق کسی حکومت سے نہیں ہے اور نہ کوئی حکومت ہمارے افعال کی ذمہ دار ہے ہم خود ہی اپنے حاکم ہیں"

مفتوحہ جہاز کے عملہ کو جمع کر کے ان کی مدد سے کران، کالموٹ، گم فار اور زاگ نے اس جہاز کا تمام وہ اسلحہ اور سامان جو ضروری سمجھا گیا سوفال پر منتقل کر لیا اس کے علاوہ وہ قیمتی سامان تجارت جو اس پر بار تھا لے لیا گیا اور ان کی تمام توپیں سمندر میں پھینک دینے کے بعد ہم نے انھیں چلنے کی اجازت دیدی۔ اور تھوڑی دیر بعد دونوں جہاز اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔

آنجین موسکو کو میں نے بطور یرغمال اپنے ساتھ لے لیا تھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ تھورا کی عظیم الشان اور طاقتور سلطنت کے ایک رکن اعظم کا ہمارے پاس بطور یرغمال قید رہنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ لیکن موسکو کی جائے رہائش کا مسئلہ حل طلب تھا۔ وہ تمام ویاجن عورتیں جنھیں میں نے سوانگ سے چھڑایا تھا نیز جہاز کے عملہ نے جہاز پر کوئی کیبن خالی نہ چھوڑا تھا اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ موسکو کو عام قیدیوں کی طرح عرشہ جہاز کے نیچے بنے ہوئے تہ خانہ میں رکھا جائے۔

اتفاقاً میں نے اس مسئلہ کا ذکر کالموٹ سے ولور کی موجودگی میں کیا۔ میری بات سن کر ولور نے فوراً آمادگی ظاہر کی کہ وہ موسکو کو اپنے کیبن میں رکھنے کے لئے

تیار ہے۔ یہ اس مسئلہ کا آسان حل تھا لہٰذا میں نے فوراً حکم دیا کہ موسکو کو ڈوکر کے حوالہ کر دیا جائے۔ جو اسے فوراً اپنے ساتھ لیکر اپنے کیبن میں چلا گیا۔

چونکہ اس جہاز کے تعاقب نے ہمیں اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا اس لئے پھر ایک بار سوفال کا رخ ویاجب کی طرف بدلا گیا۔ اب جہاز کے ایک طرف دھندلا سا خطہ زمین نظر آ رہا تھا جو بہت دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ میں اپنے دل میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ اس سرزمین میں کون کونسے اسرار پوشیدہ ہونگے اور کون کونسے عجیب و غریب جانور اور انسان اس پر آباد ہونگے۔

رفع استعجاب کی غرض سے میں چارٹ روم میں گیا اور ان نقشوں کی مدد سے جو وہاں موجود تھے بہت مشکل سے اور بڑی حد تک محض قیافہ کی بنا پر یہ معلوم کیا کہ سامنے نظر آنے والا خطۂ زمین تولبول ہے۔ پھر مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ دراقوس نے بھی مجھ سے اس بر اعظم کا ذکر کیا تھا جو وینس کے جنوبی نصف کرہ میں معتدل خطہ اور گرم استوائی خطہ کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔

چارٹ روم سے میں بالائی عرشہ پر چلا گیا اور وہاں کھڑے ہو کر اس پر اسرار سرزمین کی طرف دیکھنے لگا۔

اس وقت ہوا خاصی تیز چلنے لگی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ کسی طوفان کی ابتدا ہو۔ یہ پہلا موقع تھا کہ امتار کے سمندروں میں میں اتنی تیز ہوا چلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں ڈوڈیر ان تیز ہواؤں سے ڈر نہ گئی ہو۔ اسے اور اس سے ملنے کے لئے یہ اچھا خاصہ بہانہ تھا کہ آیا وہ خوفزدہ تو نہیں ہے چنانچہ یہ سوچ کر میں بالائی عرشہ سے اتر کر اور اس حصّہ کی طرف چلا جہاں ڈوڈیر کا کیبن تھا

ڈوئیر کے کیبن کی طرف جاتے ہوئے میں ولور کے کیبن کے سامنے سے گذرا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک نظر موسکو کو بھی دیکھتا چلوں۔

جب میں نے ولور کے دروازہ پر سیٹی بجائی تو چند لمحوں تک خاموشی رہی اس کے بعد ولور نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی اور جب میں اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ولور اور موسکو کے علاوہ ایک پردار انسان بھی وہاں موجود ہے صاف ظاہر تھا کہ ولور مجھے دیکھ کر پریشان ہو گیا ہے۔ موسکو کے چہرے سے بھی کچھ پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا اور پردار انسان خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

پردار انسان کا وہاں موجود ہونا قاعدہ کے خلاف تھا اس لئے مجھے غصّہ آنا لازمی تھا۔

"تمہارے کوارٹر آگے ہیں یہاں تمہارا کیا کام" میں نے پردار انسان سے کہا۔

"یہ اس کا قصور نہیں" وِلور نے کہا "موسکو نے آج تک کوئی پردار انسان نہیں دیکھا تھا اس لئے میں اسے یہاں لے آیا اگر میں نے کوئی غلطی کی ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں"

"خیر کوئی بات نہیں" میں نے کہا "لیکن قیدی پردار انسانوں کا معائنہ کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ عرشہ پر انھیں دیکھے میری طرف سے اسے اس بات کی اجازت ہے"

پردار انسان یہ سن کر چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں بھی ڈوئیر کے کیبن کی طرف چل دیا۔

ڈوئیر کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے سیٹی بجائی اور سوچنے لگا کہ آیا وہ مجھے اندر آنے کی اجازت دے گی یا نہیں۔

کچھ دیر تک اندر سے کوئی جواب نہ آیا اور میں یہ سوچنے لگا کہ شائد وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتی۔ اچانک اس کی میٹھی اور ہلکی آواز مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت دیتے سنائی دی

"تم پھر آ گئے" اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ لیکن اس کی آواز میں وہ غصہ نہیں تھا جو میں نے پچھلی ملاقات کے موقع پر محسوس کیا تھا۔

"میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ آیا طوفان کی آمد سے تم خوفزدہ تو نہیں ہو۔ میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں طوفان سے ہمارے جہاز کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"میں خوفزدہ نہیں ہوں" اس نے جواب دیا۔ کیا یہی بات ہے جو تم کہنے آئے تھے؟"

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس ملاقات کو جاری رکھنا نہیں چاہتی "نہیں" میں نے کہا" مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے۔"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے جو تم مجھ سے کہو گے۔ تم مجھ سے بہت کچھ کہہ چکے ہو"

"شائد میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اسے دہرانا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا۔

"نہیں تم ایسا نہیں کرو گے" وہ چیخی۔

میں اس کے اور قریب آ گیا۔" میری طرف دیکھو۔ ڈوئیر۔ میری آنکھوں میں دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ کیا تم وہ نہیں سننا چاہتیں جو میں کہنا چاہتا ہوں۔"

اس کی آنکھیں جھک گئیں "مجھے نہیں سننا چاہیئے" اس نے سرگوشی میں کہا۔ اور کمرے سے باہر جانے کے لئے اٹھی۔

اس کی محبت نے مجھے پاگل بنا دیا۔ اور اس کی قربت نے میری رگوں میں

خون کی گردش تیز کر دی تھی۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں میں لے کر اپنی طرف کھینچا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے روک سکے میں نے اپنے جلتے ہوئے ہونٹ اس کے گلابی ہونٹوں سے پیوست کر دیئے۔

اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی اور قریب قریب میری گرفت سے نکل گئی اور میں نے دیکھا کہ اب اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا۔

"وار کر دو ڈیئر" میں نے کہا "کیونکہ مجھ سے ایک ناقابل معافی جرم سرزد ہوا ہے۔ میرے پاس صرف ایک ہی عذر ہے اور وہ یہ کہ میرا یہ فعل اس بے پایاں محبت کا نتیجہ ہے جو میں تم سے کرتا ہوں"

اس کا خنجر والا ہاتھ آہستہ آہستہ نیچے جھک گیا۔

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی" اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر مڑ کر بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

میں واپس مڑا اور اپنے آپ کو کوستا ہوا اپنے کیبن میں واپس چلا آیا۔

اس رات میں بستر پر پڑا بہت دیر تک جاگتا رہا اور دن میں گذرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا۔

اس کا جملہ مجھے یاد آیا "نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی" ایک بار اس نے دوسروں کے ہاتھوں میری موت منظور نہ کی تھی جب جہاز پر پہلی ملاقات میں میں نے اس سے اظہار عشق کیا تھا۔ اور آج دوسری بار وہ خود مجھے قتل نہ کر سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ سب باتیں میرے لئے اس کی چھپی ہوئی محبت کی طرف اشارہ کرتی تھیں شائد یہ سوچنا میرا پاگل پن سمجھا جائے لیکن یہ پاگل پن میرے لئے بہت تسکین دہ تھا۔

رات گذرتی رہی اور طوفان لمحہ بہ لمحہ بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ہول کے شور اور طوفانی جھٹکوں سے میں صبح ہونے سے پہلے ہی بیدار ہو گیا

آنکھ کھلتے ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور عرشہ کی طرف گیا۔ جہاں ہوا کا زور اس قدر زیادہ تھا کہ کھڑا رہنا مشکل تھا۔ ہر گھڑی کوئی پہاڑ ایسی موج اٹھتی نظر آتی اور اپنے ساتھ سوفال کو بلندیوں پر اٹھائے جاتی دوسرے لمحہ جہاز پانی کی دو دیواروں کے درمیان اتھاہ گہرائیوں میں گرتا نظر آتا کبھی کبھی کوئی موج ریلنگ سے ٹکرا کر عرشہ جہاز پر پھیلتی چلی جاتی اور جب جہاز اس کی زد سے باہر ہوتا تو عرشہ جہاز پر ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا۔

طوفان اب اتنی شدت اختیار کر چکا تھا کہ چند لمحوں کے لئے میں بھی گھبرا گیا۔ جہاز سے کچھ فاصلہ پر اور خیال ہے کہ کافی قریب وہیں کی رات کی تاریکی میں ایک خطہ زمین نظر آ رہا تھا۔ جو جہاں تک نظر کام کرتی تھی پھیلتا چلا گیا تھا۔

خطرے کا احساس کرتے ہوئے میں کنٹرول روم میں داخل ہوا جہاں ہونان اور گم فار پہلے سے موجود تھے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ جہاز کے زمین سے اتنے قریب ہو جانے پر خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔

میں نے انھیں ہدایت کی کہ وہ جہاں ہیں وہیں ٹھہریں اور پھر کنٹرول روم سے نکل کر میں کرآن کاملوٹ اور زاگ کو جگانے کے لئے چلا۔ راستے میں مجھے ولور کے کیبن کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا لیکن جلدی میں میں اس کے بارے میں سوچے بغیر وہاں سے گذر گیا۔

اپنے مذکورہ نائبوں کو جگانے کے بعد میں ڈوئیر کے کیبن کی طرف چلا مجھے ڈر

تھا کہ طوفان کی اس شدت نے اسے خوفزدہ کر دیا ہوگا۔ لیکن میرے خدا! اس کے کمرے کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ ایک نامعلوم خوف کے زیر اثر میں سیٹی بجائے بغیر ہی اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مدھم روشنی میں مجھے کوئی خاص بات نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ اندرونی کمرے کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ یہ دونوں دروازے طوفان کی وجہ سے بار بار اتنی زور سے کھلتے اور بند ہوتے تھے کہ اس شور میں کسی کو بھی نیند نہیں آسکتی تھی لیکن یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ اتنی ڈری ہوئی ہو کہ اٹھ کر ان دروازوں کو بند کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے اندرونی کمرے کے دروازہ میں قدم رکھا اور اس کا نام لیکر زور سے اسے پکارا لیکن جواب میں کوئی آواز سنائی نہ دی میں نے دوبارہ اور زور سے اسے پکارا لیکن اب بھی خاموشی رہی۔ میں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ڈوئیر غائب تھی اور اسکی بجائے اس آدمی کی لاش پڑی ہے جسے اس رات ڈوئیر کے کمرے پر پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

جلدی جلدی میں نے آس پاس کے تمام کیبن دیکھ ڈالے۔ ہر دیا جن عورت وہاں موجود تھی لیکن ڈوئیرا اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ عورتیں اس کے بارے میں قطعی لاعلم تھیں۔

پریشانی کے عالم میں میں کالموٹ کے کیبن کی طرف دوڑا اور اسے بتایا کہ ڈوئیر کسی پراسرار طریقے سے غائب ہو گئی ہے یہ خبر سنتے ہی وہ بھی گھبرا گیا۔

"اسے جہاز پر ہی ہونا چاہئے" وہ پریشانی کے عالم چلایا" وہ اور کہاں جا سکتی ہے۔"

" ہاں میں جانتا ہوں کہ اسے جہاز پر ہی ہونا چاہیئے " میں نے جواب دیا " لیکن میرا دل کہہ رہا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

بہر حال تم میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم اسے تلاش کریں "

ژاگ اور کران مجھے اپنے کیبن سے نکلتے ہوئے ملے۔ میں نے انھیں یہ خبر سناتے ہوئے حکم دیا کہ وہ فوراً جہاز کے ہر حصے میں ڈوبٹر کی تلاش شروع کر دیں۔ اس کے بعد پہرہ داروں میں سے ایک آدمی کو بلا کر میں نے ہدایت کی کہ واچ ٹاور کے سنتری سے معلوم کرے کہ آیا اس نے اپنی ڈیوٹی کے دوران کوئی غیر معمولی بات تو محسوس نہیں کی۔

" ہر آدمی سے پوچھ گچھ کرو " میں نے کاملوٹ سے کہا " جہاز پر موجود ہر متنفس کی گنتی کرو۔ اور جہاز کا چپہ چپہ دیکھ ڈالو "

ان سب کے رخصت ہو جانے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے دلور کے کمرے کا دروازہ بھی کھلا ہوا دیکھا تھا۔ یہ بات یاد آتے ہی میں دلور کے کیبن کی طرف گیا اور اس کے اندر داخل ہوتے ہی ایک نظر میں مجھے معلوم ہو گیا کہ دلور اور موسکو دونوں وہاں موجود نہیں لیکن وہ کہاں تھے ؟ اس خوفناک موسم میں کوئی آدمی بھی سوفال سے بھاگنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص ایک کشتی کے ذریعہ بھی بھاگنے کی کوشش کرتا تو اس کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔

دلور کے کمرے سے واپس آکر میں نے ایک آدمی کاملوٹ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ وہ اسے دلور اور موسکو کی گمشدگی سے مطلع کر دے اور یہ کہہ دے کہ وہ جہاں بھی ملیں انھیں فوراً میرے پاس روانہ کر دیا جائے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ یہ لوگ جہاز سے

کہیں نہیں جاسکتے۔

اس وقت مجھے یہ خیال بھی آیا کہ شائد میرے اس طرز عمل سے ناراض ہو کر جو میں نے یوم گذشتہ اس کے ساتھ روا رکھا تھا اور میرے اس فعل کو اپنے لئے بےعزتی سمجھتے ہوئے اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی ہو۔ میرے خدا! اگر یہ بات تھی تو میری پشیمانی اور اظہار تاسف بےکار تھا۔ اف ایس نے کس قدر درندگی کا ثبوت دیا تھا۔

لیکن پھر میں نے سوچا کہ میرا یہ خیال غلط بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ڈوئیر کے غائب ہو جانے کا ولور اور موسکو کی گم شدگی سے کوئی تعلق تھا تو یہ خیال مضحکہ خیز تھا کہ وہ تینوں سمندر میں کود گئے ہونگے۔

ان خیالات میں ڈوبا ہوا میں پھر ایک بار ویاچن عورتوں کی طرف چلا تاکہ ان سے کچھ اور پوچھ گچھ کروں کہ راستہ میں وہ سپاہی جسے میں واچ ٹاور کے سنتری کے پاس بھیجا تھا لپک کر میری طرف آتا ہوا نظر آیا۔

" واچ ٹاور کے سنتری نے کیا بتایا؟" میں نے اسے دیکھتے ہی چلا کر پوچھا

" کچھ نہیں کیپٹن" اس نے ہانپتے ہوئے جواب دیا

" کیا کہا کچھ نہیں؟" میں نے دہرایا۔

" ہاں کیپٹن۔ اس لئے کہ واچ ٹاور کا سنتری مر چکا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

" مر چکا ہے" میں بڑبڑایا۔

" ہاں۔ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔"

"کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ پشت کی طرف سے ایک تلوار اس کے جسم میں اتار دی گئی ہے وہ منہ کے بل مرا ہوا پڑا ہے"

تم فوراً کا ملوٹ کے پاس پہونچو اور اس سے کہو کہ دوسرا سنتری مقرر کر دے اور پھر مقتول سنتری کی موت کے متعلق تفتیش کر کے جلد سے جلد مجھے رپورٹ دے۔"

ان پے در پے حادثات سے پریشان میں عورتوں کے کیبنوں میں سے ایک میں داخل ہوا۔ وہ سب اسی کیبن میں جمع تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"ڈڈیر کا کچھ پتہ چلا؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا، بلکہ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ آنجلین موسکو اور اس کے ساتھ ویاچن ولور بھی غائب ہے۔"

"ویاچن" وہ عورت چلائی "ولور ویاچن نہیں ہے"

"اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا "اگر ولور ویاچن نہیں ہے تو پھر کون ہے؟"

"وہ ایک تھورسٹ جاسوس ہے" اسی عورت نے جواب دیا۔

کافی عرصہ گذرا جب اسے ویاچن بھیجا گیا تھا تا کہ وہ عمر کو طویل کرنے والی دوائی کا راز چرا سکے۔ جب پر دار انسانوں نے ہمیں پکڑا تو وہ غلطی سے ولور کو بھی پکڑ لائے۔ یہ بات کہ وہ تھورسٹ جاسوس ہے ہمیں بعد میں معلوم

ہوئی جب ہم سوانگ پر قید تھے۔"

"لیکن یہ بات مجھے اس وقت کیونکہ نہیں بتائی گئی جب اس کو ہوفال پر لایا گیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہم یہ سمجھتے رہے کہ اس بات سے سب ہی واقف ہونگے" اس عورت نے مجھے بتایا۔ اس کے علاوہ ہمارا خیال تھا کہ اسے ایک قیدی کی حیثیت سے اس بہانہ پر لایا گیا ہے۔"

تو یہ تھا ایک اور راز کا انکشاف کہ ولور تھورسٹ جاسوس تھا لیکن وہ تینوں کہاں تھے یہ سوال ابھی حل طلب باقی تھا۔

طوفان

عورتوں سے گفتگو کرنے کے بعد میں پھر عرشہ پر واپس آیا۔ تاکہ اپنے نائبوں کی رپورٹیں سن سکوں۔ وہ جہاز کی تلاشی لینے کے بعد سیدھے میرے پاس آرہے تھے۔

ان سے معلوم ہوا کہ ڈکور، موسکو اور ڈوئیر جہاز کے کسی حصہ میں نہیں مل سکے اور یہ کہ ان تینوں کے علاوہ پانچوں پروار انسان بھی غائب ہیں۔

جہاز کے مختلف حصوں کی تلاشی لینا بھی ایک بہت وقت طلب مسئلہ تھا اس لئے کہ طوفان جہاز کو ہلائے ڈالتا تھا۔ اور عرشہ پر ہر گھڑی کوئی موج گزرتی اور اسے پانی سے بھرا ہوا چھوڑ کر گذر جاتی تھی۔

لیکن بہرحال انھوں نے جہاز کی تلاشی اچھی طرح لے لی تھی اور اب ڈاک۔ ہاؤس کے بڑے کمرے میں جمع تھے۔ جہاں انھوں نے مجھے وہ خبر سنائی جو میں پہلے بتا چکا ہوں۔

جب میں اس کمرے میں داخل ہوا تو کالموٹ گم فار، کران اور ناگ چاروں وہاں موجود تھے۔ ہونان شائد کنٹرول روم میں تھا۔

میں نے انھیں وہ خبر سنائی جو مجھے عورتوں کی زبانی معلوم ہوئی تھی پھر میں نے کالموٹ کو یاد دلایا کہ وتور نے اس کی موجودگی میں شہزادی کے کمرے پر پہرہ دینے کی اجازت طلب کی تھی۔

"مجھے ان عورتوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے" میں نے انھیں بتایا "کہ ڈوئیر کی طرف سے وتور کے ارادے نیک نہیں تھے اور اس نے سوانگ پر ڈوئیر کو جب وہ وہاں قید تھی پریشان کرنے کی کوشش کی تھی۔"

میرا خیال ہے کہ آج رات گذرے ہوئے واقعات جو ہمارے لئے بمنزلہ راز تھے اب منکشف ہوتے جا رہے ہیں اور واقعات کی کڑیاں ملتی چلی جا رہی ہیں" گمفار نے کہا "وتور ڈوئیر کو حاصل کرنا چاہتا تھا، اور موسکو ہماری قید سے بچ نکلنا چاہتا تھا۔ وتور نے پردار انسانوں سے دوستی پیدا کی اور انھیں موسکو سے ملایا وہ زندگی بھر یہ سمجھتے آئے تھے کہ آنجین ہی قوت اور حکومت کا سرچشمہ ہوتا ہے لہٰذا انھوں نے وعدوں پر اعتبار کر لیا ہوگا اور اس کے حکم کی تعمیل کی ہوگی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وتور اور موسکو نے اپنا پلان ایک ساتھ بنایا ہوگا۔ انھوں نے ایک پردار انسان کو بھیجا ہوگا تاکہ وہ واچ ٹاور کے سنتری کو مار ڈالے کیونکہ اس کی موجودگی میں انکی نقل و حرکت کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ اسے قتل کر دینے کے بعد باقی ماندہ پردار انسان وتور کے کیبن میں جمع ہوئے ہونگے۔ تب وتور اور یا پھر وہ اور موسکو دونوں ڈوئیر کے کیبن میں گئے ہونگے جہاں انھوں نے ڈوئیر کے

محافظ کو مار کر اسے سوتے میں پکڑ لیا ہوگا اور اس کے منہ پر کوئی کپڑا باندھ دیا ہوگا تاکہ وہ چیخ نہ سکے۔ اور پھر وہ دونوں اسے لے کر جہاز کی ریلنگ کے پاس گئے ہوں گے جہاں پردار انسان ان کے منتظر ہوں گے۔

یہ سچ ہے کہ اس وقت بڑی طوفانی ہوا چل رہی تھی لیکن اس کا رخ اس خطۂ زمین کے ساحل کی طرف تھا جو جہاز سے کچھ فاصلہ پر نظر آ رہا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ پردار انسان بڑے زبردست اڑنے والے ہیں۔ یہ ہے ایک ہلکا سا خاکہ ان تمام واقعات کا جو سوفال پر اس وقت پیش آئے جب ہم سب آرام کی نیند سوئے ہوئے تھے۔"

گم فا نے جب اپنی تقریر ختم کی تو میں نے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ سب اڑ کر نوبول کے ساحل کی طرف گئے ہیں؟"

"میرے خیال میں درحقیقت ایسا ہی ہوا ہے۔" گم فا نے جواب دیا۔

"میرا خیال بھی یہی ہے"۔ کالموٹ نے رائے دی۔

"تو بس اب کرنا یہ ہے" میں نے انھیں بتایا۔ کہ ہم واپس مڑیں اور نوبول کے ساحل پر ایک جماعت اتار دیں جو ڈوئیر کو تلاش کرے گی۔"

"موجودہ حالت میں سمندر میں کوئی کشتی اتارنا خطرے سے خالی نہیں" کرآن نے اعتراض کیا۔

"طوفان ہمیشہ باقی نہیں رہے گا۔" میں نے کہا۔ ہم ساحل سے ہٹ کر اس کے ختم ہونے کا انتظار کریں گے۔ میں اپنے کیبن میں جا رہا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم لوگ جہاز کے عملہ سے اچھی طرح پوچھ گچھ کرو۔ پردار انسان بہت زیادہ

باتیں بناتے تھے ممکن ہے کہ کسی کے سامنے ان کے منہ سے کوئی ایسا جملہ نکل گیا ہو جو ڈوڈیر کو تلاش کرنے میں ہماری رہنمائی کر سکے۔"

ان کو یہ ہدایات دینے کے بعد جیسے ہی میں کمرے سے باہر نکلا ایک بہت بڑی لہر سوفال کو بلندیوں پر اٹھا لے گئی اور جب لہر کے ساتھ سوفال نیچے آیا تو اس کا اگلا حصہ بہت نیچا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جہاز کے دونوں طرف پانی کی دو عظیم الشان دیواریں کھڑی ہیں اور سوفال ان کے درمیان سے اتھاہ گہرائیوں میں گرتا جا رہا ہے اس جھٹکے سے سوفال کا اگلا حصہ تقریباً ۴۵ کے زاویہ سے اچانک نیچے جھک گیا تھا۔ میرے پیروں کے نیچے جہاز کا فرش اتنا گیلا اور چکنا ہو رہا تھا کہ میں بے اختیار پھسلتا چلا گیا۔

عین اسی لمحہ ایک طوفانی لہر عرشہ جہاز کو روندتی ہوئی گذری اور قبل اس کے کہ میں سہارے کے لئے کوئی چیز پکڑ سکوں مجھے اپنے ساتھ سمندر میں کھینچ لے گئی۔ ایک لمحہ کے لئے میں پانی کے اندر تھا۔ لیکن دوسرے لمحہ ایک لہر نے مجھے سطح پر اچھال دیا اور میں نے دیکھا کہ سوفال مجھ سے پچاس فٹ کے فاصلہ پر بے رحم موجوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔

کائنات کی لامتناہی وسعتوں میں راکٹ پر سفر کرتے ہوئے بھی میں نے اپنے آپ کو اتنا مایوس کبھی نہیں پایا تھا جتنا کہ میں اس وقت تھا۔ ایک انجانی دنیا کے انجانے سمندر میں میں نہیں جانتا تھا کہ کون کون سے خطرات مجھے درپیش ہیں۔ تاریکی کی وجہ سے ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اور اب مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ امٹار کا یہ سمندر کون کونسی ہیبتناک بلاؤں کا مسکن ہو گا۔ اگر میرے ساتھیوں

کو معلوم بھی ہو جاتا کہ میں بے یار و مددگار سمندر کی بے رحم موجوں میں جا پڑا ہوں تو بھی وہ میری کوئی مدد نہ کر سکتے تھے گر آن سچ کہا تھا کہ ایسے وقت میں جبکہ یہ ہیبتناک طوفان سو فال کو ہلائے دیتا تھا تو در حقیقت ایک معمولی کشتی اتارنا خودکشی کے مترادف تھا۔

کوئی بہتر سے بہتر تیراک بھی پانی کے ان پہاڑوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ جو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر سے اٹھ کر ایک خوفناک نظارہ پیش کر رہے تھے لیکن میں ناامید نہیں تھا اگر میں لہروں کی مخالف سمت میں نہیں تیر سکتا تھا تو ان کے ساتھ ساتھ ضرور تیر سکتا تھا۔ اور خشکی بہت تھوڑے فاصلہ پر تھی۔

میں ایک طاقتور آدمی ہوں اور دور دراز فاصلوں تک تیرنے کا مجھے کافی تجربہ ہے۔ مجھے یہ یقین تھا کہ اگر میں کوشش کروں تو شائد نہ بچ سکوں لہٰذا میں نے فیصلہ کر لیا کہ یوں آسانی سے مرنے کی بجائے لڑتے ہوئے جان دینا بہتر ہوگا۔ میں لباس کی الجھن سے آزاد تھا کیونکہ امتار کے اس مختصر لباس کو در حقیقت لباس کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا میرے پاس اگر کوئی وزنی شے تھی تو میرے ہتھیار تھے لیکن انھیں میں اپنے سے جدا کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس نامعلوم ساحل پر پہونچنے کے بعد مجھے ان ہتھیاروں کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔ پیٹی۔ پستول اور خنجر تینوں چیزوں کے وزن کے ساتھ میں بآسانی تیر سکتا تھا۔ لیکن تلوار کا معاملہ دوسرا تھا۔ لیکن بہر حال میں اسے بھی جدا نہیں کر سکتا تھا۔

پہلے چند منٹ کی جدوجہد کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے ڈوب جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ میں بہ آسانی اپنا سر پانی سے اوپر رکھ سکتا تھا اور پانی چونکہ گرم تھا اس لئے سردی سے ٹھٹھر جانے کا بھی سوال پیدا نہ ہوتا تھا۔ اب میرے سامنے صرف دو خطرات تھے پہلا خطرہ تو یہ تھا کہ شائد اس سمندر کا کوئی خوفناک درندہ مجھ پر حملہ کر دے۔ دوسرا اور سب سے اہم خطرہ یہ تھا کہ کہیں یہ بے رحم موجیں مجھے ان چٹانوں پر نہ ٹپک دیں جو ساحل پر ایک دیوار کی صورت میں کھڑی تھیں۔

یہ خیال بہت ہی ہراساں کرنے والا تھا۔ کیونکہ میں نے بارہا سمندر کی طوفانی موجوں کو سنگین چٹانوں سے ٹکراتے دیکھا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ قوت جس سے یہ موجیں چٹانوں سے ٹکراتی ہیں بہ آسانی ایک جہاز کے ٹکڑے اڑا دیتی ہیں۔ ساحل خوش قسمتی سے اسی طرف تھا جس طرف ہوا مجھے لئے جاتی تھی میں آہستہ آہستہ تیرتا رہا اپنے آپ کو جلد ہی تھکا لینا میرے خیال میں حماقت تھی لہٰذا میں بہت آہستگی سے صرف موجوں کے سہارے تیرتا گیا یہاں تک کہ صبح ہونے لگی۔ ایک موج مجھے کافی بلندی تک اٹھائے گئی اور اس بلندی سے ایک لمحہ کے لئے ساحل کی طرف دیکھ سکا۔ ایک نظر دیکھکر ہی میں نے معلوم کر لیا کہ میں ساحل سے کوئی ایک میل کے فاصلہ پر ہوں۔ لیکن وہ نظارہ بہت مایوس کن اور دل ہلا دینے والا تھا۔ عظیم الشان موجیں ساحل پر بنی ہوئی سنگین دیوار سے ٹکراتیں اور اکثر ان کے ٹکرانے سے پانی ایک سو فٹ تک اچھل جاتا۔ ساحل پر ہر طرف سفید رنگ کے جھاگ۔ جو موجوں کے ٹکرانے سے پیدا ہوئے تھے نظر آتے تھے۔

میں سمجھ گیا کہ موت ساحل پر میری منتظر ہے۔ میری حالت عجب گومگو کی سی تھی میرے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف موت اپنا منہ کھولے ہوئے تھی۔ بس مجھے یہ منتخب کرنا تھا کہ میں موت کو کس شکل میں پسند کرتا ہوں۔ میں جس جگہ تھا وہیں ڈوب کر مر سکتا تھا۔ یا دوسری صورت میں ان چٹانوں سے ٹکرا کر میری موت یقینی تھی دونوں صورتیں میرے لئے یکساں تھیں لہذا میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے آخری لمحہ تک موت کا مقابلہ کرنا چاہئیے۔

میں جانتا تھا کہ اگر زندگی کی کوئی امید ہے تو صرف ساحل پر۔ موجودہ صورت میں جان بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ لہذا میں آہستہ آہستہ موجوں کے سہارے تیرتا ہوا ساحل کی طرف چلا۔ کبھی کبھی کوئی موج مجھے بلندی پر اٹھالے جاتی جہاں سے میں ایک نظر ساحل کی طرف دیکھ لیتا۔ بظاہر ان چٹانوں تک پہونچ جانے کے بعد زندہ رہنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی جب میں کافی قریب پہونچ گیا تو ساحل کی چٹانیں جو دور سے ایک سپاٹ دیوار کی مانند نظر آتی تھیں اب جگہ بہ جگہ ان میں خلا بھی نظر آنے لگا۔ لیکن ہر بار میں ساحل کو صرف ایک ہی نظر دیکھ سکتا تھا لہذا میں اچھی طرح یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ آیا موجیں مجھے خلا کی طرف لے جا رہی ہیں یا کسی چٹان کی طرف۔

ایک بہت بڑی موج پہلے مجھے بلندی کی طرف اٹھالے گئی اور پھر آگے کی طرف میں سمجھ گیا کہ میرا وقت آگیا ہے۔

ریس کے گھوڑے کی رفتار سے میں اپنی موت کی طرف جا رہا تھا۔ موج مجھے آگے ہی آگے ڈھکیلتی گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ لمحات صدیوں سے

زیادہ طویل ہوں۔ لیکن چٹانیں کہاں تھیں؟ میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر انھیں چھونے کی کوشش کی میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد جو کچھ ہونا ہے ہو جائے۔ اسی لمحہ مجھے اپنی ماں کا اور ڈوئیر کا خیال بھی ایا۔ مجھے اپنے اس عجیب وغریب انجام پر افسوس بھی ہوا۔ میں نے سوچا کہ اس دوسری دنیا میں جسے میں ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکا تھا کوئی بھی یہ نہ جانے گا کہ میرا انجام کیا ہوا۔ یہ ایک عجیب وغریب خیال تھا ایک احمقانہ خواہش انسان بھی کتنا احمق ہے کہ مرتے وقت بھی تماشائیوں کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے لئے میرا سر پانی سے اوپر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چٹانیں میرے بائیں ہاتھ کی طرف ہیں جبکہ انھیں میرے سامنے ہونا چاہئے تھا۔ لیکن موج نے مجھے تفصیل معلوم کرنے کا موقع نہ دیا اور وہ مجھے آگے کی طرف ڈھکیلتی گئیں۔ میں ابھی تک زندہ تھا اور صرف پانی ہی میرے نیم عریاں جسم سے ٹکرا رہا تھا۔

اب سمندر کا زور وشور ختم ہو گیا تھا۔ آخری مرتبہ ایک لہر نے مجھے اوپر اٹھایا اور اسی لمحہ میرے پاؤں زمین سے ٹکرائے میں نے دیکھا کہ جو موج مجھے یہاں تک لے آئی تھی واپس جا رہی تھی۔ اپنے چاروں طرف دیکھنے پر معلوم ہوا کہ میں چٹانوں کے درمیان بنی ہوئی ایک کھاڑی کے پرسکون پانی میں کھڑا ہوں شائد میں کسی معجزے کے تحت موت کے منھ سے بچ نکلا تھا۔ میں پانی سے باہر نکلا۔ اور اپنے چاروں طرف دیکھا میری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو یقیناً قدرت کا شکر گذار ہوتا لیکن میرے شکر گذار ہونے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا گو میری جان وقتی طور بچ گئی تھی۔ لیکن ڈوئیر خطرے میں تھی۔

جس کھاڑی میں سمندر کی لہر مجھے پھینک گئی تھی وہ دراصل ایک درہ کا

آخری حصہ تھا اس درہ کے دونوں طرف پہاڑوں کی ڈھلوانیں تھیں جو بہت زیادہ اونچی نہیں تھیں اور جن پر چھوٹے چھوٹے درخت اُگے ہوئے تھے۔ یہاں وہ دیو پیکر درخت جو دیاجہ میں اُگے ہیں کہیں نظر نہ آتے تھے۔ جنھیں میں نے چھوٹے چھوٹے درخت کہا ہے وہ بلندی میں پچاس سے اسّی فٹ تک تھے۔ درہ کے درمیان سے ایک چھوٹا سا دریا گذر کر اس کھاڑی کے راستہ سمندر میں گر رہا تھا جس میں میں داخل ہوا تھا۔ پیلی اور اودی گھاس اس دریا کے دونوں طرف اور پہاڑیوں پر اگی ہوئی تھی اور نیلے اور گلابی پھول جابجا نظر آرہے تھے۔ گو یہ نظارہ بہت خوبصورت تھا لیکن اسے دیکھنے کی فرصت کہاں تھی۔ قسمت نے مجھے اس انجانے ساحل پر لا ڈالا جہاں مجھے یقین تھا کہ ڈوئیر کو لایا گیا ہے اور اب میرے دل میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ مجھے جلد از جلد اسے تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیے۔

میں قیافہ سے یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ ڈوئیر کو اغوا کرنے والے میری داہنی جانب کسی جگہ ساحل پر اترے ہوں گے۔ لہٰذا صرف اپنے قیافے سے کام لے کر میں اپنی داہنی طرف چل دیا۔

کھاڑی کے سرے پر پہونچنے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی وادی حدِ نظر تک پھیلتی چلی گئی ہے۔ اس وادی میں جگہ جگہ درخت لگے ہوئے تھے اور پھول دار جھاڑیاں ہر طرف نظر آتی تھیں دور بہت دور اس وادی کے سرے پر پہاڑوں کا ایک سلسلہ نظر آتا تھا وہ راستہ جس پر میں سفر کر رہا تھا ساحل کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف جاتا تھا اور یہ پہاڑ شمال کی جانب تھے۔

میں نے پھر ایک بار مڑ کر سمندر کی طرف دیکھا دور سو فال سطح سمندر پر کسی بہت

بڑے دھبہ کی مانند نظر آتا تھا اب معلوم ہوتا تھا کہ میرے احکامات کے مطابق وہ لوگ طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اس کے بعد ڈوئیر کو تلاش کرنے کے لئے ایک دستہ ساحل پر اتار سکیں۔ میں پھر ایک بار اپنی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا

ہر بلندی پر پہونچ کر میں اپنے چاروں طرف دیکھتا تھا کہ شائد جنھیں میں تلاش کر رہا تھا وہ کہیں نظر آ سکیں۔ راستہ چلتے ہوئے مجھے بہت سے جانور چرتے ہوئے دکھائی دیتے ان میں سے بہت سے دنیا کے جانوروں سے بہت مشابہ تھے لیکن کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو بالکل کسی ایسے جانور کی مانند ہو جو میں دنیا میں دیکھ چکا تھا وان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے کچھ دشمن بھی ہیں ان کی تیزی اور پھرتی اور بھاگنے کی رفتار اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ ان دشمنوں میں انسان بھی شامل ہے۔ اور ان کی انتہائی تیز رفتار سے صاف ظاہر تھا کہ ضرور کسی قسم کے درندے ان کا شکار کرتے ہوں گے۔

ان مشاہدات سے میں نے اندازہ لگایا کہ مجھے ہر لمحہ چوکنا رہنا چاہئے کیونکہ وہ درندے جو ان جانوروں کا شکار کرتے تھے ان کا کسی لمحہ بھی مجھ پر حملہ کر دینا یقینی تھا۔ میں یہ دیکھکر خوش تھا کہ میرے راستہ میں جابجا اونچے درخت اگے ہوئے تھے جو میری پہونچ سے دور نہ تھے۔ میں ابھی تک اس باسٹھو کو نہ بھولا تھا جسے کالموٹ نے دیباچہ میں شکار کیا تھا۔ میں بہت تیزی سے سفر کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ڈوئیر تک میری رسائی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ میں انتہائی تیزی سے سفر کروں میرا خیال تھا کہ پر دار انسان ساحل پر اتر کر رک گئے ہونگے۔ اور صبح تک وہیں ٹھہرے ہونگے مجھے امید تھی کہ میرا یہ خیال ضرور صحیح ثابت ہوگا۔ اور اب اگر میرا خیال صحیح تھا تو ان کا

مجھے راستہ میں مل جانا یقینی تھا۔

چلتے چلتے میں ایک بہت بڑے گڑھے میں داخل ہو گیا اور جب میں پھر ایک بار اونچی سطح پر پہونچا تو اچانک میرے کانوں میں امٹار کے پستول کے چلنے کی آواز آئی باوجودیکہ میں نے اپنے چاروں طرف اچھی طرح دیکھا لیکن مجھے کوئی نظر نہ آیا لیکن بہر حال میں یہ جان گیا کہ قریب انسان موجود ہیں اور ان میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اسوقت میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے ڈوئیر خطرے میں ہو لیکن یہ خیال نہایت مضحکہ خیز تھا کیوں کہ یہاں اس کی موجودگی قریب قریب ناممکن تھی۔

بہر حال میں ان آوازوں کی طرف دوڑا اور جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا وہ شور اور زیادہ بڑھتا گیا۔ آخر کار میں ایک بلندی پر پہونچ گیا۔ جہاں میں نے دیکھا کہ ایک اور سرسبز و شاداب وادی میری آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن وادی کی خوبصورتی اور شادابی پر میری نگاہ صرف ایک لمحہ کے لئے ٹھہری کیونکہ دوسرے ہی لمحہ میں ایک اور ہولناک نظارہ دیکھ رہا تھا۔ ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے چھ آدمی لیٹے ہوئے تھے ان میں سے پانچ پردار انسان تھے اور چھٹی خود ڈوئیر تھی۔ ان سے کچھ فاصلہ پر درختوں کے اوپر اور چٹانوں کے پیچھے مجھے بہت سے بال دار آدمی نظر آئے جو آدمی سے زیادہ بندروں سے مشابہ تھے وہ سب کے سب شور مچا مچا کر پردار انسانوں پر پتھراؤ کر رہے تھے۔ وحشی بال دار انسان اور پردار انسان ایک دوسرے کو گالیاں دینے کے ساتھ ساتھ پتھراؤ کر رہے تھے۔ اور اس پتھراؤ کے جواب میں پردار انسان ان پر پستولوں سے فائر کر رہے تھے اور یہ ان ہی پستولوں کی آواز تھی

پردار انسانوں میں سے تین زمین پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے اور

ان کے باقی ماندہ ساتھی ڈوڈیر کے ساتھ بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے ہاتھوں میں پستول لئے ہوئے چھپے ہوئے تھے۔ اور اپنا دفاع کر رہے تھے۔ پیڑوں اور پتھروں کے درمیان کوئی ایک درجن بال دار وحشیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں یہ پردار انسانوں کے پستولوں کا کارنامہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن صاف ظاہر تھا کہ اگر یہ لڑائی کچھ دیر اور جاری رہی تو نتیجہ باقی ماندہ پردار انسانوں اور ڈوڈیر کے خاتمہ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

میں نے چند لمحوں میں ہی سب کچھ دیکھ لیا۔ اور پھر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میں میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ کسی لمحہ بھی میری محبوبہ ان بے رحم پتھروں کا شکار ہو سکتی ہے جو ان وحشیوں کی طرف سے برسائے جا رہے تھے۔ لہٰذا میں نے پہلا کام یہ کیا۔ کہ انکی توجہ پردار انسانوں اور ڈوڈیر کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف مبذول کرالی۔

میں ان بال دار وحشیوں کے عقب میں ان سے کچھ بلندی پر تھا۔ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے میں زور سے چلاتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ ساتھ ساتھ میں اپنے پستول سے فائر بھی کرتا جاتا تھا۔

میرے اس اچانک حملے نے بال دار وحشیوں کو لمحہ بھر کے لئے مبہوت کر دیا۔ انھیں کچھ خوفزدہ پاکر اور یہ دیکھکر کہ کمک آگئی ہے پردار انسان اپنے مورچہ کے پیچھے سے نکل کر دحشیوں کی طرف جھپٹے۔

بال دار وحشیوں کے اوسان میرے حملہ سے خطا ہو چکے تھے لہٰذا اس موقعہ پر پردار انسانوں کا حملہ بہت کارگر ثابت ہوا اور انکے پیر اکھڑ گئے۔

بھاگتے بھاگتے ہم نے ان میں سے چھ کو مار گرایا۔ لیکن ساتھ ہی ایک پردار

انسان بھی بھاگنے والوں میں سے ایک کے پتھر کا شکار ہو گیا۔

وحشیوں کے بھاگ جانے کے بعد میں ڈوئیر کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ایک پستول ہاتھ میں لئے کھڑی تھی اور اس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ وہ بہت تھکی ہوئی ہے میرا خیال ہے کہ اسے مجھے دیکھکر یقیناً خوشی ہوئی ہو گی کیونکہ میں نے بروقت اسکی جان بچائی تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے کچھ خوف مترشح تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتی۔ میں اپنے دل میں یہ سوچ کر بہت شرمندہ ہوا کہ اس کا میری طرف سے مشکوک ہو جانا میرے اپنے وحشیانہ طرز عمل کا نتیجہ ہے جو میں نے پچھلی ملاقات کے موقع پر اس سے روا رکھا تھا۔ اسی لمحہ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے گا اپنی اس غلطی کی تلافی کرنے کی کوشش کرونگا

"کیا تم ہر طرح محفوظ ہو؟" میں نے پوچھا۔ "تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی"

"میں بالکل ٹھیک ہوں" یہ کہتے ہوئے اس نے میری پشت کی طرف دیکھا

"تمہارے ساتھی کہاں ہیں" اس نے سوال کیا۔

"میرے ساتھ اور کوئی نہیں" میں نے جواب دیا "میں تنہا ہوں"

"تم تنہا کیوں آئے؟" اس نے کچھ خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

"حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یہاں موجود ہونے کا ذمہ دار میں خود نہیں ہوں" میں نے کہا۔

جب مجھے تمہاری گمشدگی کا علم ہوا تو میں نے حکم دیا کہ جہاز کو روک کر طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کیا جائے۔ اور اس کے بعد ایک دستہ تمہاری تلاش میں روانہ کیا جائے یہ احکامات جاری کرنے کے فوراً بعد ایک طوفانی لہر مجھے صحن

جہاز سے بہا لے گئی اور کسی معجزہ کے تحت میں ساحل پر پہنچ گیا۔
ساحل پر پہنچ جانے کے بعد میں تمہاری تلاش میں چل کھڑا ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ مین وقت پر یہاں پہنچ گیا"

"اب تم کیا کرو گے"؟ اس نے پوچھا۔

"اب تمہیں ساتھ لے کر جتنی جلدی ہو سکے گا میں ساحل پر پہونچوں گا۔ جہاں سے ہم سوفال کو سگنل دیں گے اور وہ لوگ ہمیں لینے کے لئے ایک کشتی ساحل کی طرف روانہ کر دیں گے۔" یہ تو بتاؤ کہ موسکو اور ولور کہاں گئے؟"

"جب بالدار انسانوں نے ہم پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔" اس کے لہجے میں حقارت تھی۔

"لیکن وہ کس طرف گئے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ دریا میں تیر کر اس طرف چلے گئے" اس نے اپنے خوبصورت ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن پردار انسان بھی کیوں نہ بھاگ گئے؟"

"انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ میری حفاظت کریں" اس نے جواب دیا۔" اس کے علاوہ وہ بہترین لڑاکے ہیں اور جنگ ان کا محبوب مشغلہ ہے"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ شکست یقینی ہے وہ تمہیں لے کر اڑ کیوں نہیں گئے؟"

جب انھیں شکست کا یقین ہوا تو اڑ جانے کا موقع گذر چکا تھا اگر وہ پتھروں کی آڑ سے نکلنے کی کوشش کرتے تو بال دار انسانوں کا پتھراؤ انھیں زندہ نہ چھوڑتا

چاروں بے حس و حرکت پڑے ہوئے پر دار انسانوں کی موت کا یقین کرلینے کے بعد میں ڈوئیر اور باقی ماندہ پر دار انسان پھر ایک بار ساحل بحر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈوئیر نے اپنے اغوا کا واقعہ مجھے پوری تفصیل سے سنایا تو معلوم ہوا کہ گمم فار نے محض قیافہ کی بنا پر جو کچھ کہا تھا بالکل صحیح تھا۔

"لیکن تمہیں اغوا کرنے سے ان کا مقصد کیا تھا" میں نے پوچھا۔

"دلور مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا" اس نے جواب دیا۔

"اور موسکو آزاد ہونے کا خواہشمند تھا" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اس کا خیال تھا کہ دپا جہ پہونچتے ہی اسے قتل کر دیا جائے گا"

"کیا انھیں یقین تھا کہ وہ اس انجانے خطہ میں زندہ رہ سکیں گے" میں نے پوچھا۔ کیا انھیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں"

"ان کا خیال تھا کہ یہ خطہ زمین نوبول ہے" اس نے جواب دیا۔ اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ نوبول میں تھورسٹوں کو اقتدار حاصل ہے انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ نوبول کے ساحل پر کسی جگہ ایک شہر واقع ہے اور موسکو کا ارادہ تھا کہ اس شہر سے مدد حاصل کرنیکے بعد وہ مجھے اور دلور کو اپنے ساتھ تھور الے جائے گا۔

گفتگو اس نکتہ پر پہونچ کر ختم ہوگئی اور ہم خاموشی سے سفر کرتے رہے راستہ میں اکثر جب میں پیچھے مڑ کر دیکھتا تو ڈوئیر کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پاتا۔ اور ہر مرتبہ جب ایسا کرتا وہ فوراً اپنی نظریں جھکا لیتی۔ اس دوران میں نے اس سے غیر ضروری بات چیت بالکل نہیں کی تھی کیونکہ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ جہاں تک ہو سکے گا اپنے پچھلے طرز عمل کی تلافی کر دوں گا۔ لہٰذا دوران سفر میں نے غیر ضروری گفتگو کرنیسے

دانستہ طور پر پرہیز کیا۔ تاکہ وہ اپنے دل میں اطمینان محسوس کر سکے کہ میں اس کے ساتھ اپنے پچھلے طرزِ عمل کو دہرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

میرے لئے اس طرح کا طرزِ عمل گو بڑی حد تک ناممکن تھا کیونکہ میں اسے اپنے بازوؤں میں لینے کے لئے بے قرار تھا میرا دل بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں پھر ایک بار اس کے سامنے جھک کر اپنی اس بے پایاں محبت کا اظہار کر دوں جو اسے روزِ اول دیکھکر ہی میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن بہر حال میں کسی نہ کسی طرح اپنے اوپر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے کہا۔

"تم بہت خاموش ہو آخر بات کیا ہے" یہ پہلا موقع تھا کہ ڈوئیر نے خود گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں" میں نے جواب دیا۔ مجھے صرف یہ فکر ہے کہ کسی طرح تمہیں بہ حفاظت تمام سوفال تک پہونچا دوں"

"لیکن تم بات کیوں نہیں کرتے" اس نے کہا۔ اس سے پہلے جب بھی میں نے تمہیں دیکھا تم خوب باتیں کیا کرتے تھے۔

"ہاں بے شک یہی بات تھی" میں نے اعتراف کیا۔ لیکن اب میں اپنی گفتگو سے تمہارے جذبات کو ٹھیس پہونچانا نہیں چاہتا"

اس کی آنکھیں زمین کی طرف جھک گئیں۔ "تمہاری باتوں سے میرے جذبات کو ٹھیس نہیں پہونچے گی" اس نے بہت آہستہ سے کہا۔ اس کا یہ جملہ بہت حوصلہ افزا تھا۔ لیکن اب جبکہ میں اپنے دل کی بات اس سے کہہ سکتا تھا

میری زبان گنگ ہوگئی اور میں کچھ نہ کہہ سکا۔

" دیکھو۔ اس نے کہنا شروع کیا۔ حالات بہت مختلف ہیں وہ قاعدہ اور قانون جنکی مجھے اس وقت پابندی کرنا پڑتی تھی جب میں وپاجہ میں اپنے باپ کے محل میں تھی۔ اب انکی پابندی کرنا ناممکن ہے۔

پچھلے دنوں میں میں بہت سی باتوں کے بارے میں سوچتی رہی ہوں اور جب میں نے پہلی بار تمہیں اپنے باغیچہ میں دیکھا تھا اس وقت سے لے کر اب تک تمہارے بارے میں بھی بہت کچھ سوچتی رہی ہوں۔ میری ہمیشہ سے خواہش تھی کہ میں چند خاص آدمیوں کے سوا جن سے مجھے بات چیت کرنے کی اجازت تھی کچھ اور لوگوں سے بھی بات چیت کروں پھر میں نے تمہیں دیکھا اور چاہا کہ تم سے باتیں کروں۔ اور اب سوفال کے عرشہ پر پہونچنے سے پہلے جہاں مجھے پھر ایک بار وپاجہ کے قوانین کی پابندی کرنا پڑے گی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم سے باتیں کروں۔

میرے لئے ڈوئیر کا یہ طرز عمل بہت عجیب تھا۔ لیکن میں اپنے فیصلہ پر سختی سے عمل کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ لہٰذا میں کچھ نہ بولا۔

" تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے " اس نے پوچھا۔

" میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں تم سے کس بارے میں گفتگو کروں " میں نے کہا۔

" میرے پاس صرف ایک ہی موضوع ہے جس پر میں تم سے گفتگو کر سکتا ہوں "

وہ ایک لمحہ کے لئے خاموش رہی جیسے کچھ سوچ رہی ہو اور پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پوچھا " وہ موضوع کیا ہے "

" محبت " میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

اس کی آنکھیں زمین کی طرف جھک گئیں۔ اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے
"نہیں۔ اس نے تیز لہجہ میں کہا۔" ہمیں یہ گفتگو نہیں کرنی چاہئیے۔ یہ بری بات ہے۔"
"کیا امتار پر محبت کرنا بری بات ہے۔" میں نے پوچھا۔
"نہیں نہیں" میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اس نے جلدی سے کہا۔ لیکن مجھ سے محبت کی گفتگو کرنا ضرور غلط ہے کیونکہ میری عمر ابھی بیس سال سے کم ہے۔"
"تو کیا اس وقت جب تم بیس سال کی ہو جاؤ گی؛ میں ایسا کر سکوں گا ڈوئیر" میں نے پوچھا۔
اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔
"نہیں اس وقت بھی نہیں" اس نے جواب دیا تم کسی وقت بھی ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ میں ایک جانگ کی لڑکی ہوں اور مجھسے محبت کی گفتگو کرنا ناقابل معافی گناہ ہے۔"
"تو پھر بہتر ہو گا کہ ہم بالکل گفتگو نہ کریں" میں نے افسردہ لہجہ میں کہا۔
"نہیں نہیں تم مجھ سے باتیں کرو" اس کے لہجہ میں التجا تھی۔" تم مجھے اس عجیب غریب دنیا کے بارے میں کچھ بتاؤ جہاں سے تم امتار میں آئے ہو۔"
میں نے اسکی خواہش کے مطابق محض اس لئے کہ اس کی افسردگی دور ہو سکے اپنی دنیا کے بارے میں اسے بہت کچھ بتایا۔ یہاں تک کہ آخر کار ہم باتیں کرتے ہوئے ساحل بحر پر پہونچ گئے۔
اس درہ کے دونوں طرف جہاں سمندر کی ایک لہر مجھے ٹپک گئی تھی اونچی

اونچی پہاڑیاں تھیں ان میں سے ایک ہم سے نزدیک تر ہونے کے علاوہ سب سے اونچی تھی میں اس کی طرف بڑھا۔

چڑھائی بہت ناہموار اور مشکل تھی اس لئے اکثر مجھے ڈوبیر کو اٹھا کر اوپر چڑھنا پڑتا تھا پہلے میرا خیال تھا کہ شائد وہ میرے اس طریقہ عمل پر غصہ میں آجائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اکثر جب کہ رستہ ہموار تھا اور اسے مدد دینے کی ضرورت نہ تھی میں اپنا ہاتھ اسکے سہارے کیلئے اس کی کمر میں ڈالے رہا لیکن اس نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

پہاڑی کی چوٹی پر پہونچنے کے بعد میں نے بہت عجلت کے ساتھ جھاڑ جھنکاڑ اور خشک پتے جمع کئے اور بہت جلد جہاز کو سگنل دینے کے لئے آگ تیار کر لی۔ الاؤ سے اٹھنے والا دھواں کافی بلندی تک اٹھنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ سوفال پر میرے ساتھی اس دھوئیں کو دیکھ لیں گے لیکن وہ اس کا مطلب سمجھ سکیں گے یا نہیں یہ اندازہ کرنا بہت مشکل تھا۔ سمندر ابھی تک متلاطم تھا اور جہاز سے کوئی کشتی روانہ کرنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن ایک پردار انسان ہمارے پاس موجود تھا اگر سوفال ساحل کے کچھ اور نزدیک آجاتا تو ہمارا پردار ساتھی ہم دونوں کو ایک ایک کر کے سوفال کے عرشہ پر پہونچا سکتا تھا۔

پہاڑی کی چوٹی پر ہم جس جگہ کھڑے تھے وہاں سے مشرق کی طرف دور تک بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ میں جہاز کو سگنل دینے میں مصروف تھا کہ اچانک پردار انسان نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "کچھ لوگ اس طرف سے آرہے ہیں۔"

فوراً ہی میں نے اس سمت میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ واقعی کچھ لوگ ہماری طرف آرہے تھے گو ہمارے درمیان فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ ان کے بارے میں معلوم

کرنا بہت مشکل تھا لیکن مجھے یہ یقین تھا کہ یہ وہ بال دار وحشی نہیں ہیں جنھوں نے ڈوئیر اور پر دار انسانوں پر حملہ کیا تھا۔ ان لوگوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر میں نے ضروری سمجھا کہ جلد از جلد سوفال کو اپنی یہاں موجودگی سے باخبر کر دوں۔ چنانچہ میں نے آگ کے دو اور سگنل یکے بعد دیگرے جہاز کو دیئے۔

جہاز والوں نے انھیں دیکھا یا نہیں یہ معلوم کرنا غیر ممکن تھا لیکن ان لوگوں نے جو مشرق کی سمت سے ہماری طرف آرہے تھے ان سگنلوں کو ضرور دیکھ لیا تھا۔ اور اب وہ بہت تیزی سے بتدریج قریب آتے جا رہے تھے اب میں بہ آسانی دیکھ سکتا تھا کہ وہ ویاجہ کے باشندوں سے مختلف نہیں تھے اُدھر طرح مسلح تھے

ابھی وہ کچھ دور تھے کہ میں نے دیکھا کہ سوفال ساحل کی طرف آرہا ہے۔ ہمارا سگنل یقیناً دیکھ لیا گیا تھا اور ہمارے ساتھی اس کی وجہ معلوم کرنے آرہے تھے۔ لیکن کیا وہ وقت پر پہونچ سکیں گے۔ مجھے شک تھا کہ ایسا نہ ہو سکے گا۔ ہوا پھر ایک بار تیزی سے چلنے لگی تھی۔ اور سمندر کا تلاطم کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ میں نے پر دار انسان سے پوچھا کہ کیا وہ اتنی تیز ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر اس کا جواب تسلی بخش ہوا تو ڈوئیر کو جہاز کی طرف روانہ کر دوں گا۔

"میں اکیلا اڑ سکتا ہوں" اس نے کہا۔ "لیکن مجھے شبہ ہے کہ کسی دوسرے کو لیکر اڑنا بہت مشکل ہو گا"

سوفال بتدریج قریب آتا جا رہا تھا اور وہ لوگ بھی۔ ان دونوں میں سے کون ہم تک پہلے پہونچے گا اس بارے میں مجھے کوئی شبہ نہ تھا میری آخری امید صرف یہ تھی کہ کسی طرح سوفال اور ساحل کے درمیان فاصلہ کم سے کم ہو جائے۔ تاکہ میں

پر دار انسان کے ذریعہ ڈوئیر کو جہاز کی طرف روانہ کر سکوں۔

ہماری طرف آنے والے آدمیوں کی جماعت اب کافی قریب آکر رک گئی تھی۔ وہ لوگ آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے۔

"ڈلور بھی ان کے ساتھ ہے" ڈوئیر نے اچانک چیختی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا

"اور موسکو بھی" میں نے کہا۔ "میں ان دونوں کو دیکھ چکا ہوں"

"اب ہم کیا کر سکتے ہیں" ڈوئیر چلائی۔ "کہیں وہ مجھے دوبارہ نہ پکڑ لیں"۔

"وہ ایسا نہ کر سکیں گے" میں نے اسے یقین دلایا۔

میں انھیں درہ عبور کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا اب وہ درہ کے بیچ میں بہتے ہوئے دریا کو تیر کر پار کر رہے تھے اور اب وہ پہاڑی کی چوٹی کی طرف چڑھنے لگے تھے جہاں ہم امید و بیم کی حالت میں سوفال کو تیزی سے ساحل کی طرف آتا دیکھ رہے تھے میں چوٹی کی طرف گیا۔ اور نیچے دیکھا وہ آدھا راستہ طے کر چکے تھے۔ میں ڈوئیر اور پر دار انسان کی طرف مڑا

"ہم اب زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے" میں نے پر دار انسان سے کہا۔

"شہزادی کو ساتھ لو اور جہاز کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جہاز اب ساحل سے کافی قریب ہے تم یہ فاصلہ بہ آسانی طے کر سکتے ہو تمہیں ایسا کرنا ہی ہوگا"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے بڑھا لیکن ڈوئیر پیچھے ہٹ گئی۔ "میں نہیں جاؤں گی" اس نے آہستگی سے کہا۔ "میں تمہیں یہاں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔"

ان الفاظ کے لئے میں بہ خوشی اپنی جان دے سکتا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے ڈوئیر کے اس جملے نے مجھے بے خود کر دیا۔ لیکن دوسرے لمحہ مجھے یاد آگیا کہ دشمن سر پر آچکا ہے

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آنے والی جماعت میں سے سب سے اگلا آدمی بھاگ کر اس طرف آتا دکھائی دیا۔

" اسے لے جاؤ " میں نے چیخ کر پردار انسان سے کہا " اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جا سکتا " وہ پھر اس کی طرف بڑھا لیکن وہ پیچھے ہٹ گئی اور پھر میں اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا۔

اسے چھوتے ہی میرے تمام فیصلے باطل ہو گئے میں سب کچھ بھول گیا وہ میری بازوؤں میں تھی ایک ثانیہ کے لئے میں نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنے ہونٹ اسکے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور پھر میں نے اسے اٹھا کر پردار انسان کے ہاتھوں میں دے دیا

" جلدی کرو " میں چلایا " وہ آ پہونچے "

اپنے طاقتور پر پھیلا کر پردار انسان ہوا میں بلند ہو گیا۔ ڈوئیر کے ہاتھ میری طرف اٹھے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہی تھی۔

" کارسن مجھے اپنے سے جدا نہ کرو میں تم سے محبت کرتی ہوں "

لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا اگر میں اسے واپس بلا سکتا تو بھی ایسا کرنا ناممکن تھا کیونکہ حملہ آور میرے گرد گھیرا ڈال چکے تھے۔

اور اس طرح سرزمین نوبول پر میں اپنے بدترین دشمنوں موسکو اور ولور کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔

لیکن اس گرفتاری میں بھی ایک لذت تھی۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ڈوئیر جس سے میں بے پایاں محبت کرتا تھا۔ درحقیقت میری تھی۔

ختم شد

باراوّل ـــــــ ایک ہزار ۱۰۰۰
سنہ ۱۹۵۹ء

مطبوعہ :- مشہور آفسٹ پریس